مفتی کفایت اللہ عثمانی صاحب

اکابر کا باغی کون؟

مؤلف

ترجمان مسلک علمائے دیوبند

سرمایہ اہلسنت، فاتح فرق باطلہ، مناظر اسلام

علامہ خضر حیات بھکروی مدظلہ العالی

ڈاکٹر محمد طاہر الحسنی

www.facebook.com/AllamaKhizarHayat

السلام علیکم

تمام اشاعتی احباب سے
التماس ہے کہ سوشل نیٹ
ورک پر ہماری جماعت کے
خلاف جو پروپیگنڈا مہم شروع ہے
، اس کا مقابلہ کرنے اور اسکے
خلاف کام کرنے کے لیے ہماری ٹیم
کا ساتھ دیں ۔ ہماری پوسٹیں، بیانات ،
مناظرے ، کتابیں اور جو کچھ شئیر کیا
جاتا ہے اُسے جتنا آگے شئیر کر سکتے ہیں
کریں ،تاکہ ہماری جماعت کا پیغام ہر
جگہ پہنچے اور عوام حق کو پہچانے۔

مفتی کفایت اللہ عثمانی صاحب

www.facebook.com/AllamaKhizarHayat

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب:۔۔۔۔۔۔ اکابر کا باغی کون؟

تالیف:۔۔۔۔۔۔ مناظر اسلام علامہ خضر حیات بھکروی مدظلہ العالی

طبع اول:۔۔۔۔۔۔ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ

طبع ثانی:۔۔۔۔۔۔ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ

تعداد:۔۔۔۔۔۔ 1100

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ حسینیہ اٹک	☆ اسلامی کتب خانہ (عبدالرحمن پلازہ) صوابی
☆ المحسن میں اسلامک ٹریڈرز اٹک	☆ مکتبہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ راولپنڈی
☆ مکتبہ حسینیہ (جامعہ ضیاء العلوم) سرگودھا	☆ مکتبہ ضیاء القرآن توحید آباد ڈیرہ اسماعیل خان
☆ مکتبہ عثمانیہ ویسہ (اٹک)	☆ مکتبہ الجواد تھی بہاولپور
☆ مکتبہ عثمانیہ تلہ گنگ	☆ مکتبہ امام ابن تیمیہ پشین کوئٹہ
☆ اشاعت اکیڈمی (پشاور)	☆ مکتبہ اشاعت پشاور
☆ مکتبہ اشرفیہ کمال پلازہ کوہاٹ	☆ التوحید اسلامی کیسٹ ہاؤس فتح جنگ
☆ مکتبہ تعلیم القرآن مجاہد آباد منڈی بہاؤالدین	☆ مکتبہ محمدیہ گوجا چوک منڈی بہاؤالدین
☆ مکتبہ حقانیہ ماڈل ٹی روڈ (گوجرانوالہ)	☆ جامعہ اسلامیہ عبدالعلوم حقانیہ رحیم یار خان
☆ مکتبہ علیمیہ (اکوڑہ خٹک)	☆ مکتبہ فاروقیہ ہزارہ روڈ حسن ابدال
☆ مکتبہ میزان (میانوالی)	☆ مکتبہ امام محمد انور شاہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر ۵
☆ مکتبہ اسلامیہ (جامعہ اسلامیہ) فیصل آباد	☆ مکتبہ طاہریہ (پارس) کراچی

نوٹ:

کوشش کی گئی ہے کہ عبارت اور بالخصوص آیات قرآنیہ واحادیث مبارکہ میں کسی قسم کی غلطی نہ رہے۔ مگر پھر بھی بتقاضائے بشریت اگر کمپوزنگ کی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو مطلع کریں۔ انشاءاللہ العزیز آئندہ ایڈیشن میں آپ کے شکریہ کے ساتھ اس کی تصحیح کردی جائے گی۔

{فہرست مضامین}

مضامین	صفحہ نمبر
☆ ابتدائیہ	9
☆ {چند اہم انکشافات}	14
☆ {بریلویہ سے اتحاد کی آرزوئیں}	14
☆ {مفتی صاحب کی گزارشات کے اہم دفعات}	18
☆ {دیوبندی بریلوی اتحاد کے سلسلہ میں جناب مفتی عبدالشکور صاحب کی ایک اہم تحریر}	21
☆ پیر عزیز الرحمن ہزاروی صاحب اور عبد الحفیظ مکی صاحب کے مرشد کا تعارف از مجلہ المصطفیٰ	24
☆ {علوی مالکی صاحب کے نظریات}	25
☆ محسن صاحب کے بارے مولانا مظہری صاحب کا اہم انکشاف}	30
☆ {اتحادی فرقہ کی چند خصوصیات}	32
☆ {پیر صاحب کا وحشیانہ حملہ}	47
☆ اتحادی تکبیں	54
☆ اتحادیوں کی پروپیگنڈہ مہم	58
☆ {تصویر کا پہلا رخ}	61
☆ {تصویر کا دوسرا رخ}	65
☆ بغاوت نمبر1 {اکابر پر یہودیوں اور خارجیوں سے بدتر ہونے کا الزام}	65
☆ {مذہبی خودکشی کی شرمناک مثال}	83
☆ بغاوت نمبر2 {اکابر دیوبند پر مرزائیت اور جاہلیت کا الزام}	83
☆ {خلاصہ ارشادات اوکاڑوی}	84
☆ حقیقت موت کے بارے میں تحقیق اکابر	85
☆ {بغاوت نمبر3} {اکابر پر توہین و ختم نبوت کے انکار کا الزام}	90
☆ {مذہبی خودکشی کا عبرتناک نمونہ}	97
☆ {بغاوت نمبر4} {خطرناک دھاندلی}	99
☆ {مرید کا پیر کو چیلنج}	101
واقعہ عزیر کے بارے میں تحقیق اکابر	102
☆ استفتاء	105
☆ {اہم انکشاف}	106
☆ {بغاوت نمبر5}	107

مضامین	صفحہ نمبر
{اکابر پر تحریف اور مخالفت اجماع کا الزام}	
☆ {بغاوت نمبر 6} {اکابر علماء دیوبند پر مرزائیت کا الزام}	113
☆ سیدہ عائشہؓ اور سماع موتی۔۔	114
☆ {بغاوت نمبر 7} {اکاڑوی سینہ زوری کا نمونہ}	122
☆ {بغاوت نمبر 8} کیا مولانا صفدر صاحب اکابر سے زیادہ سمجھے ہیں؟	126
☆ {بغاوت نمبر 9} {ناقص ریکارڈ جھوٹ}	118
☆ {اطلاع ضروری} مسئلہ عدم سماع اموات، احناف کا اجماعی مسئلہ ہے۔	120
☆ {تمام امت کی تکفیر}	133
☆ {بغاوت نمبر 10 تحقیق جدید}	134
☆ اوکاڑوی صاحب کی جدید تحقیق	135
☆ {بغاوت نمبر 11} {اکابر پر قرآن، احادیث متواترہ اور اجماع کے انکار کا الزام}	150
☆ {عقائد اسلام کا تعارف}	154
☆ {بغاوت نمبر 12} {اکابر پر اعتزال کا الزام}	157
☆ {اوکاڑوی صاحب کے امام "سدی" کا تعارف}	160
☆ {جناب اکاڑوی صاحب معتزلہ کی گود میں}	165
☆ {بغاوت نمبر 13} {اجسام مثالیہ یا فوٹو سٹیٹ}	165
☆ {بغاوت نمبر 14} اصل عقیدہ کا اظہار	174
☆ {اکابرین علماء حرمین کا فیصلہ کن فتویٰ}	178
☆ عرب کے مشہور محدث علامہ البانیؒ فرماتے ہیں۔	180
☆ مفتی مکۃ المکرمۃ وخطیب مسجد الحرام کا فتویٰ	181
☆ {بغاوت نمبر 15} {نرالی تحقیق}	191
☆ رفیق اعلیٰ میں نبی کریم ﷺ کی	197

مضامین	صفحہ نمبر
روحانی حیات	
☆ {الی الرفیق الاعلیٰ کے معنی}	200
☆ {بغاوت نمبر 16} {اکابر پر انکار قرآن اور قادیانی ہونے کا الزام}	203
☆ {تحقیق نانوتویؒ کا خلاصہ}	206
☆ {تحقیق حیات شہداء از حضرت علامہ سید امیر علی دیوبندیؒ}	207
☆ {تحقیق حیات شہداء از مرشد حسین علیؒ}	207
☆ حضرات شہداء کی حیات روحانی ہے اور فی الجنۃ۔	213
☆ {حضرت تھانویؒ کے باغی}	223
☆ {حضرت گنگوہیؒ کے باغی}	229
☆ {حضرت نانوتویؒ کے باغی}	237
☆ {بغاوت نمبر 17} {اصول اکابر اور غالی اتحادی}	244
☆ {کشف کا حکم}	247
☆ {بغاوت نمبر 18} {ذخیرہ احادیث کا انکار}	249
☆ {بغاوت نمبر 19 تا 65} بخاری شریف ماسٹر صاحب کی نظر میں	250
☆ {بغاوت نمبر 66} ماسٹر صاحب کا امام ابن الہمامؒ کے ساتھ رویہ	254
☆ {بغاوت نمبر 67} ماسٹر صاحب کا حضرت معاویہؓ پر بدترین تبرا	255
☆ {بغاوت نمبر 68} تلمیذ مولانا سرفراز صاحب، حبیب اللہ ڈیروی صاحب کی محدثین پر تنقید	256
☆ {بغاوت نمبر 69} حافظ حبیب اللہ صاحب کی امام بخاری پر بداعتمادی	257
☆ {بغاوت نمبر 70} حافظ حبیب اللہ صاحب کی امام ابن حبانؒ پر تنقید	257
☆ {بغاوت نمبر 71} حافظ حبیب اللہ صاحب کی امام حاکمؒ پر جرح	258
☆ {بغاوت نمبر 72} حافظ حبیب اللہ صاحب کی امام بیہقیؒ پر کڑی جرح	258
☆ {بغاوت نمبر 73} اوکاڑوی صاحب کی امام دارقطنی پر جرح	260

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
☆ {بغاوت نمبر 74} اکاڑوی صاحب کی امام بیہقیؒ پر جرح	260	☆ {بغاوت نمبر 84} محدثین پر صفدری اعتماد	265
☆ {بغاوت نمبر 75} حاکم ابو نعیم پر اکاڑوی صاحب کی جرح	260	☆ {بغاوت نمبر 85} مرید کی تحقیق پر بد اعتمادی	266
☆ {بغاوت نمبر 76} ابن حزم اور قرطبی پر اوکاڑوی صاحب کی جرح	261	☆ امام رازیؒ پر صفدری تبصرہ	
☆ {بغاوت نمبر 77} امام جوزقانیؒ پر اوکاڑوی جرح	261	☆ {بغاوت نمبر 86} بخاریؒ و بیہقیؒ پر صفدری تنقید	267
☆ {بغاوت نمبر 78} امام ابن عساکر پر تنقید	261	☆ علامہ لکھنویؒ پر صفدری تبصرہ	
☆ {بغاوت نمبر 79} امام ابن جوزیؒ پر تنقید	262	☆ {بغاوت نمبر 87} امام بیہقیؒ پر صفدری تنقید	268
☆ {بغاوت نمبر 80} امام ابن تیمیہؒ پر جرح	262	☆ {بغاوت نمبر 88} امام حاکم پر جرح صفدری	268
☆ {بغاوت نمبر 81} امام ذہبیؒ پر تنقید	262	☆ {بغاوت نمبر 89} امام ترمذی پر صفدری تبصرہ	269
☆ {بغاوت نمبر 82} حافظ ابن حجرؒ پر تنقید	263	☆ {بغاوت نمبر 90} امام دار قطنی کا اعتبار نہیں	269
☆ {بغاوت نمبر 83} اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا انکار	264	☆ {بغاوت نمبر 91} امام خطابی پر صفدری تنقید	269

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
☆ {بغاوت نمبر 92} امام نوویؒ پر رد صفدری	269	☆ {کیفیت موت کے بارے میں پہلا نظریہ}	279
☆ {بغاوت نمبر 93} اکابر پر عدم اعتماد	270	☆ {کیفیت موت کے بارے میں دوسرا نظریہ}	280
☆ {بغاوت نمبر 94} ابن حجرؒ پر صفدری رد	270	☆ {کیفیت موت کے بارے میں تیسرا نظریہ}	282
☆ {بغاوت نمبر 95} اتحادیوں کے نزدیک بخاری کی کیا وقعت ہے؟	270	☆ {کیفیت موت کے بارے میں چوتھا نظریہ}	284
☆ {بغاوت نمبر 96} دار قطنی کا کیا اعتبار	271	☆ {عقیدہ اعادہ روح}	285
		{سید نور الحسن شاہ صاحب کا فیصلہ کن بیان}	290
☆ {بغاوت نمبر 97} اکابر کی محنت پر خاک	271	☆ {ترمذی صاحب کا چیلنج قبول ہے}	295
☆ {بغاوت نمبر 98} تمام اہل السنت پر کفر کا فتویٰ	272	☆ {فریق مخالف کا عقیدہ سماع}	296
☆ {بغاوت نمبر 99 تا 119} اتحادی گروہ اور امام بخاریؒ	275	☆ {اہم تنبیہ}	300
{ضمیمہ} ☆ {افکار پریشاں}	279		
☆ {کیفیت موت اور خانہ جنگی}	279		

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حصہ اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

مجدد دین وملت۔۔۔امام اہلسنت۔۔۔رئیس المفسرین، مرشد الموحدین، زبدۃ الفقہاء والمحدثین، الحافظ، الامام، الحجۃ، حضرت مولانا حسین علی الوانی کی قابل فخر خدمات کتاب وسنت کی نظیر گزشتہ کئی صدیوں تک ملنا مشکل ہے۔ علم وعمل کے اس آفتاب ومہتاب نے ہر قسم کی مدح وقدح سے بے نیاز ہو کر علم وعرفان اور رشد وہدایت کے ایسے دریا بہائے جو صدیوں تک ہر تشنہ کام کی پیاس بجھاتے رہیں گے۔ اور صفحہ عالم پر ایسے نقوش ثبت کیے جو راہ رو منزل کے لئے مشعل راہ کا کام دیں گے۔

مؤرخ اسلام سید ابو الحسن علی ندوی فرماتے ہیں:

حضرت شیخ دوست محمد قندھاری کے خلیفہ اعظم، خواجہ محمد عثمان دامانی نے ڈیرہ اسماعیل خان کے قصبہ موسیٰ زئی شریف میں بیٹھ کر فضا کو عشق کی حرارت اور نسبت نقشبندیہ کی سکینت سے معمور کر دیا۔ ان کے خلیفہ مفسر قرآن، داعی التوحید، واں بھچراں کے مولانا حسین علی صاحب ہوئے، ان سے اس پیمانے پر اصلاح عقائد کا کام ہوا، اور توحید خالص کا آوازہ بلند ہوا، جس کی نظیر اس زمانے میں مشکل ہے۔

(تاریخ دعوت وعزیمت: ج:۴ ص:۳۷۳)

مناظر اسلام مولانا محمد منظور نعمانی صاحب فرماتے ہیں:۔

اخلاص توحید اور اس کی دعوت وتبلیغ کے ساتھ اتنا شغف وانہماک اور شوائب شرک سے اتنی بیزاری بلکہ عداوت اور اتباع سنت کے ساتھ اس قدر اہتمام مجھے کہیں اور دیکھنا یاد نہیں۔

(مرشد کامل ص:۸)

مرشد الموحدین حضرت الوانی ؒ نے جس دور میں دعوت الیٰ اللہ کا آوازہ بلند فرمایا، اس دور میں توحید وسنت کی طرف دعوت دینا اور شرک وبدعت کا رد کرنا ہر ایک کے بس کا کام نہیں تھا۔ سارا ماحول شرک وبدعات کی کالی گھٹاؤں میں گھرا ہوا تھا۔ غیر اللہ کے لئے علم غیب، حاضر وناظر، اختیارات وتصرفات ماننا عین ایمان سمجھا جاتا تھا۔ ہر پیر فقیر، قبر، جھنڈی، تعزیہ اور تابوت سے مرادیں مانگنا، ان پر چڑھاوے چڑھانا، بزرگوں کے نام کے بکرے چھترے، نذر ونیاز دینا، بزرگوں میں صفات الوہیت ماننا اور تمام تعظیمات الٰہیہ غیر اللہ کے لئے بجالانا نجات تصور کیا جاتا تھا۔

انبیاء کرامؑ کی بشریت مقدسہ کا نہ صرف انکار کیا جاتا تھا بلکہ لفظ بشر کو انبیاء کرامؑ کے حق میں انتہائی بے ادبی اور سخت گستاخی سمجھا جاتا تھا۔ ہر پیر فقیر کے بارے میں یہ عقیدہ رواج پاچکا تھا کہ ان پر موت اوپر، اوپر سے آتی ہے۔ حقیقت میں وہ بدستور سابق حیات حقیقیہ، حسیہ، دنیویہ کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں، اور ہر دعا پکار کو سنتے، جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اس لئے بزرگوں کی قبروں پر میلے لگتے سجدے ہوتے، طواف ہوتے، اور اس کو اولیاء اللہ سے محبت کا معیار سمجھا جاتا تھا۔ احبار ورہبان اور گدی نشینان، اس شرک وبدعت کی سرپرستی کرتے، اور ہر قسم کے شرک وبدعت کو ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔

حتیٰ کہ بعض ایسے علماء جن کی فراغت دار العلوم دیوبند سے تھی اپنے آپ کو دیوبندی ظاہر کرنے کی بھی جسارت نہیں کرتے تھے۔ توحید وسنت بیان کرنا اور شرک و بدعت کی تردید کرنا تو کجا، الٹا توحید وسنت بیان کرنے والوں کے دشمن اور شرک وبدعت کے متوالوں کے حامی بنے ہوئے تھے، یہ ایک مستقل مضمون ہے۔ اور اس میں بیسیوں حضرات کے اسمائے گرامی ہیں، کہ باوجود دار العلوم دیوبند سے فراغت کے توحید و سنت کا نام لینے کی توفیق نہیں ہوئی۔ اور ساری زندگی شرکیات و بدعات کی سرپرستی کرتے رہے۔

لیکن حضرت الوانی ؒ نے پیغمبری طرز پر توحید وسنت کو ڈنکے کی چوٹ پر بیان

کیا۔ اپنوں بیگانوں کی فتویٰ بازی، بائیکاٹ، دھمکیاں، ایذاؤں اور پھبتیوں کی کوئی پرواہ نہیں کی، بلکہ اپنی مقدس زندگی اشاعت توحید وسنت میں وقف کر دی۔ اور ایسے افراد تیار کیے جو بلند نگاہ، بلند کردار، حق گو، بے باک، پاک نفس اور ایثار وقربانی کا مجسمہ تھے۔ جنہوں نے توحید وسنت کا احیاء کیا، اور قوم کے درد سے مضطرب و بے قرار ہو کر کتاب وسنت کا پرچم بلند کرتے ہوئے اصلاح احوال کے لیے جملہ وسائل بروئے کار لائے۔ اور راتوں کو جاگ کر پرنم آنکھوں کے ساتھ امت مسلمہ کی بھلائی کے لیے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوئے۔

جن کی مشقتوں اور محنتوں سے شرک وبدعت کے اندھیرے ختم ہونے لگے اور توحید وسنت کی کرنیں پھیلنے لگیں۔ لاکھوں انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے دروازے کھول دیئے۔ جو شرک وبدعت کو چھوڑ کر خالص توحید وسنت کے پروانے بنے۔ ان وارثان نبوت کے اخلاص اور دعوت سے جگہ جگہ مراکز توحید قائم ہونے لگے۔

قافلہ حسینی کے سربکف مجاہدین میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب ؒ، شیخ القرآن مولانا محمد طاہر صاحب ؒ، شیخ التفسیر قاضی نور محمد صاحب ؒ، شمس المحدثین قاضی شمس الدین صاحب ؒ، پیر طریقت امام الدعوۃ مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری ؒ، شیخ التفسیر مولانا محمد امیر بندیالوی صاحب ؒ، امام اہلسنت سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی ؒ، شیخ الحدیث قاضی سجاد احمد بخاری صاحب ؒ، شیخ التفسیر مولانا محمد امیر میانوالوی ؒ، شیخ التفسیر مولانا محمد زمان سنگوالوی ؒ، شیخ التفسیر مولانا محمد زمان میانوالوی ؒ، شیخ التفسیر حضرت مولانا عبد الرؤف بوچھالوی ؒ وغیرہ شامل ہیں۔

یہ وہ منصور مجاہدین اور قافلہ توحید وسنت کے سپہ سالار ہیں کہ نصرت خداوندی نے قدم قدم پر ان کا ساتھ دیا۔ یہ حضرات ہر باطل کے مقابلہ میں سینہ سپر رہے، مخالف کا تیغ و تبر، ان کے پائے ثبات کو کبھی متزلزل نہ کر سکا۔ جس فتنے نے سر اٹھایا، ان

حضرات نے اسے کچل دیا۔ پیغمبر اسلام کی شان میں جو زبان گستاخ ہوئی اسے کھینچ لیا۔ توحید وسنت کے بیان کرنے کے جرم میں بیڑیاں، ہتھ کڑیاں اور گولیاں، ہر قسم کی تکلیفوں کو برداشت کیا۔ لیکن کبھی بھی حق کی آواز کو پست نہیں ہونے دیا۔ پورے عالم اسلام کے علمی طبقوں نے ان مخلصین کے مخلصانہ خدمات کی تحسین کی۔ اہل حق وانصاف نے ان کے علم وعمل اور روشن کردار کا اقرار کیا۔ مگر افسوس، جیسا کہ ہمیشہ سے ہوتا چلا آرہا ہے کہ مخالفین کے ساتھ حاسدین کی تحریکیں بھی شامل ہو کر مقبولین کو ہمیشہ بدنام کرنے کی سازش میں شریک رہی ہیں۔ ان وارثان نبوت کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ پیش آیا۔ بعض ایسے افراد جو اپنے آپ کو دیوبند کی طرف منسوب کرنے کے باوجود اور دیوبند کے نام پر ٹکڑے کھانے کے باوجود بھی خدمت توحید وسنت سے بالکل محروم رہے۔

ظاہری ٹیپ ٹاپ، تصنع اور پیری مریدی کے ذریعے شہرت کے خواہاں تھے۔ انہوں نے اپنے جذبہ شہرت کی تسکین طلبی کی خاطر ان پاکبازان امت کو بدنام کرنے کے لیے مسئلہ موت وحیات، سماع اموات اور توسل وغیرہ کو اچھال کر بطور آلہ کار استعمال کیا۔ ان کے خلاف جھوٹے الزامات وافتراآت تراشے اور مختلف حیلے بہانوں سے ان اللہ والوں کی شبیہ بگاڑ کر لوگوں کے سامنے پیش کرنے کی کوشش شروع کر دی۔

ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کیں، جن کے خلاف وہ خود برسرِ پیکار تھے۔ ان کی تحریروں اور تقریروں کو توڑ مروڑ کر ان پر کئی قسم کے فتوے لگائے۔ اس طرح دل کے نہاں خانے میں چھپی حقد وحسد اور بغض وفتور کی آگ بجھائی گئی۔

دراصل ان حاسدین کو اختلاف، مسائل توحید وسنت میں تھا، اور ہے۔ اور یہ حاسدین علم غیب، حاضر وناظر، تصرفات مافوق الاسباب اور غیر اللہ کی نذر و پکار جیسے مسائل کو فروعی قرار دے کر ایسے عقائد کے معتقدین کا دفاع کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ عنقریب اس کی وضاحت آرہی ہے۔

لیکن حاسدین کو اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ حربہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، اس لیے انہوں نے مسئلہ موت وحیات کے رنگ میں آوازِ حق کو دبانے کی کوشش کی، مگر ہوا

کیا۔؟ دشمن کا کوئی وار کامیاب نہ ہوا، محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سینے لبریز کرنے والے اور قرآن وسنت کے انوارات کے امین وارثان انبیاء کرامؑ نے سینہ سپر ہو کر ہر ایک کا مقابلہ کیا۔ اور دشمن کو ہر میدان میں دم دبا کر بھاگنا ہی پڑا۔ انہی حاسدین ومبتدعین جماعتوں میں سے ایک گروہ آج کل پھر سر ابھار رہا ہے۔ اس نے علماء حق کے خلاف اور مشرکین کی حمایت میں مختلف طریقوں سے ریشہ دوانیاں شروع کر رکھی ہیں، یہ کون سی جماعت ہے۔۔؟ یہ وہی ایجنسیوں کے ایماء پر چلنے والا ماسٹر امین صفدر اکاڑوی صاحب کا تیار کردہ گروہ ہے، جنہوں نے دیوبندیت کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے۔

جب کہ واقعہ یہ ہے کہ ان جھوٹوں اور منافقوں کو نہ دیوبندیت سے کوئی تعلق ہے اور نہ دیوبندیت کو ان سے۔۔۔ آج کل اس ٹولے کی سب سے بڑی آرزو یہ ہے کہ کسی طریقے سے بریلویوں سے اتحاد ہو جائے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اوپر دیوبندیت کی جو تہمت لگا رکھی ہے، وہ اس آرزو کی تکمیل میں سب سے بڑی رکاوٹ بن رہی ہے۔ ان کا طریقہ واردات رضاخانیوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے کیونکہ رضاخانی علی الاعلان اکابر دیوبند کی تکفیر کرتے ہیں۔۔ اور یہ لوگ تقیہ کے لبادہ میں یہی دھندہ کرتے ہیں۔ اور انہوں نے انتہائی خطرناک دوغلی پالیسی اختیار کر رکھی ہے۔ بظاہر تو اکابر کی اتباع کے خوب دعوے کرتے ہیں۔ اور اپنے مخصوص مسائل میں قرآن وسنت کے دلائل وبراہین سے خالی دامن ہونے کی وجہ سے عبارات اکابر ہی میں سر چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اندرون خانہ اکابر کی تحقیقات کے نہ صرف پرخچے اڑاتے ہیں بلکہ حضرات اکابر کی تفسیق وتکفیر کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔

راقم التحریر نے زیر نظر رسالہ میں ان حضرات کی اسی منافقت کو آشکارہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ ایک طرف تو اتباع اکابر کا اس قدر شور اور بلند وبانگ دعوے کہ قرآن وسنت کا نام سننا بھی گوارہ نہیں۔۔ اور دوسری طرف اس قدر بغاوت کہ حضرات اکابر کی ایسی تفسیق وتکفیر کہ الامان والحفیظ۔

﴿چند اہم انکشافات﴾

1۔ بعض حضرات کو شاید یہ غلط فہمی ہو کہ اتحادی گروہ کو اکابرین اشاعت التوحید والسنۃ کے ساتھ اختلاف صرف موت وحیات وسماع اموات کی تحقیق کے متعلق ہے، حالانکہ یہ نری خوش فہمی ہے۔ ان حضرات کا اکابرین اشاعت التوحید والسنۃ کے ساتھ اصل اختلاف مسائل توحید وسنت میں ہے۔ یہ حضرات عقائد توحید وسنت کو فروعی قرار دے کر بریلویت کے ساتھ اتحاد کے چکر میں ہیں۔ اور ساتھ ہی ایجنسیوں کی تابعداری میں حب جاہ ومال کی ہوس نے ان کے سینوں کو اس قدر مسخ کر دیا ہے کہ اشاعت التوحید والسنۃ کی ضد اور عناد میں آ کر انہوں نے اکابر علماء دیوبند کی بغاوت اختیار کر لی ہے۔ شاید کسی صاحب کا بلڈ پریشر تیز ہی نہ ہو جائے، اس لیے چند شواہد پیش کیے جاتے ہیں:

{بریلویت سے اتحاد کی آرزوئیں}

محترم مفتی محمد رفیع صاحب کا تعزیتی خط۔

عزیز محترم مولانا سرفراز حسن حمزہ صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے آپ تمام بہن بھائی مع اہل خانہ بخیر وعافیت ہوں۔

گرامی نامہ مورخہ :01-06-2009 نظر نواز ہوا، یہ معلوم ہو کر مسرت ہوئی کہ "دارالعلوم مدنیہ بہاولپور" نے امام اہل السنۃ، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدرؒ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے اور ان کے قابل قدر حالات وواقعات کو منظر عام پر لانے کے لئے مجلہ "المصطفٰی" کا خصوصی نمبر شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس نیک مقصد میں بآسانی وبحسن وخوبی کامیابی عطا فرمائے۔

چند یادیں درج کرتا ہوں، آپ چاہیں تو میری طرف سے شائع فرما دیجیے۔

ناچیز کو حضرت امام اہل السنۃ موصوف رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی واقفیت اس وقت ہوئی، جب ۱۳۷۹ھ میں اپنے دورہ حدیث کے دوران ہم نے استاد محترم حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم سے درس ترمذی میں بار بار ان کی کتابوں کا حوالہ سنا، اور جوں جوں ان کی تحقیقات اختلافی مسائل میں سامنے آتی گئیں۔ ان کی وسعت مطالعہ اور دقت نظر کا نقش گہرا ہوتا گیا۔ لیکن پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب وہ شوال ۱۳۹۶ھ مطابق اکتوبر 1976ء میں ہمارے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی وفات کے بعد تعزیت کے لئے دارالعلوم کراچی تشریف لائے۔ اس ملاقات سے محبت وعقیدت کا نقش گہرا ہوا۔ اور غالباً اسی وقت انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ انہیں بھی ہمارے والد ماجد سے تلمذ کا شرف حاصل ہے۔ پھر 1986ء کی دہائی میں ناچیز نے لاہور سے سفر کر کے آپ کی خدمت میں گکھڑ منڈی خاص اس مقصد کے لئے حاضر ہوا کہ دیوبندی اور بریلوی مکاتب فکر کے درمیان جو خلیج بڑھتی جا رہی ہے، اسے کم بلکہ ختم کرنے کی راہ تلاش کی جائے۔ اس مقصد کے لئے پہلے ہی ہماری کئی ملاقاتیں مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب سابق مہتمم دارالعلوم نعیمیہ لاہور، مفتی ظفر علی نعمانی سابق مہتمم دارالعلوم امجدیہ کراچی، علامہ عبدالمصطفٰی الازہری سابق شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی، اور مولانا محمد شفیع اوکاڑوی وغیرہ سے ہو چکی تھیں۔ ان سب حضرات کا تعلق بریلوی مکتب فکر سے ہے۔ ان ملاقاتوں سے میں اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ عقائد کے باب میں دونوں مکاتب فکر کا اختلاف بڑی حد تک صرف تعبیر اور الفاظ کا اختلاف ہے۔ حقیقت میں ایسا کوئی اختلاف عقائد کے باب میں نہیں ہے۔ جس کی بنا پر ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق قرار دیا جائے، ہاں بہت سے اعمال میں یہ اختلاف ضرور ہے کہ ہم انہیں بدعت کہتے ہیں اور ان کے نزدیک وہ بدعت میں داخل نہیں۔

مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب نے تو مجھ سے اور برادر عزیزم مولانا مفتی محمد

تقی عثمانی صاحب سے پوری وضاحت سے یہ کہا تھا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان اختلاف کا باعث حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب ''حفظ الایمان'' کی چند سطری عبارت ہے، اس عبارت کو بیچ سے نکال دیا جائے تو پھر ہمارے اور آپ کے درمیان عقائد پر کوئی اختلاف نہیں۔

اس پر ہم نے ان سے کہا تھا حکیم الامت تھانوی صاحب ہمارے سرتاج ہیں۔ اور ان کی اس عبارت کے جو معنی بہت سے حضرات نے بیان کیے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ اس باطل معنیٰ کے مراد لینے سے بالکل بری ہیں۔ اور حضرت حکیم الامت جیسی حب رسول ﷺ سے سرشار شخصیت کے بارے میں دور، دور امکان نہیں، کہ انہوں نے ایسے غلط معنیٰ مراد لیے ہوں۔ اس عبارت کے جو صحیح معنیٰ فوراً ادنیٰ توجہ سے سمجھ میں آجاتے ہیں، وہی حضرت کی بھی مراد ہے۔ چنانچہ انہوں نے بعد میں اس کی وضاحت بھی فرما دی تھی اور اس غلط معنیٰ سے مکمل براءت کا بھی دوٹوک اعلان فرما دیا تھا۔ لیکن اگر ان کی اس عبارت کو شائع کرنے سے روک دینا امت کو پھوٹ سے بچانے اور ان دونوں مکاتب فکر کو متحد کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے، تو یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ اس کی عملی شکل کیا ہوگی؟ اس کے لیے مشورے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اور آپ کو مل کر اس کے لیے پیش رفت کرنی چاہیے۔ اور طے ہوا تھا کہ دونوں طرف کے علماء کرام کا اجتماع اس غرض کے لیے بلایا جائے گا۔ لیکن ملک میں اچانک ایسے حالات پیش آئے اور آتے گئے کہ یہ کام آگے نہ بڑھ سکا۔ پھر صدر ضیاء الحق صاحب مرحوم کے دور میں بریلوی مکتب فکر کے مشہور عالم دین مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب نے مجھ سے اسلام آباد میں علماء کنونشن کے موقع پر ملاقات فرمائی، جو ہماری پہلی اور آخری ملاقات ثابت ہوئی۔ کیونکہ اس کے تقریباً ڈیڑھ دو مہینے بعد ان کا کراچی میں انتقال ہوگیا۔

اس ملاقات میں مولانا اوکاڑوی صاحب نے مجھ سے واضح الفاظ میں یہ فرمایا تھا کہ امت میں جو پھوٹ پڑی ہوئی ہے مجھے خطرہ ہے کہ اس کے بارے میں آخرت

میں ہم سے پوچھ ہوگی۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے بارے میں اپنی تقریروں میں بار بار سخت کلامی کی ہے۔ لیکن جب میں نے ان کی کتابوں کا گہرائی سے مطالعہ کیا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہمارے اور ان کے عقائد میں کوئی فرق نہیں۔ اور ان کی کتاب حفظ الایمان کی جو چند سطری عبارت اب تک کشیدگی کا باعث بنی رہی ہے، اس کے بعد یہ عبارت بھی نزاعی نہیں رہی۔ اس لیے مجھے آپ دونوں بھائیوں سے توقع ہے کہ اگر ہم مل کر کام کریں تو امت کو پھوٹ سے بچایا جا سکتا ہے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ یہ تو آپ میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔

ہمارے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی زندگی کے آخری کئی سال اس کوشش میں صرف فرمائے ہیں۔ اور میں بھی کئی سال سے اس کاوش میں لگا ہوا ہوں۔ چنانچہ میرے اور مولانا اوکاڑوی صاحب کے درمیان طے ہوا کہ وہ اور ہم اپنے اپنے رفقاء اور اہل علم سے رابطہ کر کے اس میں پیش رفت کریں گے۔ پھر دونوں طرف کے خاص خاص علماء کرام کا مشترک اجلاس ہوگا۔ پھر نسبتاً بڑے پیمانے پر دونوں طرف کے حضرات کا دوسرا اجلاس ہوگا، ان اجلاسوں میں اتفاق ہو جانے کے بعد ملک گیر پیمانے پر دونوں طرف کے علماء و مشائخ کا کنونشن بلوا کر اس میں اعلان کر دیا جائے گا کہ عقائد میں ہمارا کوئی اختلاف نہیں۔

لیکن کراچی واپس آ کر ناچیز کا اہل علم سے مشوروں کا سلسلہ جاری ہی تھا اور اس کا طریقہ کار بڑے پیمانے پر طے کیا جا رہا تھا کہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب کی اچانک وفات ہوگئی۔ بعد ازاں ان کے صاحبزادے مولانا کوکب نورانی صاحب سے کئی بار ملاقاتیں ہوئیں۔ وہ بھی کئی بار دارالعلوم کراچی تشریف لائے اور ہر بار مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب کی اس ملاقات کا ذکر آیا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے بعد بھی کوئی عملی پیش رفت نہ ہو سکی۔ اور دشمنان اسلام کی سازشوں اور مسلمانوں کی سادہ لوحی یا جذباتیت کے باعث یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ تھا وہ پس منظر جس کے تحت ناچیز، امام اہلسنت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب سے ملاقات کرنے اور راہنمائی حاصل کرنے کے لیے گکھڑ منڈی حاضر ہوا تھا۔ حضرت نے بہت شفقت فرمائی اور جس مقصد کے لیے حاضر ہوا تھا، اس پر مسرت کا اظہار بھی فرمایا، اور اس کی تائید بھی فرمائی۔ لیکن طبیعت ناساز تھی زیادہ گفتگو نہ ہو سکی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس کے بعد بھی الحمد للہ حضرت کی زیارت کے لیے کراچی میں حاضری ہوئی اور گکھڑ منڈی میں بھی کئی بار حاضری کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔ ابھی دو تین سال پہلے اللہ رب العالمین نے حضرت سے ناچیز کو شرف تلمذ بھی اس طرح عطا فرمایا کہ گکھڑ منڈی میں دولت خانے پر حاضر ہو کر ناچیز نے اجازت روایت حدیث کی درخواست کی، تو حضرت نے بطیب خاطر منظور فرما کر تحریری اجازت سے بھی سرفراز فرمایا۔

محمد رفیع عثمانی رئیس الجامعہ دار العلوم کراچی۔

(مجلہ المصطفیٰ مولانا سرفراز نمبر ص: ۳۷۲ تا ۳۷۶)

{مفتی صاحب کی گزارشات کے اہم دفعات}

1۔ مفتی صاحب نے دیوبندی بریلوی اتحاد یعنی دیوبندیوں کو بریلوی بنانے کے لیے ملک بھر میں سفر فرمائے اور ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن شومیٔ قسمت کہ یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔

2۔ مفتی صاحب کے فرمان کے مطابق بریلویوں اور ان کے عقائد میں کوئی فرق نہیں۔ جیسا کہ فرماتے ہیں: ان ملاقاتوں سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ عقائد کے باب میں دونوں مکاتب فکر (دیوبندی، بریلوی) کا اختلاف بڑی حد تک صرف تعبیر و الفاظ کا اختلاف ہے۔ حقیقت میں ایسا کوئی اختلاف عقائد کے باب میں نہیں، جس کی بنا پر ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق قرار دیا جائے۔

3۔ بریلوی و دیوبندی اختلاف کا باعث صرف ''حفظ الایمان'' کی ایک چند

سطری عبارت ہے، اگر اس کو نکال دیا جائے تو اختلاف ختم۔

4۔ بریلوی اگر ہمیں قبول کر لیں تو بعض اکابر کی عبارات کو ان کی کتابوں سے نکال دینا کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں۔

5۔ اگر بریلویوں کے ساتھ اتحاد نہ کیا تو قیامت کے دن اس معاملہ میں باز پرس کا خطرہ بھی ہے۔

6۔ مفتی صاحب کے ہم فکر علماء کا منصوبہ تھا کہ اگر بریلوی راضی ہو گئے تو چند اجلاسوں کے بعد اعلان عام کر دیا جائے گا کہ عقائد میں بریلویوں کے ساتھ ہمارا کوئی اختلاف نہیں، ہمارے عقائد بریلویوں والے ہیں۔

7۔ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے بقول مفتی صاحب، مفتی صاحب کی اس تمام کاروائی کی تصدیق وتائید فرمائی اور بہت خوش ہوئے۔

☆ قارئین کرام!!

مفتی صاحب کا خط بار بار پڑھیں اور مولانا سرفراز خان صاحب کی تائید و مسرت ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے تو تھوڑی دیر عناد اور تعصب سے ہٹ کر ایمان وانصاف کے سایہ میں بیٹھ کر سوچیے گا کہ بریلویوں کے ساتھ عقائد میں کوئی اختلاف نہیں تھا اور بریلویوں کا کوئی ایسا عقیدہ نہیں جس سے ان کی تکفیر تو کجا تفسیق بھی لازم آتی ہو، صرف تعبیر کا اختلاف تھا اور بریلویوں کے ساتھ ہی ملنا تھا تو۔۔۔

''گلدستہ توحید''

''دل کا سرور''

''تنقید متین''

''راہ سنت''

''راہ ہدایت''

''آنکھوں کی ٹھنڈک''

''ازالۃ الریب''

وغیرہ جیسی کتب لکھنے کی غلطی آخر کیوں کی گئی۔۔۔؟
شروع ہی سے سماع موتی اور تسکین الصدور لکھ دی جاتی۔ تو خود بخود بریلویوں سے اتحاد ہو سکتا تھا، اتنی لمبی چوڑی کوششوں کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ یہ صورت حال کیا ہے؟ کیا یہ اس یقین کو تقویت نہیں پہنچاتی کہ یہ حضرات اشاعت والتوحید والسنۃ کے بغض وحسد میں مسائل توحید وسنت سے رجوع کر چکے ہیں اور اب بریلویوں کے ساتھ ملنے کی آرزو میں دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔

☆ پیر طریقت، قائد خدام اہلسنت

جناب قاضی مظہر حسین صاحب بانی تحریک خدام اہلسنت فرماتے ہیں:۔
بریلوی علماء اپنی مسلکی بنیاد پر منظم ہیں، جمعیت علماء پاکستان نے ملک میں ایک مقام پیدا کر لیا ہے، اور ہماری کمزوریوں سے بھی ان کو تقویت ملی ہے۔ ویسے ہم بریلویوں سے محاذ آرائی نہیں کرتے، اسٹیج پر ایسے اختلافی مسائل نہیں چھیڑتے۔
(ماہنامہ حق چار یار، اشاعت خاص، بیاد قاضی مظہر صاحب ص: ۳۷۴)

تبصرہ:۔

حیرت میں ڈوب کر قاضی مظہر صاحب کا واشگاف اعلان ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت صاف فرما رہے ہیں کہ ہم بریلویوں کے ساتھ اختلافی مسائل سٹیج پر بیان ہی نہیں کرتے۔ قاضی صاحبؒ کی شخصیت کو ملحوظ رکھ کر انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائیے۔ کہ اگر قاضی صاحب کو عقائد میں بریلویوں کے ساتھ کوئی اختلاف ہوتا تو سٹیج پر بیان کرنے سے رہ سکتے تھے؟ قاضی مظہر صاحب کی شخصیت کو پہنچاننے والے حضرات جانتے ہیں۔ کہ حضرت موصوف تو انتہائی معمولی اور تاریخی امور میں بھی اپنے سے اختلاف کرنے والوں کو کبھی معاف نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ مفتی محمود صاحبؒ سے تھوڑی اَن بن بنی تو قاضی صاحب نے بطرز نقل مفتی محمود صاحب کو پاکستان کا خمینی نقل کیا۔
(حق چار یار ص: ۳۸۷)

جمعیت علماء اسلام پر تنقید کی،، سپاہ صحابہ پر تنقید کی،، حتیٰ کہ خود صحابہ کرامؓ پر بھی تنقید کی۔۔ (سبائی فتنہ)
تو اگر قاضی صاحب بریلویہ کے ساتھ علم غیب، حاضر و ناظر، نور و بشر، تصرفات مافوق الاسباب، غائبانہ پکار، نذر و نیاز وغیرہ مسائل میں اختلاف رکھتے تو ضرور ان کو سٹیج پر بیان کرتے اور کتمان حق کا کبھی بھی ارتکاب نہ فرماتے۔ اس بیان سے قاضی صاحب موصوف کے نظریات بالکل نمایاں ہو جاتے ہیں کہ قاضی صاحب کا عقائد میں بریلویوں کے ساتھ کوئی اختلاف نہیں تھا اور اپنے والد گرامی پیر کرم الدین بریلوی رضوی کے نظریے پر قائم تھے۔

☆ مفتی عبدالقدوس صاحب بن مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب فرماتے ہیں:

{دیوبندی بریلوی اتحاد کے سلسلہ میں ایک اہم تحریر}

دیوبندی بریلوی بنیادی طور پر دونوں اہل السنۃ والجماعت اور فقہ حنفی کے پیرو کار ہیں۔ دونوں مکاتب فکر میں پائے جانے والے اختلاف کو ختم کرنے کے متعلق ہر دور و طبقہ میں ہمیشہ کوششیں ہوتی رہی ہیں۔ اور ان دونوں مکاتب فکر کے اتحاد و اتفاق کو ہر دور میں نہایت ضروری اور اہم قرار دیا گیا ہے۔ دونوں مکاتب فکر کے معتدل حضرات نے اس میں بقدر استطاعت اپنا اپنا کردار ہمیشہ ہی ادا کیا ہے۔

☆ ماضی قریب میں جناب مولانا عبدالستار نیازی صاحب نے "اتحاد ملت کا چار نکاتی فارمولا" کے نام سے دیوبندی بریلوی اتحاد کے لیے ایک تحریر مختلف اخبارات میں شائع کی، بہت سے حضرات نے اس کا خیر مقدم کیا اور اس کا جواب لکھا۔ حضرت والد گرامیؒ نے بھی اس کا جواب تحریر فرمایا، جسے اس وقت اخبارات میں شائع کیا گیا، لیکن یہ کوشش بار آور نہ ہو سکی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد اہل السنۃ والجماعۃ کے رضا کار محترم جناب محمد شفیع صاحب مقیم لاہور نے اس کی کوشش کی اور فریقین کے ذمہ دار حضرات سے رابطہ کیا۔ اس سلسلہ میں ایک جامع تحریر حضرت والد صاحبؒ سے بھی انہوں نے

حاصل کر لی۔ اس پر دیوبندی مکتبہ فکر کے دیگر حضرات کے ساتھ حضرت اقدس مولانا خان محمد صاحبؒ کی تائیدی تحریر بھی ثبت ہے۔ حضـــرت والدگرامی کی اس تحریر میں فریقین میں اتحـادی کوششوں کی تاریخ کے ساتھ "مابہ الاتحاد والاشتراک" نکتہ کی نشاندہی بھی کی گئی۔ جس پر عمل کرنے سے دیوبندی بریلوی اتحاد میں کوئی مانع باقی نہیں رہتا۔ حضرت شیخ المشائخ نے بھی اسے دل وجان سے قبول فرما کر اس کی حرف بحرف تائید فرمائی ہے۔ (شیخ المشائخ نمبر ص:۳۱۱)

عبارت بالا کے چند اہم امور:۔

(۱) مولانا عبدالشکور ترمذی صاحب کے نزدیک بریلوی اہل السنت بھی ہیں اور حنفی بھی ہیں۔

(۲) دیوبندی، بریلوی اتحاد کی کوشش کرنے والے سنجیدہ لوگ ہیں۔

(۳) دیوبندی، بریلوی اتحاد نہایت ضروری اور اہم ہے۔

(۴) دیوبندی، بریلوی اتحاد میں کوئی چیز مانع نہیں۔

(۵) دیوبندی، بریلوی عقائد میں کوئی فرق نہیں۔

ترمذی صاحب کی پارٹی کی آرزو "دیوبندی بریلوی اتحاد" کی خواجہ خان محمد صاحب نے بھی تائید فرمائی۔

☆ 26 مارچ 2009ء غالی اتحادیوں نے ایک کانفرنس "تحفظ سنت" کے عنوان سے لاہور میں منعقد کی۔ جس میں مولوی عبدالحفیظ مکی صاحب کی صدارت تھی اور پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب کا خصوصی بیان تھا اور مولوی عبدالحفیظ مکی و پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب، سید علوی مالکی کے ہم عقیدہ مداح اور مرید ہیں اور سید علوی مالکی کٹر بریلوی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیں "آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۱۰"

☆ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کے پوتے صاحبزادہ حمزہ صاحب نے تحفظ سنت کانفرنس پر تبصرہ کرتے ہوئے یوں انکشاف حق فرمایا ہے:۔

مولوی الیاس گھمن صاحب سے مخاطب ہو کر صاحبزادہ حمزہ صاحب (پوتا

مولانا سرفراز خان صفدر) فرماتے ہیں:۔

"میرے مخدوم محترم! اس کانفرنس کے تمام تر فوائد، ثمرات اور برکات یکسر ختم ہو کر رہ گئے، جس کی بڑی وجوہات دو ہیں۔ حضرت اقدس داداجان کی تعلیمات اور مواقف کی روشنی میں احقر ان کو درست نہیں سمجھتا، اس بارے میں خادم کو کئی تحفظات تھے۔ اور ابھی تک ہیں، وہ یہ کہ۔۔۔

(۱) یہ کانفرنس ایسی شخصیت کی زیر صدارت تھی جسے مندرجہ بالا تمام اکابرین بدعتی اور اہل السنۃ سے خارج سمجھتے ہیں۔ میری مراد مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب ہیں جنہوں نے پوری طاقت علوی مالکی صاحب کے شرکیہ نظریات کے دفاع اور اشاعت میں صرف کر دی اور آج بھی اس موقف پر قائم ودائم ہیں۔ چنانچہ مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی صاحب گواہ ہیں کہ انہوں نے چند ماہ قبل مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب سے پوچھا کہ علوی مالکی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے۔۔۔؟ تو جواب ملا کہ بالکل صحیح ہے۔

محترم! وہ تو اپنے غلط اور باطل نظریات پر اس شدت کے ساتھ قائم ودائم ہیں۔ ہمارا اس درجہ ان کو اہمیت دینا کہیں اکابرین کے مشن سے روگردانی تو نہیں۔؟ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اتحاد کے امیر اول اور بانی ایک شخص کو بدعتی لکھیں، اتحاد کے سرپرست اکابرین اسے اہل السنۃ سے خارج حتی کہ احمد رضا خان بریلوی سے بھی بڑا بدعتی قرار دیں اور اتحاد کا جلسہ اسی شخصیت کے زیر صدارت منعقد ہو۔

(۲) کانفرنس کی دوسری خرابی جو آپ کے اکثر اجتماعات، بیانات، تقاریر، جلسوں، اور مناظروں میں (گھمن صاحب نے آج تک باقاعدہ مناظرہ کسی فرقہ سے کبھی نہیں کیا، از راقم) پوری شدومد کے ساتھ نظر آتی ہے، وہ ویڈیو سی ڈی کا اہتمام ہے۔ حالانکہ دادا جان (مولانا سرفراز خان صفدرؒ)، حضرت لدھیانویؒ (مولانا محمد یوسف صاحبؒ) اور نانا جان (قاضی مظہر صاحب چکوال) کے نزدیک ویڈیو تصویر بالکل حرام اور شرعاً ناجائز ہے، اس کی کوئی صورت جائز نہیں۔

بلکہ داداجان نے تو یہاں تک فرمایا کہ جہاں ویڈیو بن رہی ہو وہاں جانا حرام

ہے۔ (ماخوذ از کیسٹ دورہ تفسیر۔۔ سورۃ الانعام)

(امام اہل السنۃ نمبر ص: ۲۷۷، مجلہ المصطفیٰ بہاولپور)

پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب اور عبد الحفیظ مکی صاحب کے مرشد کا تعارف از مجلہ "المصطفیٰ"

مکہ مکرمہ کے کے رہنے والے ایک عرب گھرانے کے فرد محمد علوی مالکی صاحب (جو مذہباً بریلوی ہیں) نے منجملہ دیگر کتابوں کے "الذخائر المحمدیہ" اور "حول الاحتفال بذکر المولد النبوی شریف" کے نام سے دو کتابیں لکھیں۔ ان کتابوں کے بہت سے مندرجات پر سعودی عرب کے علماء بورڈ کے ایک رکن اور مکہ مکرمہ کے قاضی شیخ عبداللہ بن سلیمان بن منیع نے اعتراض کیا اور ان کے رد میں ایک کتاب ۱۴۰۳ھ میں شائع کی، جس کا نام "حوار مع المالکی فی رد منکراتہ وضلالاتہ" رکھا۔ اس کتاب کے مقدمہ میں سعودیہ کے قاضی القضاۃ شیخ عبدالعزیز بن باز نے لکھا:

"محمد علوی مالکی صاحب کی لکھی گئی کتابوں میں موجود بہت سی قابل نکیر باتوں پر میں مطلع ہوا۔ ان کتابوں میں سب سے مقدم ان کی وہ قابل مذمت کتاب ہے۔ جس کا نام انہوں نے "الذخائر المحمدیہ" رکھا ہے۔ ان قابل نکیر باتوں میں ایک یہ ہے کہ اس کتاب میں رسول ﷺ کی طرف ایسی صفات کی نسبت کی گئی ہے جو محض اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خصائص میں سے ہیں۔ مثلاً یہ کہ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں۔ اور یہ کہ " آپ جنت کی زمین بطور جاگیر دے سکتے ہیں۔" اور یہ کہ " آپ غیب اور

روح اور پانچ چیزوں کا علم جانتے ہیں جن کے جاننے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص رکھا ہے۔

{علوی مالکی صاحب کے نظریات}

ذیل میں علوی صاحب کے چند باطل نظریات ان کی کتب کے حوالہ سے پیش کیے جاتے ہیں۔

1۔ یہ کہ رسول ﷺ کو ہر ہر شئے کا علم دیا گیا ہے:

"واوتی علم کل شئی حتی الروح والخمس التی فی آیۃ-ان اللہ عندہ علم الساعۃ.......الخ"

رسول اللہ ﷺ کو ہر چیز کا علم دیا گیا یہاں تک روح کا بھی اور مغیبات خمسہ کا بھی جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ (الذخائر المحمدیہ ص 205)

2۔ نبی کریم ﷺ کو "علم غیب" دیا گیا ہے:

"وکم من امور جاء ما یدل علی انہا حق اللہ سبحانہ وتعالیٰ ولکنہ سبحانہ وتعالیٰ مَنَّ بہا علی نبیہ ﷺ وغیرہ ...منہا "علم الغیب"......الخ"

کتنے امور جن کے بارے میں دلیل موجود ہے کہ وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا حق ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو بھی اور دوسروں کو بھی احسان کے طور پر عطا فرمائے........ان میں ایک علم غیب ہے۔

(مفاھیم یجب ان تصحح۔ ص: ۷۳، ص ۷۹)

3۔ رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک ہر جگہ حاضر وناظر ہے:۔

"روحانیۃ المصطفیٰ ﷺ حاضرۃ فی کل مکان فھی تشھد اماکن الخیر ومجالس الفضل.........الخ"

حضرت محمد ﷺ کی روحانیت ہر جگہ موجود ہے۔ لہٰذا وہ خیر کی جگہوں اور

فضل و ذکر کی مجلسوں میں حاضر ہوتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ روح ہونے کے اعتبار سے روح برزخ میں مقید نہیں ہوتی بلکہ آزاد ہوتی ہے اور اللہ کی ملکوت میں پھرتی ہے۔

(الدخائر المحمدیہ ص:۲۵۹)

4۔ غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے:

"ویجوز ان یقسم علی اللہ بہ ولیس ذلك لاحد"

جائز ہے اللہ پر نبی ﷺ کے نام کی قسم کھائی جائے اور کسی کے لئے جائز نہیں۔ (الذخائر المحمدیہ ص:۲۰۶)

اس کے علاوہ بھی بے شمار باطل نظریات ان کی کتب میں درج ہیں۔ طوالت کے خوف سے انہی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

ان عقائد کی بناء پر سعودی علماء نے "محمد علوی مالکی صاحب" کو بدعتی اور اہل السنۃ سے خارج قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم

۱۴۰۵ھ میں محمد علوی مالکی صاحب نے اپنے مخالفین کے جواب میں ایک کتاب "مفاھیم یجب ان تصحح" شائع کی اور اس کے لیے مختلف ملکوں کے علماء سے تقاریظ و تصدیقات حاصل کیں۔ یہ تقاریظ ۶۲ صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ جبکہ بعض تقاریظ کی اشاعت سے طوالت کے سبب معذرت کرلی گئی ہے۔

تصدیقات لکھنے والے بعض تو شروع ہی سے بدعتی ہیں اور بعض جدید قسم کے پروفیسر ہیں۔ پاکستان سے تعلق رکھنے والے جناب صوفی اقبال صاحب، عبدالحفیظ مکی صاحب، مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب اور حافظ صغیر احمد صاحب وغیرہ جو فضائل اعمال "تبلیغی نصاب" کے مصنف مولانا زکریا کاندھلویؒ کے خلفاء میں سے ہیں۔ لیکن حضرت کی وفات کے بعد انہوں نے محمد علوی مالکی صاحب سے اپنی ارادت کا تعلق جوڑلیا ہے۔۔۔

مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب نے انہی باطل عقائد و نظریات پر مشتمل ایک رسالہ خود ترتیب دیکر شائع کیا۔ جس کا نام اکابر کا مسلک و مشرب رکھا۔

حضرت ترمذی صاحب لکھتے ہیں:

کچھ عرصہ سے ایک رسالہ "اکابر کا مسلک و مشرب" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ جس کے سرورق پر لکھا ہوا ہے "مرتبہ پیر طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی دامت برکاتہم سنی، حنفی، چشتی، نقشبندی، خلیفہ مجاز قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ"۔ دیکھ کر تعجب ہوا کہ ہمارے اکابر کی طرف وہ مسلک و مشرب اس رسالہ میں منسوب کیا جارہا ہے جس کی ہمارے اکابر ہمیشہ پابند اور تردید کرتے رہے ہیں۔ اور کتب فتاویٰ نیز دوسری کتابیں اس مسلک و مشرب کی تردید سے بھری پڑی ہیں۔ اور تمام عمر ہمارے حضرات اکابر کی ان بدعات و مخترعات کی تردید ہی میں گزری ہے۔ ان کو ان کا عامل یا قائل قرار دینا نہایت درجہ جائے تعجب ہے۔ (ص:۱۰)

حضرت ترمذی صاحب کے اس رسالہ کے پیش لفظ میں مولانا قاضی مظہر حسین تحریر فرماتے ہیں:

1. "مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کے رسالہ کا اصل موضوع دیوبندی بریلوی اتحاد ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: انگریز کے خلاف جنگ آزادی کے بعد اہل السنۃ والجماعۃ میں دو گروہ بن گئے۔ جو حقیقت میں اصول و فروع کے اعتبار سے ایک ہی تھے۔ اگرچہ آپس میں مزاج و مشرب میں معمولی فرق تھا۔۔۔۔۔۔ الخ

(مسلک و مشرب ایڈیشن سوم ص:۲۸ (ایضاً ص:۵)

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں:۔

"اصلاح مفاہیم" دراصل بریلوی مکتب فکر کے فاضل جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی کے غالی عقیدت مند کی تالیف ہے جو بریلوی عقائد و نظریات کی اشاعت کے لیے مرتب کی گئی ہے۔

2. اس کتاب کا مدعا صرف سلفیوں کے تشدد کی اصلاح نہیں، بلکہ اس کا اصل ہدف دیوبندی حضرات کے مقابلہ میں بریلوی حضرات کے نقطہ نظر کی بھرپور

حمایت وتائید ہے۔

3۔ جاہل، غبی، کم فہم، بدفہم، اور معتعت وغیرہ الفاظ کے تکرار سے مقصود دراصل اکابر دیوبند قطب الارشاد، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے ہمارے شیخ برکتہ العصر مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی تک تمام اکابر کی تجہیل وتحمیق ہے۔

4۔ جناب مصنف صاحب نے دیوبندی حضرات کی تقریظوں کا جو انبار لگایا ہے۔ اس کی اصل غرض بھی ظاہر ہوتی ہے کہ تقریظات کا یہ اہتمام دراصل اکابر دیوبند کے خلاف خود دیوبندی حضرات سے اجتماعی فتویٰ لینا ہے۔ تا کہ یہ تمام تقریظ کنندگان بھی اپنے اسلاف کو جاہل اور نادان قرار دینے میں متفق ہو جائیں۔

(آپ کے مسائل جلد:۱۰ ص:۱۱۵)

ایک صاحب کے خط کے جواب میں حضرت شہید تحریر فرماتے ہیں:۔

اصلاح مفاہیم کے ذریعے صوفی اقبال صاحب، مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب اور مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب نے دیوبندی حلقہ کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں فریقوں کے درمیان اختلاف ونزاع کا جو میدان کارزار پون صدی سے گرم رہا ہے اس میں غلطی اکابر دیوبند ہی کی تھی۔ اب یہ حضرات چاہتے ہیں کہ دیوبندیوں کو ان کی غلطی کا احساس دلا کر اس غلطی کی اصلاح پر آمادہ کیا جائے۔

(ایضاً ص:۱۱۸)

محترم جناب صاحبزادہ حمزہ صاحب فرماتے ہیں:۔

احقر نے مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد کا ایک رسالہ "محمد علوی مالکی کے عقائد ان کی تحریرات کے آئینہ میں" سنایا، تو چند عبارتیں سنتے ہی دادا جان (مولانا سرفراز خان صفدر صاحب) بول اٹھے کہ یہ تو احمد رضا سے بھی بڑا بدعتی ہے۔ احقر نے فوراً سوال کیا کہ جو علماء ان کی تائید کرتے ہیں ان کا کیا حکم ہے۔ فرمایا کون؟ میں نے عرض کی مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب وغیرہ۔ فرمایا اگر اس کی تائید کرتے ہیں تو وہ اسی جیسے ہیں۔

(مجلہ المصطفیٰ ص:۲۶۶)

عبارت بالا کے چند اہم امور:۔

شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کے پوتے کی تحریر بالا سے اتحادی پیر عزیز الرحمٰن صاحب اور ان کے مرشد کے مندرجہ ذیل نظریات واضح ہوتے ہیں:۔

(۱) پیر عزیز الرحمٰن صاحب اور ان کے مرشد کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر ہر شی کا علم یہاں تک کہ روح کی حقیقت ومغیبات خمسہ اور علم غیب بھی جانتے ہیں۔

تنبیہ:۔ آنحضرت ﷺ کے لئے ہر ہر شی کا علم ثابت کرنا اور آپ کے لئے علم غیب جاننے کا عقیدہ رکھنا تمام علماء اہل السنت کے نزدیک خالص کفر ہے۔

(ازالۃ الریب، مصنفہ مولانا سرفراز خان صفدر، ملاحظہ فرمائیں)

(۲) پیر عزیز الرحمٰن صاحب اور ان کے مرشد علوی مالکی کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک ہر جگہ حاضر وناظر ہے۔

تنبیہ:۔ آپ ﷺ کے لئے حاضر وناظر کا عقیدہ رکھنا صریح کفر ہے۔

(آنکھوں کی ٹھنڈک، مصنفہ مولانا سرفراز خان صفدر، ملاحظہ فرمائیں)

(۳) پیر عزیز الرحمٰن صاحب اور ان کے مرشد کے نزدیک غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے۔ حالانکہ علماء اہل السنت کے نزدیک غیر اللہ کی قسم کھانا صریح شرک ہے۔

(ملاحظہ فرمائیں۔۔۔ اتمام البرہان)

نیز۔۔۔ پیر عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی اور ان کے مرشد کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کو زمین وآسمان کے سب خزانوں پر مالک ومختار بنایا گیا ہے۔ جبکہ علماء اہل السنت والجماعت کے نزدیک آپ ﷺ یا کسی اور ہستی کو مختار کل ماننا قرآن وسنت کے صریح خلاف ہے۔

(ملاحظہ فرمائیں دل کا سرور، مصنفہ مولانا سرفراز خان صفدر)

(۴) تمام علماء عرب نے پیر عزیز الرحمٰن صاحب کے مرشد علوی مالکی کو بدعتی اور اہل السنت سے خارج قرار دیا ہے اور پیر عزیز الرحمٰن صاحب چونکہ اپنے مرشد کے کفریہ و

شرکیہ نظریات کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ ان کو صحیح ثابت کرنے کے لئے مستقل رسالہ "اکابر کا مسلک ومشرب" بھی تحریر فرمایا ہے۔ لہٰذا پیر عزیز الرحمٰن صاحب بھی علماء عرب کے نزدیک اہل السنت سے خارج ہیں۔

(۵) پیر عزیز الرحمٰن صاحب نے علوی مالکی کی تائید کر کے اکابر علماء دیوبند پر بہتان عظیم لگایا اور جن بدعات کی ساری زندگی وہ پرزور تردید کرتے رہے، پیر ہزاروی صاحب نے وہ ساری بدعات اکابر کے ذمہ لگانے کی سازش کی۔

(۶) پیر عزیز الرحمٰن صاحب کا مرشد، احمد رضا خان بریلوی کا غالی عقیدت مند ہے اور اس نے بریلوی عقائد کی اشاعت کی۔ جبکہ پیر ہزاروی صاحب نے ان کی پرزور تائید کی ہے۔

(۷) پیر عزیز الرحمٰن صاحب کے مرشد نے اکابر علماء دیوبند کے لئے جاہل، غبی، کم فہم، بدفہم اور متعصب وغیرہ الفاظ بار بار ذکر کیے اور پیر ہزاروی نے اس کی تائید کی۔

(۸) پیر عزیز الرحمٰن صاحب اور ان کے مرشد نے اکابر علماء دیوبند کو بھی بریلوی ثابت کرنے کی سرتوڑ کوشش کی ہے۔

(۹) پیر عزیز الرحمٰن صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی بیعت توڑ کر علوی مالکی بریلوی کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے ہیں۔

(۱۰) شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب، پیر عزیز الرحمٰن صاحب کے مرشد علوی مالکی کو احمد رضا خان سے بڑا بدعتی قرار دیتے ہیں اور جو لوگ علوی مالکی کی تائید کرتے ہیں عبد الحفیظ مکی صاحب اور پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب وغیرہ کو بھی سب سے بڑا بدعتی اور اہل السنت سے خارج جتلاتے ہیں۔

﴿اہم انکشاف﴾

دار العلوم فاروقیہ کراچی (زیر اہتمام حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب) کے ایک عظیم مدرس وسکالر مولانا عزیز الرحمٰن صاحب عظیمی فرماتے ہیں:۔

پنجاب میں اس وقت الیاس گھمن نامی ایک خطیب بھی بڑے جوشیلے انداز میں چند ایک غیر معتبر مکتبی اختلافات چوراہوں اور بازاروں میں اچھال رہے ہیں۔ ہم اس قسم کے نزاعی مسائل میں کوئی سوچی سمجھی رائے نہیں رکھتے ہیں اور نہ اسے ضروری سمجھتے ہیں...... مگر یہ وقت اس قسم کے لایعنی مباحث ومسائل چھیڑنے کا نہیں ہے۔ ہمیں ایک معتبر ذریعے سے یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ مولانا کو جیل سے اس شرط پر رہائی ملی ہے کہ وہ دیوبندی مکتب فکر میں ان مدری اختلافات کو ہوا دینے کے ایجنڈے پر کام کریں گے۔ چنانچہ ان کی ساری توانائیاں اس کے لئے صرف ہو رہی ہیں اور ان کی اپنی مسلمانی اور دوسروں کی نامسلمانی کے دعوے داروں کا حال بقول اقبالؒ یوں ہے کہ

دل ہے مسلماں، میرا نہ تیرا تو بھی نمازی میں بھی نمازی
میں جانتا ہوں انجام اس کا جس معرکے میں ملا ہوں غازی

(روزنامہ اسلام بروز ہفتہ ۷ صفر ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۳ جنوری ۲۰۱۰)

پھر چند روز پہلے استاذ المناظرین، عمدۃ المدرسین شیخ التفسیر ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب مدظلہ العالی نے دار العلوم فاروقیہ کراچی ہی میں درجہ سابعہ میں دوران درس طلبہ کرام کے سامنے اسی حقیقت کو تفصیل کے ساتھ واضح فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں دارین میں اس حق گوئی کی بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے۔

پیر عزیز الرحمن صاحب اور عبد الحفیظ مکی صاحب کی سرپرستی میں غالیوں کا یہ مخصوص گروہ امت میں افتراق وانتشار اور اکابرین کی تفسیق وتکفیر میں مصروف عمل ہے، جو دراصل بریلویت کے ساتھ اتحاد اور اپنے مخصوص مفادات کے تحفظ میں دن رات اس کار بد میں مشغول ہے۔

جن کی چند خصوصیات ملاحظہ فرمائیں۔

اتحادی فرقہ کی چند خصوصیات

1۔ جہالت اور ضد اس گروہ کا خاصہ لازمہ ہے۔

اتحادی گروہ کے بانی محمد امین صاحب اکاڑوی صاحب کے متعلق ان کے بھائی صاحب فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ دو نو جوان علماء جو کہ حضرت مولانا عبدالحمید صاحب کے شاگرد بھی تھے۔ مولانا سے شکوہ کرنے لگے کہ حضرت ہم آپ کے شاگرد بھی ہیں اور ہم نے دورہ حدیث بھی فلاں مدرسہ سے کیا ہے اور امین نے کسی مدرسہ سے دورہ حدیث نہیں کیا آپ اسے ہم پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس پر آپ کی شفقت ہمارے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔ یہ باتیں سن کر مولانا خاموش رہے۔ جب انہوں نے پھر اپنی حق تلفی کا ذکر کیا اور اصرار کیا کہ آپ امین پر شفقت ومحبت ضائع نہ کریں، اس کے مستحق تو ہم ہیں۔ تو مولانا نے جواب دیا: ٹھیک ہے کہ امین نے تمہاری طرح کسی بڑے مدرسہ سے دورہ حدیث نہیں کیا۔ (تجلیات صفدر جلد ۱، ص: ۵۰)

نیز حضرت کے بھائی فرماتے ہیں:

میں بعض اوقات سوچتا کہ لوگ خواہ مخواہ بھائی امین صاحب کو اٹھائے پھرتے ہیں، حالانکہ وہ باضابطہ عالم بھی نہیں ہے، میں لوگوں کی عقل پر ماتم کرتا کہ انہیں کھرے کھوٹے اور اصلی اور نقلی عالم میں تمیز ہی نہیں۔ خواہ مخواہ بھائی صاحب کو آسمان پر چڑھایا ہوا ہے۔۔۔۔ الخ (تجلیات صفدر جلد ۱، ص: ۹۱)

اسی طرح اوکاڑوی صاحب کے ایک اور مداح

مفتی عبدالقدوس صاحب ابن مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی فرماتے ہیں:۔

حضرت اوکاڑوی ایک مرتبہ ساہیوال تشریف لائے اور حضرت والد صاحب قدس سرہٗ سے فرمایا کہ میں نے حیات النبی ﷺ کے موضوع پر منکرین حیات کے عمائدین سے مناظرے کیے ہیں اور مناظروں میں ان کو شکست فاش بھی دی، پھر اس

…وضوع سے متعلق کافی کتب وتحریرات کا بغور مطالعہ بھی کیا ہے، لیکن مجھے اب تک منقح طور پر واضح نہیں ہوا کہ ہمارے اور فریق مخالف کے مابین محل نزاع کیا ہے؟ اس پر حضرت نے ان کے سامنے ایک تقریر فرمائی، جس سے محل نزاع کی قدرے …ان ہوئی۔ مگر مولانا اوکاڑوی فرماتے تھے کہ مجھے پورے طور پر اطمینان نہیں ہوا اور …ں واپس چلا آیا...... الخ

(ماہنامہ الخیر اشاعت خاص، اوکاڑوی نمبر ص: ۴۳۸)

2۔ اتحادی گروہ کا دوسرا خاصہ جھوٹ ہے۔

جھوٹ کے بغیر اتحادی گاڑی ایک قدم بھی نہیں چل سکتی۔

جھوٹ نمبر 1۔ اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:۔

آپ ﷺ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی اور ساتھ گدھی بھی تھی۔ دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی۔

(تجلیات صفدر جلد ۵ ص: ۴۸۸)

مذکورہ عبارت میں ماسٹر صاحب نے اپنے ذوق کے مطابق "شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی" اپنی طرف سے بنا کر رحمت کائنات ﷺ پر جھوٹ داغ دیا ہے۔ اس طرح کے لفظ حدیث میں قطعاً نہیں۔

جھوٹ نمبر 2۔ حضرت امیر معاویہؓ کی بیٹیوں پر جھوٹ بولتے ہوئے اوکاڑوی صاحب ایک من گھڑت روایت کا سہارا لیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

حضرت عبداللہ ابن حنظلہ فرماتے ہیں (حضرت ابن حنظلہ پر سفید جھوٹ ہے۔ از راقم) خدا کی قسم ہم یزید کے خلاف اس وقت تک نہیں اٹھے یہاں تک کہ ہمیں خوف ہوا کہ اب نہ اٹھنے سے آسمان سے ہم پر پتھر نہ

برس پڑیں۔ یہ وہ آدمی ہے جو باپ کی ان لونڈیوں سے صحبت کرتا ہے، جن سے باپ کی اولاد پیدا ہوئی اور وہ بیٹیوں اور بہنوں سے بھی صحبت کرتا ہے۔ شراب پیتا ہے، نماز نہیں پڑھتا۔

(تجلیات صفدر جلد:۱ ص:۵۸۷)

نیز تجلیات صفدر جلد:۱ ص:۵۷۰ اور اوکاڑوی صاحب نے یہ بھی ہانک دیا کہ حضرت معاویہؓ کو جب علم ہوا تو حضرت معاویہؓ نے نرمی سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا ایسے کام نہ کرو جس سے مروت ختم ہو جائے، دشمن خوش ہوں، دوست برا سمجھیں۔ اور فرمایا کم از کم دن بھر ایسی باتوں سے صبر کیا کرو۔ اور جب رات آتی ہے تو رقیب کی آنکھ بند ہو جاتی ہے۔

قارئین کرام !!

خدارا انصاف فرمائیں کہ یزید کی بہنیں کون تھیں؟ کیا یہ حضرت امیر معاویہؓ کی بیٹیاں نہیں تھیں؟ حضرت امیر معاویہؓ کی بیٹیوں کا یہ کردار بیان کرنا اور پھر حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق یہ طوفان بدتمیزی کہ ان کو یہ سب حالات معلوم بھی تھے پھر بھی نرمی سے نصیحت کی اور کہا کہ دن میں صبر کرا ور رات کو۔۔۔۔۔

ایسی غلیظ ترین عبارت شاید خمینی کے لٹریچر میں بھی میسر نہ ہو سکے۔

جھوٹ نمبر3۔ مولانا حمزہ صاحب، اتحادی امیر، مولوی امیر احمد منور صاحب کے ایک سفید جھوٹ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ سن کر۔۔۔ احقر دم بخود رہ گیا۔ (امام اہلسنت نمبر ص:۲۸۱)

جھوٹ نمبر4 تا 7۔ مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب لکھتے ہیں:

احادیث متواترہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ قبر میں جسد کی طرف روح کو لوٹایا جاتا ہے۔

تبصرہ:۔

کسی ایک متواتر حدیث میں بھی روح کا قبر میں لوٹایا جانا قطعاً ثابت نہیں۔ اول مفتی صاحب نے احادیث متواترہ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اور جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے۔ تو مفتی صاحب نے تین جھوٹ ایک ہی سانس میں احادیث کے نام پر داغ دیے ہیں۔

جھوٹ نمبر8 تا 10۔ پیر قاضی زاہد الحسینی صاحب لکھتے ہیں:۔

علماء کرام نے کئی کتابیں لکھیں۔ جن میں سے مقام حیات (مؤلفہ جناب خالد محمود صاحب)، تسکین الصدور (مؤلفہ مولانا سرفراز خان صفدر)، عقیدہ المحدثین (مؤلفہ مولانا سید میرک شاہ صاحب)، بعد میں مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری ملتان نے ایک کتاب حیات الاموات لکھی۔ مگر ان کتابوں کی اشاعت پر وہ لوگ جو دبی زبان سے صرف حیات النبی کا انکار کرتے تھے۔ اب وہ صاف حساب قبر اور دوسرے برزخی عقائد کا انکار کرتے ہوئے احادیث کا انکار کرنے لگے۔ (رحمت کائنات ص:۳۴)

تبصرہ:۔

پیر صاحب موصوف نے اس عبارت میں تین جھوٹ اکٹھے ارشاد فرمائے ہیں:۔

نمبر1۔ اہل حق پر بہتان لگایا کہ وہ حیات النبی ﷺ کا انکار کرتے تھے۔ (لعنة الله علی الکاذبین)

نمبر2۔ اہل حق پر الزام لگایا کہ اب وہ صاف حساب قبر کا انکار کرتے ہیں۔

(لعنۃ اللہ علی الکاذبین)

نمبر 3۔ اہل حق پر اتہام لگایا کہ وہ دوسرے برزخی عقائد کا انکار کرتے ہوئے احادیث کا انکار کرتے ہیں۔ (فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین)

جھوٹ نمبر 11۔ قاضی زاہد الحسینی صاحب

حسب عادت اہل حق پر دانت پیستے ہوئے لکھتے ہیں:

ان کور بختوں کو سید دو عالم ﷺ کے روضہ اطہر پر حاضری سے کیا ایمانی اور روحانی فائدہ ہو سکے گا جو وہاں کی حاضری ہی کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

(رحمت کائنات ص:۳۷)

تبصرہ:۔

اللہ تعالیٰ جھوٹوں کا منہ کالا کرے اور ضد اور تعصب سے محفوظ رکھے۔ آپ دیکھیں کس قدر فکر آخرت سے عاری ہو کر قاضی صاحب موصوف نے یہ جھوٹ بھی داغ دیا کہ اشاعت التوحید والسنۃ والے آپ ﷺ کی قبر مبارک پر حاضری کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ اب قاضی صاحب کی ذریت پر لازم ہے کہ قاضی صاحب کے اس جھوٹ پر پردہ ڈالنے کے لیے کوئی ایک معتبر حوالہ پیش کرے۔

جھوٹ نمبر 12۔ قاضی زاہد الحسینی صاحب اپنا مزعومہ عقیدہ (ہر میت کی روح کا اس کے بدن میں ہونا اور اہل دنیا کا کلام سننا) کے انکار کرنے والوں پر رعب جماتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

”تقریباً آٹھ سو آیات کی تاویل فاسد کرنا ہوگی اور کئی احادیث کا انکار کرنا ہوگا، جن سے اسلام کا بنیادی عقیدہ "بعث بعد الموت" ثابت ہو رہا ہے۔“

تبصرہ:۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حماقت اور حسد سے محفوظ فرمائے۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ قاضی صاحب موصوف ایک طرف تو آٹھ سو آیات کا نام لے رہے ہیں۔ لیکن پانچ سو کے قریب صفحات پر مشتمل کتاب تو لکھ ڈالی اور ایک بھی ایسی آیت تحریر نہیں کی جس

اس قاضی صاحب کا مزعومہ عقیدہ (ہر میت کے لیے روح کا اعادہ اور سماع) کا اشارہ تک بھی ہو۔ اگر قاضی صاحب کے کسی حواری میں جرأت ہو تو صرف ایک آیت ایسی نقل کر دے جس میں اعادہ روح اور میت کے سماع کا ذکر ہو، ورنہ قاضی صاحب نے قرآن مقدس پر ایک ہی سانس میں آٹھ سو جھوٹ داغ دیے ہیں۔ (فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا) قاضی صاحب کی یہ تلبیس بھی قابل غور ہے کہ بعث بعد الموت" جس کا مطلب ہے قیامت کے دن زندہ ہونا" کو دفن کے فوراً بعد قبر میں فٹ کر دیا ہے۔

جھوٹ نمبر 13۔ حسینی صاحب موصوف لکھتے ہیں:۔

امت کو درود شریف پڑھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ تم جب میرے قریب پاس آ کر پڑھو گے تو میں خود سنوں گا اور اس کا جواب دوں گا اور دور سے پڑھو گے تو مجھے فوراً پہنچا دیا جائے گا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ جب آپ دنیا میں رونق افروز ہیں تو ہم جو قرب سے مشرف ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں، مگر وہ جو دور ہیں یا جب آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے جائیں گے تو پھر یہ مبارک اور ضروری ربط اور جوڑ کس طرح رہ سکے گا؟ آپ نے فرمایا: میرے روح کی طرح میرا بدن بھی سلامت رہے گا، تمہارا اصلوٰۃ وسلام براہ راست میرا روح سنے گا، بلکہ یہ مبارک کان بھی سنیں گے۔ اور جس طرح تم اس دنیا میں میرے جواب کا شرف حاصل کرتے ہو میرے اس دنیا سے بہترین زندگی کی طرف چلے جانے کے بعد بھی سلام کے جواب سے مشرف ہوتے رہو گے۔

(کتاب رحمت کائنات ص:۱۵)

تبصرہ:۔

حسینی صاحب موصوف نے بزرگی کے رنگ میں تلبیس کرتے ہوئے چند روایات کے ٹکڑے اس طرح جوڑ دیئے کہ پڑھنے والا یہ گمان کرے کہ یہ عبارت آپ کا ارشاد گرامی ہے، حالانکہ یہ آپ ﷺ کا ارشاد قطعاً نہیں۔ بالخصوص یہ جملہ کہ تمہارا اصلوٰۃ وسلام نہ صرف میرا روح سنے گا بلکہ یہ مبارک کان بھی سنیں گے۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر صریح جھوٹ ہے۔ یہ لفظ کسی حدیث میں قطعاً نہیں ہیں، بلکہ بزرگ روایت گھڑ کر (من کذب علی متعمداً..... الحدیث) کا مصداق ٹھہرے ہیں۔ محدثین کے نزدیک ایسا شخص جو آپ علیہ السلام پر جھوٹ بولے، پرلے درجے کا کذاب اور دجال ہوتا ہے۔ **نعوذ باللہ من شرورھم**

جھوٹ نمبر 14 تا 16۔

موصوف حسینی صاحب اشاعت التوحید والسنہ پر جھوٹ بولتے ہوئے فرماتے ہیں:

آج سے تقریباً 70 سال پہلے بعض ان لوگوں نے جو نور بصیرت سے محروم تھے اور عقیدت سے محروم تھے۔ اس مقدس اور بابرکت ربط کو توڑنے کی ناکام کوشش یوں کی کہ کبھی درود شریف کی فضیلت کا انکار کر دیا۔ اور ان صحیح متواتر روایات کو موضوع تک کہنے میں بھی باک نہ سمجھا۔ اور پہلے دبی زبان میں اور اب کھل کر یہ ہانکنا شروع کر دیا ہے کہ روضہ اطہر میں اگر جسد مبارک سلامت ہے بھی تو پھر قوت سماع اس میں موجود نہیں۔ (رحمت کائنات ص:۱۶)

تبصرہ:۔

حسینی صاحب نے اس عبارت میں تین جھوٹ ارشاد فرمائے ہیں۔

نمبر 1۔ اشاعت التوحید والے درود شریف کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں۔

لعنۃ اللہ علی الکاذبین

نمبر 2۔ دوسرا جھوٹ یہ بولا کہ اپنی وضع کردہ روایت کو روایات متواترہ کہہ دیا۔ ایک حدیث پر بھی جھوٹ بولنے والا ولی نہیں ہوتا بلکہ بدقسمت کذاب ہوتا ہے۔ جبکہ حسینی صاحب موصوف نے متواتر روایات کا لفظ بولا ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے۔ تو یہ تین جھوٹ ایک ہی سانس میں بولنے والا ولایت کے کس درجے پر فائز ہوگا؟

نمبر 3۔ حسینی صاحب موصوف نے تلبیس کرتے ہوئے لکھا ہے اگر جسد مبارک سلامت ہے، یعنی اشاعت التوحید والسنہ کے احباب کے ذمہ یہ الزام بھی لگانے کی

کوشش کی ہے کہ وہ حفظ اجساد انبیاءؑ کے بارے میں بھی شک کرتے ہیں۔

جھوٹ نمبر 17۔ پیر زاہد الحسینی صاحب لکھتے ہیں:۔

اس گنہگار امتی نے ان کے ارادے کو ان کی تقریر اور تحریر کی طرز سے جو سراپا گستاخی پر مبنی تھی، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بھانپ لیا۔ (رحمت کائنات ص:۱۶)

تبصرہ:۔

پیر صاحب نے اکابرین اشاعت التوحید والسنہ پر صریح جھوٹ بولتے ہوئے ان کی تقریر و تحریر کو سراپا گستاخی قرار دیا ہے۔ ذریت حسینی پر لازم ہے کہ وہ اکابرین اشاعت التوحید والسنہ پر یہ الزام ثابت کرے۔ اور یہ مسئلہ بھی ذہن میں رہے کہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہوتا ہے۔ تو جو علماء اکابرین اشاعت التوحید والسنہ والوں کو مسلمان سمجھتے رہے ہیں، اور اب بھی سمجھتے ہیں مریدین حسینی اپنے سمیت ان پر بھی کفر کی مشین فٹ کریں، یا اپنے پیر صاحب کو کذاب تسلیم کریں۔

جھوٹ نمبر 18۔ پروفیسر زاہد الحسینی صاحب لکھتے ہیں:۔

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رفیع جسے قرآن حکیم نے (وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ... البقرہ: ۲۵۳) اور اللہ تعالیٰ نے بعض (سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم) کے درجات بلند فرمائے ہیں۔ (وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا... النساء: ۱۱۳) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا فضل بہت بڑا ہے۔ (وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ... انشراح: ۴) اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔ اور خود سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے "وَاَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ" (اور میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں) وغیرہ ارشادات سے واضح فرمایا ہے، اس شان رفیع کو گھٹانے کی ناپاک جسارت کی گئی ہے۔ ایسی آیات کی تاویلات بعیدہ بلکہ تحریف معنوی تک کی گئی۔

(رحمت کائنات ص:۳۸)

تبصرہ:۔

ان آیات بالا کی تحریف کب اور کس نے کی؟ اور آپ کے فضائل ثابتہ کا انکار کس نے کیا۔۔؟ حسینی صاحب کے ذمہ لازم تھا کہ اس کا ثبوت پیش کرتے ۔لیکن ثبوت کہاں، حسینی صاحب تو توحید وسنت کی دشمنی کی وجہ سے عید میلاد کے جلوسوں کی سرپرستی، حیلہ اسقاط کی آمدنی، اور عقائد حقہ جیسی کتاب لکھ کر عناد میں اتنے دور نکل گئے کہ بات بات پر جھوٹ بولنے کو نیکی سمجھے بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ضد اور عناد سے محفوظ فرمائے۔(آمین)

جھوٹ نمبر 19۔ پروفیسر پیر زاہد الحسینی صاحب

اہل حق پر ایک اور جھوٹ بولتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''اسی طرح اس زمانے کے کافر اور آج کل کے منکرین حیات کہتے ہیں کہ قبر میں گل سڑ کر مٹی یا جل کر راکھ وغیرہ کس طرح زندہ ہو کر میدان حشر میں نکلے گا۔

لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْن (رحمت کائنات)

تبصرہ:۔

معلوم ہوتا ہے کہ حسینی صاحب ضد اور عناد میں ایمان کے ساتھ عقل سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ ذریت حسینی پر لازم ہے کہ حسینی صاحب کے اس جھوٹ کو ثابت کرنے کی کوشش کریں۔ اشاعت التوحید والوں میں سے میدان حشر میں زندہ ہو کر نکلنے کا کس نے انکار کیا ہے؟ اشاعت التوحید والے تو کہتے ہی یہی ہیں کہ موت کے بعد روح قیامت کے دن بدن میں واپس کی جائے گی اور یہی جسم زندہ ہو کر نکل کھڑا ہوگا ۔یہ کس درجے کا عناد اور ظلم ہے کہ ایسے صریح جھوٹ لکھ کر کتاب کے ٹائٹل پر لکھ دیا جاتا ہے ''مقبول بارگاہ نبوی''۔۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِالله

جھوٹ نمبر 20 تا 32۔

بزرگ زاہد الحسینی صاحب لکھتے ہیں:۔

یہ عقیدہ حیات النبی ﷺ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔۔ ہر دور اور قرن

میں علماء کرام نے اس عقیدہ اور شرف زیارت نبوی اور عظمت مدینہ منورہ پر کئی کتابیں لکھی ہیں۔ایک فہرست درج کی جاتی ہے۔

پہلی صدی:

حضرت انس بن مالکؓ، اوس بن اوسؓ، ابو مسعودؓ انصاری، ابو امامہؓ، عبداللہ ابن عباسؓ وغیرہ صحابہ کرام ہیں۔

دوسری صدی:

ثابت بنانی، ابو الملیح، سعید بن مسیب، امام دار الہجرۃ امام مالک۔

تیسری صدی:

امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، بقی بن مخلد، امام ابو حنیفہؒ۔۔۔الخ

(رحمت کائنات)

تبصرہ:۔

بخوف طوالت ہم نے بقیہ فہرست چھوڑ دی ہے۔تیسری صدی تک مندرجہ ذیل شخصیات کے ذمہ حسینی صاحب نے اپنے مخصوص عقیدہ "حیات دنیویہ" کے اثبات پر تصنیف کتب کا جھوٹ داغہ ہے۔

(۱) حضرت انس بن مالکؓ (۲) اوس بن اوس (۳) ابو مسعودؓ انصاری (۴) ابو امامہ (۵) عبداللہ ابن عباس (۶) ثابت بنانی (۷) ابو الملیح (۸) سعید بن مسیب (۹) امام دار الہجرۃ امام مالک (۱۰) امام شافعی (۱۱) امام احمد بن حنبل (۱۲) بقی بن مخلد (۱۳) امام ابو حنیفہ۔

ذریت حسینی پر لازم ہے کہ ان تیرہ بزرگوں کی ایسی کتابیں جو حیات النبی ﷺ پر لکھی گئی ہوں اور وہ بھی پروفیسر زاہد الحسینی صاحب کے عقیدے کے مطابق حیات دنیویہ حقیقیہ کے اثبات پر لکھی گئی ہوں۔ ان کے صرف نام ہی دریافت کر کے بتا دیں۔ ورنہ حسینی صاحب کے ان تیرہ بزرگوں پر ایک ہی سانس میں تیرہ جھوٹ تسلیم کر کے تمغہ کذاب سے نوازیں۔

جھوٹ نمبر 33۔

کتاب ''آب حیات'' پر تبصرہ کرتے ہوئے بزرگ حسینی صاحب لکھتے ہیں:۔

ہمارے حضرات بڑے زور شور سے اس (حیات جسمانی برزخی) پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارے میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔ رسالہ ''آب حیات'' نہایت مبسوط رسالہ ہے۔ جو خاص اسی مسئلہ کے لیے لکھا گیا ہے۔

(رحمت کائنات)

تبصرہ:۔

حسینی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ آب حیات میں (حیات جسمانی برزخی) کو ثابت نہیں کیا گیا۔ بلکہ برزخی کی نفی فرما کر حیات دنیوی علی الاتصال کو ثابت کیا گیا ہے، جس کے آپ حضرات بھی منکر ہیں۔ عنقریب انشاء اللہ آ جائے گا۔

جھوٹ نمبر 34۔ مولوی مہر محمد بن حافظ جی میانوالوی لکھتے ہیں:۔

بخاری کی روایت ہے کہ جب میت کو قبرستان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ تو نیک روح واپس آ کر کہتی ہے مجھے جلدی لے چلو، جلدی لے چلو۔ اور بری کہتی ہے ہائے مجھے کہاں اور کیوں لے جا رہے ہو۔ جب علیین و سجین میں اپنا مقام اور انجام دیکھ آئی ہیں۔ تو وہاں ہی رہتیں اپنے بندے کے پاس واپس کیوں آ گئی ہیں۔

(مقدمہ یادگار خطبات)

تبصرہ:۔

بخاری شریف میں یہ روایت قطعاً نہیں۔ کہ روحیں واپس آ کر کہتی ہیں جلدی لے چلو، یا کہاں لے چلے جا رہے ہو۔ یہ مہر محمد صاحب کا بخاری شریف اور حدیث کے نام پر صریح جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر 35۔ ماسٹر اکاڑوی صاحب اشاعت التوحید والسنہ پر جھوٹ بولتے ہوئے کہتے ہیں:۔

وہ تو کہتے ہیں یہ قبر نہیں۔ تو میں انہیں اتنا کہتا ہوں، یا اللہ! ان کو یہ قبر نصیب

نہ کرنا جو کہ یہ قبر مانتے نہیں، ان کو یہ قبر نصیب نہ کرنا۔ اب قرآن نے اس قبر کو قبر کہا ہے یا نہیں کہا۔۔۔۔

(یادگار خطبات)

تبصرہ:۔

اشاعت التوحید والوں پر اکاڑوی صاحب کا یہ سفید جھوٹ ہے۔ جو انہوں نے منبر پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا ہے۔ اشاعت والوں میں سے کوئی بھی نہیں کہتا کہ یہ قبر، قبر ہی نہیں۔ البتہ علماء دیوبند نے قبر کے دو مفہوم بیان کیے ہیں۔ اشاعت التوحید والے دونوں کو مانتے ہیں اور اس قبر کو مقر المیت کہتے ہیں۔ جب کہ اکاڑوی صاحب اور ان کی پارٹی اس قبر کو مقر الحی بنانے کے چکر میں ہر جگہ پر جھوٹ بول رہی ہے کہ جی! وہ اس قبر کو قبر ہی نہیں مانتے۔ لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡكَاذِبِيۡنَ

جھوٹ نمبر 36۔

اکاڑوی صاحب فرماتے ہیں:۔

اب دیکھئے۔ پھر کیا کہتے ہیں کہ اس میں تو شہیدوں کی زندگی کا ذکر ہے، نبی کی زندگی کا تو ذکر نہیں۔ کہتے ہیں یا نہیں کہتے؟ نبی کا لفظ دکھاؤ۔

(یادگار خطبات)

تبصرہ:۔

یہ بھی اکاڑوی صاحب نے صریح جھوٹ بولا ہے۔ حالانکہ اشاعت التوحید والے کہتے ہیں: شہداء کے لیے جس قسم کی حیات عبارت النص سے ثابت ہے۔ حضرات انبیاء کرام کے لیے اسی قسم کی حیات دلالت النص سے ثابت ہے۔ دیکھیں ندائے حق، المسلک المنصور، حاشیہ بدر منیر وغیرہ۔ اکاڑوی صاحب کے اکثر ارشادات اسی طرح کے اکاذیب پر مبنی ہیں اور غالباً یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی جہالت کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ ''ما بہ النزاع'' یعنی اہل حق کے ساتھ اصل اختلاف ہے کیا؟ اکاڑوی صاحب کو معلوم نہیں ہو سکا' جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اس لیے اکاڑوی صاحب کی اکثر باتیں اندھے کی لاٹھی کی طرح ہوتی ہیں۔

جھوٹ نمبر 37۔

اکاڑوی صاحب ،حدیث کے نام پر جھوٹ بولتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

(الانبیاء احیاء فی قبورھم) یہ حدیث متواترات میں سے ہے۔

(یادگار خطبات ص:۳۰۷)

تبصرہ:۔

اکاڑوی صاحب کا کوئی حامی حدیث متواتر کی تعریف فرما کر اس حدیث پر منطبق کبھی بھی نہیں کر سکتا۔ یہ اکاڑوی صاحب کی ہمت ہے کہ حدیث کے ساتھ علم حدیث پر بھی جھوت بولنے سے نہیں شرماتے۔ اور جھوٹ بھی ایسے بولتے ہیں ،کہ اکاڑوی صاحب کے بڑے بھی ان کی تکذیب کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اسی یادگار خطبات میں ڈاکٹر خالد محمود صاحب اسی روایت کو خبر واحد قرار دے رہے ہیں۔ لیکن محدث اکاڑوی کا کمال ہے کہ خبر واحد اور وہ بھی جس کو بعض محدثین نے منکر تک کہا"متواتر کہنے سے باز نہیں آتے۔

جھوٹ نمبر 38۔ ایک بزرگ مسئلہ حیات کی بنیاد پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

یہ عقیدہ پیدا ہوا ہے، ہمارے بریلوی حضرات کے تشدد کی وجہ سے۔ یہ عقیدہ کسی علم وعقل کی دلیل سے ثابت نہیں۔ بریلویوں نے کہا کہ نبی کو موت ہی نہیں آئی، وہ کہتے ہیں کہ موت آئی نہیں۔

(یادگار خطبات ص:۲۳۵)

تبصرہ:۔

یہ بھی کذب بیانی ہے ،کسی بریلوی نے موت کا انکار نہیں کیا۔ دیکھیں ملفوظات احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ، جلاءُ الصدور وغیرہ۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ بریلوی بھی انہی غالیوں کی طرح ایک آن کے لیے موت مانتے ہیں۔ اور پھر حیات دنیوی حقیقی ،جس کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

جھوٹ نمبر 39 تا 41۔

حضرت نانوتوی ؒ پر لرزہ خیز جھوٹ:

ایک بزرگ فرماتے ہیں:۔

حضرت نانوتوی نے کیا خوب کہا۔ میرے دوستو۔۔ ایک بات مولانا قاسم نانوتوی نے بڑی عجیب کہی ہے۔ اس میں حضرت نانوتوی کا بعض لوگوں نے کہا کہ تفرد ہے۔۔ کہ یہ ان اکیلے کی بات ہے۔ اور کسی نے کہا کہ نہیں۔۔۔ آب حیات حضرت نانوتوی کی کتاب ہے۔ اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ اللہ نے پیغمبر کی روح کو جب جسم سے قبض کیا ،تو کہاں رکھی؟ رب نے اپنے نبی ﷺ کی روح کو جب جسم سے قبض کیا ہے تو اس روح کو اس جسم کے ساتھ اچھی جگہ پر رکھی جائے۔۔ کیونکہ اعلیٰ علیین کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام ہے۔۔۔ میرے جسم سے روح نکلے تو اعلیٰ علیین مجھ سے کبھی اعلیٰ ہے۔۔ اس وجہ سے میری روح وہاں چلی جائے۔۔ تمہاری روح وہاں چلی جائے۔۔ لیکن جب نبی ﷺ کے جسم سے روح کو قبض کیا گیا ہے۔۔ تو نبی ﷺ کے جسم سے اعلیٰ تو کائنات میں کوئی چیز ہے ہی نہیں۔۔ نہ عرش پر نہ فرش پر۔۔ اس وجہ سے حضرت نانوتوی فرماتے ہیں۔۔ کہ حضور ﷺ کی روح کو جب قبض کی گیا۔ تو رب نے اس روح کو پوری کائنات میں دیکھا۔۔ کہ میں کہاں رکھوں۔۔ کوئی جگہ نہ ملی تو روح کو نبی ﷺ کے جسم میں رکھ دیا۔ کیوں؟ نبی ﷺ کے جسم سے بہتر کوئی جگہ نہیں۔ روح تو اس جگہ سے اعلیٰ پر ہونی چاہیے۔ ٹھیک ہے؟ اعلیٰ جگہ تو نبی ﷺ کے جسم کے علاوہ کوئی نہیں۔ اس لئے رب نے اس روح کو دوبارہ محمد ﷺ کے جسم میں لوٹا دیا۔۔ تاکہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ اس جسم سے بہتر کائنات میں کوئی چیز نہیں۔ یہ جسم ہی اس لائق ہے کہ اس جسم میں نبی کی روح ہو۔ (یادگار خطبات)

تبصرہ:۔

اس عبارت میں تین جھوٹ ہیں۔

(۱) حضرت نانوتوی ؒ پر صریح جھوٹ کہ انہوں نے آب حیات میں یہ بات لکھی

ہے۔ آب حیات میں یہ تقریر قطعاً موجود نہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ پر بھی جھوٹ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی جگہ نہیں ملی اس لیے روح مبارک کو بدن میں واپس کر دیا۔

(۳) آپ ﷺ کی روح مبارک کو دوبارہ آپ ﷺ کے جسم میں رکھ دیا۔ یہ آپ ﷺ پر واضح جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر 42۔ یہی علامہ صاحب فرماتے ہیں:۔

ایک بات یاد رکھیے۔ حضور ﷺ کی ایک حدیث ہے اور یہ حدیث مسلم شریف میں ہے۔ مسلم شریف، بخاری شریف کے بعد دوسرے نمبر کی کتاب ہے۔ جو حدیث میں پڑھ رہا ہوں۔ اس حدیث کے ساتھ میں چیلنج بھی کر رہا ہوں۔ کہ اس حدیث کو دنیا کی کوئی طاقت ضعیف ثابت کرے۔ کوئی ایک راوی ضعیف ثابت کرے۔ اس جلسہ میں سے یہ میری تقریر ریکارڈ ہو رہی ہے۔ اسے لے جاؤ ان کے پاس، کہو کہ یہ حدیث جو فاروقی صاحب نے بیان کی ہے۔ اس کو چیلنج کر کے گئے ہیں۔۔۔۔ اس حدیث کا رتبہ وہ ہے جیسے قرآن کی آیت کا حکم نص قطعی ہے۔ اس طرح حدیث کا حکم نص قطعی ہے۔۔ حدیث کیا ہے؟ (الانبیاء احیآء فی قبورھم یصلّون، اور فرماتے ہیں۔۔ وفی روایۃ یحجون۔ (یادگار خطبات ص:۲۵۲ طبع اول)

تبصرہ:۔ علامہ صاحب نے (الانبیآء احیآء فی قبورھم یصلّون) کے بارے میں دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث مسلم میں ہے۔ حالانکہ مسلم تو کجا، یہ حدیث صحاح ستہ میں بھی نہیں ہے۔ راقم التحریر نے المسلک المنصور میں چیلنج کیا تھا کہ کوئی جیالہ یہ حدیث مسلم شریف سے نکال دکھائے۔ لیکن کسی میں آج تک جرأت نہیں ہوئی۔ اب شنید ہے کہ انہوں نے یادگار خطبات کے دوسرے ایڈیشن میں تقریر کا یہ حصہ بھی اڑا دیا ہے۔ گویا اپنے اس جھوٹ پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو ہدایت نصیب فرمائے کہ اسی طرح اپنے تمام جھوٹوں کو جھوٹ اور گناہ سمجھ کر توبہ کا اعلان کرتے جائیں۔

جھوٹ نمبر 43۔ پیر زاہد الحسینی صاحب اپنے مزعومہ عقیدہ (اعادہ روح وسماع میت) کے انکار کے نقصانات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

پہلا اور سب سے بڑا نقصان تو یہ ہے کہ قرآن عزیز کی تقریباً ساڑھے سات سو ان آیات کا انکار ہوگا۔ جن میں موت کے بعد زندگی، حساب کتاب۔۔۔ الخ

(رحمت کائنات ص:۴۸۰)

تبصرہ:۔

پیر صاحب کے عقیدہ (ہر میت کے لئے اعادہ روح وسماع) پر ایک آیت بھی قرآن عزیز میں موجود نہیں۔ سات سو پچاس آیتوں کا حوالہ دینا کتاب اللہ پر سات سو پچاس جھوٹ بولنا ہے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ پیر صاحب نے پہلے آٹھ سو آیات کا دعویٰ کیا، اور اب ساڑھے سات سو۔ گویا پچاس آیات کے دعویٰ سے دستبردار ہو کر قرآن کریم پر پچاس جھوٹ بولنے کا خود اقرار کر لیا ہے۔

جھوٹ نمبر 44۔ پیر زاہد الحسینی صاحب نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ قرآن عزیز نے اس زندگی کے منکروں کو کافر کہا ہے۔ (رحمت کائنات ص:۴۸۰)

تبصرہ:۔

پیر صاحب نے یہ بھی قرآن عزیز پر صریح جھوٹ بولا ہے۔ قرآن کریم کی کسی آیت میں حیات قبر اور سماع میت کے انکار کرنے والے کو کافر قطعاً نہیں کہا گیا۔

{پیر صاحب کا وحشیانہ حملہ}

یوں تو اتحادی گروہ، مرشد الموحدین حضرت مولانا حسین علیؒ اور شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ وغیرہم اکابر پر تقیہ کے رنگ میں تبرا کرتا ہی رہتا ہے۔ لیکن لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے حسب موقع منافقانہ طور پر ان شیوخ کی تعریفیں بھی کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اس مقام پر پیر زاہد الحسینی صاحب نے تقیہ کے رنگ میں حضرت مولانا حسین علیؒ اور شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ پر جس

طرح وحشیانہ حملہ کیا ہے، شاید ایرانی لٹریچر بھی اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہو۔

پیر حسینی صاحب ''ضروری گزارش'' کا عنوان قائم کر کے قرآن کریم پر جھوٹ بولتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

اس لئے ایسی کتابیں پڑھنے سے منع فرمایا۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے ایک ایسی ہی کتاب اپنے کتب خانہ میں رکھنے کی اجازت نہ دی بلکہ وہ جلا دی گئی تھی۔ آپ کے خلیفہ اعظم مولانا خیر محمد جالندھری نے ایسی کتابیں پڑھنے سے منع فرمایا۔ اسی طرح ایسے بے ادبوں کی تقاریر سننے سے بھی منع فرمایا کہ ان کی گفتار سے بے ادبی اور گستاخی کا علم ہو سکتا ہے۔ قرآن عزیز نے ایسے لوگوں کی نشانی بتلاتے ہوئے فرمایا۔ (وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ) اور تو ان کو ضرور پہچان لے گا بات کرنے کے ڈھب سے، اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمہارے عملوں کو۔ یعنی جب وہ بے ادب بات کرتے ہیں تو اس سے بے ادبی ظاہر ہوتی ہے۔۔ اس لئے گزارش ہے کہ نہ ایسے بے ادبوں کی کتابیں پڑھیں اور نہ ہی ان کی تقاریر سنیں، ورنہ ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ (رحمت کائنات ص:۵۰۷)

تبصرہ:۔

پیر صاحب کی اس تحریر سے ایک خالی الذہن آدمی سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آخر وہ کون سی کتابیں ہیں کہ جن کے پڑھنے سے سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔۔ حضرت تھانویؒ نے اپنے کتب خانے میں رکھنے کی اجازت نہیں دی۔ اور وہ کون بے ادب اور گستاخ ہے کہ جن کی تقریریں سننے سے گمراہی کا خطرہ ہے۔ اور کون ایسا بدبخت ہے جو منافقین کے بارے میں اترنے والی آیات کا مصداق ہے۔

ہائے افسوس! میں کن لفظوں میں اس سربستہ راز کو بے نقاب کروں کہ حسینی صاحب کی مراد ایسی کتابوں سے بلغۃ الحیران، اور ایسے آدمی سے مرشد الموحدین مولانا حسین علی صاحب الوانیؒ اور شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ ہیں۔

جن کے بارے میں مخبوط الحواس حسینی صاحب اپنی کتاب " رحمت کائنات

۱۹۹" پر یوں تذکرہ فرماتے ہیں:۔

''جیسا کہ استاذ العلماء مفسر القرآن حضرت مولانا حسین علیؒ صاحب قدس ... نے فرمایا''۔ مقدمہ ''بلغۃ الحیران ص:۸''

سبحان اللہ! ذرا اولیاء اللہ کی دشمنی کا انجام تو دیکھئے کہ حسینی صاحب موصوف ... طرف تو ''بلغۃ الحیران'' کتاب کو بے ادبی اور گستاخی پر مبنی کتابوں میں شامل ... ہیں۔ اور سورۃ الحجرات کے حوالے سے یہاں تک لکھتے ہیں کہ ایسی کتابیں ... سے منع فرمایا اور پھر بلغۃ الحیران کے جلانے کی رام کہانی بیان کرتے ہیں۔ اور ... کو گستاخ اور بے ادب قرار دے کر ایسی آیات جو منافقین کے رد میں نازل ... کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔ اور دوسری طرف ''استاذ العلماء مفسر القرآن حضرت ... سین علیؒ صاحب قدس سرہٗ'' لکھ کر خود گستاخ، بے ادب اور ملت اسلام سے ... ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ گستاخ رسول کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہوتا ہے۔

فائدہ:۔

اگر کسی کو وہم ہو کہ شاید موصوف حسینی صاحب نے کسی اور کتاب کا تذکرہ کیا ... ''امداد الفتاویٰ جلد ۶ ص:۱۱۹'' ملاحظہ فرما لے۔

جھوٹ نمبر 45۔ مولوی نور محمد ترنذی لکھتے ہیں:۔

خلاصہ یہ کہ تمام صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، آئمہ مجتہدین، فقہاء، ... ین، محدثین، اور تمام علماء امت ۔۔۔ انبیاء کرامؑ کے سماع پر متفق اور متحد ہیں۔ اور ... کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ (قبر کی زندگی ص:۳۵۰)

تبصرہ:۔

مولوی نور محمد صاحب نے فکر آخرت سے بے نیاز ہو کر ایسا بھاری جھوٹ داغا ... اس کی نظیر فرقہ دہریہ میں بھی ملنا ممکن نہیں۔ ہم تمام اہل اتحاد کو چیلنج کرتے ہیں کہ ... ایک صحابیؓ ایسا پیش فرمائیں۔ جو تصریح فرماتا ہو کہ انبیاء کرامؑ کے سماع پر اجماع ... حضرات انبیاء کرامؑ کی وفات کے بعد ان کا سماع ثابت ہے۔ ورنہ یہ ایک لاکھ

کئی ہزار اصحاب رسول ﷺ پر جھوٹ ہوگا۔ تو ایک لاکھ کئی ہزار جھوٹ بنتے ہیں۔

☆ اگر صحابیؓ کا قول نہیں مل سکتا، تو کسی ایک تابعی، تبع تابعی، یا آئمہ اربعہ میں سے ایک امام کا ایسا قول بسند صحیح پیش کریں۔ جس نے یہ فرمایا ہو کہ انبیاء کرامؑ کا سماع اجماعی ہے۔ یا تمام حضرات انبیاء کرامؑ وفات کے بعد اہل دنیا کے کلام سنتے ہیں۔ اگر ان حضرات میں سے بھی کسی کا قول نہ مل سکے اور یقیناً نہیں مل سکتا، تو مولوی صاحب نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ یہی عقیدہ کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ اس لیے ہم مولوی صاحب اور ان کے حواریوں کو برملا چیلنج کرتے ہیں کہ صرف ایک ایسی آیت کی نشاندہی فرمائیں، جس میں تصریح ہو کہ حضرات انبیاء کرامؑ بعد از وفات اہل دنیا کا کلام سنتے ہیں۔ اگر قرآن سے نہ پیش کر سکیں، تو یہ قرآن پر بھی واضح جھوٹ ہوگا۔ تو پھر ایک ایسی حدیث پیش فرمائیں، جس میں صراحت ہو کہ انبیاء کرامؑ بعد از وفات اہل دنیا کا کلام سنتے ہیں۔ ہم پورے وثوق اور یقین سے کہتے ہیں کہ سارے ''اہل اتحاد'' اگلے پچھلے جمع ہو کر نہ تو ایسی کوئی آیت دکھا سکتے ہیں۔ نہ حدیث، نہ صحابی، تابعی، تبع تابعی، اور آئمہ اربعہ میں سے کسی کا فرمان پیش کر سکتے ہیں۔ مولوی نور محمد ابھی تک زندہ ہے اور مولوی نور محمد کی اس کتاب پر مندرجہ ذیل ''اہل اتحاد'' کی تصدیقات ہیں۔

(۱) علامہ امیر محمد تونسوی (۲) پیر شفیق الرحمٰن درخواستی (۳) مولانا منظور احمد نعمانی (۴) مولوی عبد الغنی طارق (۵) مفتی عبد الستار خان پور (۶) حبیب الرحمٰن درخواستی (۷) ماسٹر امین اوکاڑوی۔ ہمارا یہ چیلنج مولوی نور محمد سمیت ان کے ان مصدقین کو ہے، اگر ان میں ہمت ہے تو ہمارے چیلنج کو قبول فرمائیں۔ ان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار۔۔ اگر ذہن کی قوت فیصلہ کسی غیر کی مٹھی میں نہیں تو اہل اتحاد کے اس اجتماعی جھوٹ کو ملاحظہ فرما کر انصاف کیجئے کہ یہ لوگ کس طرح جھوٹ بول بول کر لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جھوٹ نمبر 46۔

مولوی نور محمد ترنڈی صاحب ''المہند'' پر جھوٹ بولتے ہوئے لکھتا ہے:

''المہند علی المفند'' یعنی عقائد علماء دیوبند میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے حضور اکرم ﷺ کی حیات بتعلق روح مع الجسد العنصری اور سماع النبی ﷺ کو تسلیم کیا۔ اور اس پر چوبیس علماء دیوبند بلکہ مشائخ دیوبند نے تصدیق و اتفاق فرمائے ہیں۔ (قبر کی زندگی ص:۶۴۸)

تبصرہ:۔

یہ بھی مولوی نور محمد صاحب کا المہند اور چوبیس علماء پر صریح جھوٹ ہے۔ المہند میں سماع النبی ﷺ کا مسئلہ موجود ہی نہیں۔ اگر مولوی نور محمد اور اس کے مصدقین میں سے کسی میں ہمت ہو تو المہند سے یہ مسئلہ نکال دکھائے۔

جھوٹ نمبر 47۔ مولوی نور محمد لکھتا ہے:

کوئی صحابی رسول ﷺ سیدہ عائشہؓ کا ہم خیال نہیں ہوا۔

(قبر کی زندگی ص:۳۵۱)

تبصرہ:۔

یہ بھی مولوی صاحب کا صریح جھوٹ ہے کسی ایک صحابیؓ نے بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا اور اختلاف کرتے ہی کیوں؟ حضرت سیدہؓ نے اپنی دلیل کتاب اللہ سے پیش کی۔ اگر ترنڈی صاحب میں ہمت ہو تو کسی ایک صحابیؓ کا باسند حوالہ پیش کیجئے جس میں ام المومنینؓ کے استدلال پر اعتراض کیا ہو۔ اگر ایسا حوالہ پیش نہیں کر سکتے اور یقیناً نہیں کر سکتے تو یہ ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرامؓ پر صریح جھوٹ ہوگا۔۔۔؟

جھوٹ نمبر 48۔

اتحادی پیر و مرشد اللہ یار خان چکڑالوی موج میں آ کر لکھتے ہیں:۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ سماع صلوٰۃ و سلام عند قبر النبی ﷺ کے قائل ہیں حضرت صدیق اکبرؓ کے اس عقیدہ کے مطابق یہ حقیقت ذہن میں رہے کہ آپؓ نے یہ عقیدہ اپنے اجتہاد سے یا ذاتی رائے سے نہیں اپنایا تھا بلکہ حضور اکرم ﷺ کے

ارشاد سن کر سماع موتیٰ کے قائل ہوئے تھے اور صرف صدیق اکبرؓ ہی قائل نہیں ہوئے تھے آپؓ کے بعد تمام علماء امت اس کے قائل رہے۔

(سیف اویسیہ ص:۳۰،۳۱)

تبصرہ:۔

اللہ تعالیٰ جھوٹے کا منہ کالا کرے۔ چکڑالوی صاحب نے حضرت صدیق اکبرؓ پر سماع عند قبر النبی ﷺ، سماع موتیٰ کے قائل ہونے پر سفید جھوٹ داغا ہے۔ اگر اتحادی پارٹی میں ہمت ہو تو حضرت صدیق اکبرؓ سے صرف ایک باسند صحیح قول پیش کر دے، جس میں انہوں نے سماع عند قبر النبی ﷺ، سماع موتیٰ کی تصریح فرمائی ہو۔ لیکن یاد رہے!! قیامت تک کوئی اتحادی ایسا ایک قول بھی پیش نہیں کر سکتا، اسی طرح چکڑالوی موصوف نے تمام علماء امت پر بھی جھوٹ بولا ہے، تفصیل آ رہی ہے۔

جھوٹ نمبر 49:۔

اللہ یار خان چکڑالوی حضرت شیخ القرآنؒ پر جھوٹ بولتے ہوئے لکھتے ہیں:

عذاب وثواب نہ بدن کو ہوتا ہے نہ روح کو (جواہر القرآن، غلام اللہ خان) سوال یہ ہے کہ پھر کس کو ہوتا ہے؟ جواب یہ ہوا کہ پھر کسی کو نہیں ہوتا، یہ عقیدہ کفار کا ہے اور قرآن کی بیسیوں آیات کا انکار صرف اس عقیدہ سے ہوتا ہے۔ مگر ستم ظریفی کی انتہاء ہے کہ منکر قرآن بھی شیخ القرآن ہوتے ہیں۔

تبصرہ:۔

چکڑالوی صاحب کی دریدہ دہنی ملاحظہ فرمائیں۔ کس قدر خوف خدا سے بے نیاز ہو کر حضرت شیخ القرآنؒ پر جھوٹ بول رہے ہیں۔ حضرت شیخ القرآنؒ نے کہیں نہیں فرمایا کہ عذاب وثواب نہ روح کو ہوتا ہے اور نہ جسم کو۔ مگر ستم ظریفی کہ تمام امت پر جھوٹ بولنے والا اور اولیاء اللہ کی توہین کرنے والا چکڑالوی کذاب بھی اتحادیوں کا پیر ومرشد اور رندِ اعظم ہے۔

جھوٹ نمبر 50:۔

اللہ یار خان چکڑالوی

سیدہ کائنات ام المومنین سیدہ عائشہؓ پر جھوٹ بولتے ہوئے لکھتا ہے:۔

آپؓ کا عقیدہ تھا کہ اہل برزخ کے لئے مٹی بمنزلہ شیشہ کے ہے، جس طرح شیشے سے نظر پار چلی جاتی ہے اسی طرح مٹی سے بھی پار چلی جاتی ہے۔

(حیات برزخیہ ص:۱۱۷)

تبصرہ:۔

لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔

چکڑالوی موصوف نے حضرت سیدہ طاہرہؓ پر بھی صریح جھوٹ بولا ہے۔ حضرت سیدہ طاہرہؓ نے کسی مقام پر ایسی بات کبھی نہیں فرمائی۔ البتہ سیدہ طاہرہؓ نے قرآن کریم کی آیات بینات پڑھ پڑھ کر یہ مسئلہ واضح کر دیا کہ موت کے بعد کوئی بھی اہل دنیا کا کلام نہیں سن سکتا۔

جھوٹ نمبر 51:۔

اللہ یار خان چکڑالوی افتراء علی اللہ کا ارتکاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

قرآن حکیم میں تیس آیات موجود ہیں، جو صاف دلالت کرتی ہیں کہ برزخ والوں کو دنیا کا علم ہوتا ہے۔ (حیات برزخیہ، ص:۲۵۸)

تبصرہ:۔

اتحادی پیر چکڑالوی کذاب نے قرآن کریم کی تیس آیات پر صریح جھوٹ بولا ہے، کسی ایک آیت میں بھی یہ بات مذکور نہیں کہ برزخ والے دنیا والوں کا کلام سنتے ہوں یا ان کے حالات کو جانتے ہوں۔ اگر اتحادی گروہ میں جرأت ہو تو صرف ایک آیت کی نشاندہی کریں جس میں میت کا اہل دنیا کے کلام کا سننا اور حالات کا جاننا موجود ہو ورنہ اپنے پیر ومرشد کے ارتداد کا اقرار فرمائیں۔

اتحادی تلبیس

تمام اتحادی تلبیس کے لاعلاج مریض ہیں۔
جس کے چند نمونے ذکر کئے جاتے ہیں۔

☆ پیر زاہد الحسینی صاحب "حیات اخروی قرآن و حدیث کی روشنی میں" کا عنوان قائم کر کے سورۃ آل عمران آیت نمبر ۹-۸، سورۃ الحج آیت نمبر ۵-۷-۶-۷، سورۃ حم سجدہ آیت نمبر ۳۹، سورۃ زخرف آیت نمبر ۱۱، سورۃ اعراف آیت نمبر ۲۵، سورۃ ق آیت نمبر ۱ تا ۴، ذکر کرنے کے بعد فائدہ میں لکھتے ہیں:۔

اگر چہ ان آیات کا تعلق قیامت کے دن کے ساتھ ہے مگر ان سے حیات قبر بھی ثابت ہو رہی ہے۔ کیونکہ جس بدن کا قیامت کے دن اسی شکل و شباہت اور اسی آن بان کے ساتھ اٹھائے جانے کا ذکر قرآن عزیز نے فرمایا۔ جبکہ ہزار ہا سال گزر جائیں گے تو موت کے فوراً بعد اس بدن کا زندہ ہو جانا اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیوں ناممکن ہے۔

تبصرہ:۔

پیر صاحب کی تلبیس ملاحظہ فرمائیں۔ جب ان آیات میں قیامت کے دن زندہ کرنے کا حکم الٰہی موجود ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے اس صریح حکم کا انکار کر کے ان آیات کو دفن کے فوراً بعد زندہ ہونے پر فٹ کرنے والا کیسے مسلمان رہ سکتا ہے؟

☆ پیر حسینی صاحب "میت کا چار پائی پر پیغام سننا" کا عنوان قائم کر کے دلیل ذکر کرتے ہیں۔ محمد بن المنکدر رفرماتے ہیں کہ میں جابر بن عبداللہ کے ہاں اس وقت پہنچا جبکہ وہ سکرات موت میں مبتلا تھے۔ ان سے عرض کیا سید دو عالم ﷺ کی خدمت میں میرا سلام کہہ دینا۔ (رحمت کائنات ص:۸۸)

تبصرہ:۔

حسینی صاحب کی تلبیس دیکھیے۔ عنوان تو قائم کیا ہے میت کے سننے کا اور دلیل ذکر کی ہے زندہ کے سننے کی۔ حالانکہ یہ روایت تو پیر حسینی صاحب کے نظریے کی دھجیاں

بکھیر رہی ہے۔ اگر محمد بن منکدر تابعی کا یہ عقیدہ ہوتا کہ آپ ﷺ قبر پر سلام سنتے ہیں تو آپ ﷺ کی قبر پر آ کر سلام کرتے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ کے ذریعے سلام پہنچانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ مجھے کیوں کہا ہو۔ یہ آپ ﷺ کی قبر انور ہے اور آپ ﷺ سلام خود سنتے ہیں۔ آپ ﷺ کی قبر پر جا کر سلام کیوں نہیں کرتے۔ اس سے تو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ صحابہؓ اور تابعین کا براہ راست سماع کا قطعاً نظریہ نہیں تھا۔

☆ پیر حسینی صاحب اسی عنوان "میت کا چار پائی پر پیغام سننا" کی دوسری دلیل ذکر کرتے ہیں:۔

بخاری نے عبداللہ بن انیس کی صاحبزادی خالدہ سے اس بات کو بیان کیا ہے کہ ابو قتادہؓ صحابی کی صاحبزادی ام انیس اپنے والد کی وفات کے پندرہ دن بعد عبداللہ بن انیس کے پاس آئی جبکہ وہ مرض الموت کے مریض تھے۔ اور یہ کہا کہ اے چچا! میرے والد کو میرا سلام پہنچا دینا۔

(رحمت کائنات ص:۸۹)

تبصرہ:۔

حسینی صاحب کے دعویٰ اور دلیل کی ذرا مطابقت ملاحظہ فرمائیے۔ دعویٰ تو یہ کیا کہ میت سنتی ہے اور دلیل یہ دی کہ مرض الموت کے مریض کو سلام پہنچانے کا کہا۔ غور فرمائیے۔ حسینی صاحب کی یہ تلبیس بھی ان کے عقیدے کی دھجیاں بکھیر رہی ہے۔ اگر ابو قتادہؓ کی صاحبزادی ام انیس کا یہ نظریہ ہوتا کہ میرا والد موت کے بعد خود میرا سلام سنتا ہے تو حضرت عبداللہ بن انیس کو سلام پہنچا دینے کی درخواست کرنے کا کیا مطلب ہے؟

☆ حسینی صاحب موصوف ایک حدیث میں اضافہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

حدیث میں صاف موجود ہے کہ جو بدن اٹھانے والوں نے اٹھایا ہوا ہے۔ وہی اپنی زبان سے کہہ رہا ہے۔

تبصرہ:۔

یہ بھی حسینی صاحب کی تلبیس اور صریح کذب بیانی ہے۔ حدیث میں قطعاً نہیں، کہ بدن اپنی زبان سے کہہ رہا ہے۔ البتہ محدثین کے کئی اقوال ہیں کہ یہ بدن کہتا ہے یا روح کہتی ہے۔ زبان حال سے کہتا ہے یا زبان قال سے۔ حدیث میں بدن کے زبان سے کہنے کا قطعاً کوئی لفظ نہیں۔ اگر حدیث میں صراحت ہوتی تو محدثین کا اختلاف قطعاً نہ ہوتا۔

☆ مولوی نور محمد ترنڈی صاحب لکھتے ہیں:۔

اہلسنت والجماعت کے اس عقیدہ کہ عالم قبر کی کاروائی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر وارد ہوتی ہے، کو قرآن مجید کی باون آیات اور ایک سو تین احادیث نبویہ متواترہ سے ثابت کیا ہے۔ (قبر کی زندگی ص:۲۴)

تبصرہ:۔

مولوی نور محمد ترنڈی صاحب کی حسب عادت یہ بھی خالص تلبیس ہے۔

اولاً۔۔۔

تو نزاع عذاب وثواب قبر یا حیات برزخیہ میں ہے ہی نہیں۔ اصل جھگڑا تو اعادہ روح اور سماع میت کا ہے۔ جس پر مولوی نور محمد صاحب پوری زندگی کوئی ایک آیت بھی پیش نہیں کر سکتے۔ جس میں یہ صراحت ہو کہ دفن کے فوراً بعد جسد عنصری میں روح کو دوبارہ لوٹا دیا جاتا ہے۔ اور ایسی بھی کوئی آیت نہیں پیش کر سکتے کہ موت کے بعد کوئی میت بھی اہل دنیا کا کلام سنتا ہے۔ اسی طرح ایک بھی متواتر روایت ایسی پیش نہیں کر سکتے۔ جس میں روح کے بدن عنصری کے اندر ہونے یا روح کا جسم سے ایسے تعلق ہونے کی صراحت ہو جس کی وجہ سے بدن میت اہل دنیا کا کلام سن سکے۔

ثانیاً۔۔۔

مولوی نور محمد صاحب نے جن آیات کو "قبر کی زندگی" نامی کتاب میں تحریر کیا ہے ان میں سے کسی ایک میں بھی روح کے بدن عنصری میں ہونے کی تصریح نہیں۔ اور

نہ ہی کوئی ایسی آیت پیش کی ہے جس میں صراحت ہو کہ عالم قبر کی کاروائی روح اور بدن عنصری کے مجموعہ پر ہوتی ہے۔ اگر کوئی ایسی آیت صریح یا حدیث متواتر ہوتی تو علماء "فقط للروح" کے عذاب وثواب کے قائل کو کافر کہتے، اہلسنت والجماعت سے کبھی شمار نہ کرتے۔ حالانکہ علامہ انور شاہ صاحبؒ جیسے محقق نے عرف شذی، فیض الباری، دونوں کتابوں میں "فقط للروح" کے قائلین کو اہلسنت تسلیم فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ مولانا سرفراز خان صفدر اور مولانا نور الحسن شاہ صاحب نے بھی بدن عنصری کے عذاب وثواب کے منکرین کو اہلسنت سے شمار کیا ہے' ملاحظہ فرمائیں' حیات الاموات، تسکین الصدور۔ ترنڈی صاحب کا باون آیات اور ایک سو تین احادیث متواترہ کے نام پر تاریخی جھوٹ ہے جس کی سیاہی قیامت کے دن ترنڈی چہرے پر انشاء اللہ نمایاں ہوگی۔

☆ امین اوکاڑوی صاحب فرماتے ہیں:۔

اسی طرح صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔

بے شک نبی ﷺ اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں اور وہ تصرف کرتے ہیں۔ اور سیر کرتے ہیں زمین میں، جہاں چاہیں زمین اور ملکوت میں۔ اور وہ اسی ہیئت پر ہیں، جس طرح وفات سے پہلے تھے۔ کوئی چیز ان سے تبدیل نہیں ہوئی۔ اور بے شک وہ غیب ہیں نظروں سے جیسے فرشتے غیب ہیں۔۔۔۔۔ اور باقی انبیاء کے بارے میں بھی (علامہ سیوطی) اسی طرف گئے ہیں اور فرمایا ہے کہ وہ زندہ ہیں، ان کی ارواح ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں بعد قبض ہونے کے۔ اور ان کو اجازت دی جاتی ہے قبروں سے نکلنے کے بارے میں۔ اور ملکوت اعلیٰ اور سافل میں تصرف کرنے کی۔

(تفسیر روح المعانی ص:۱۳۷ جلد ۲۲)

تبصرہ:۔

اس عبارت سے اوکاڑوی صاحب کی کئی تلبیسات واضح ہیں۔

(۱) علامہ آلوسی نے سیوطی صاحب کا یہ نظریہ نقل کر کے اس کا رد کیا ہے۔ لیکن اوکاڑوی صاحب نے تلبیس کرتے ہوئے اس رد کا تذکرہ تک نہیں کیا۔ اور یہ مردود

نظریہ علامہ آلوسی کے ذمے لگانے کی کوشش کی ہے۔

(۲) اتحادی حضرات لوگوں کے سامنے تو یہ پیش کرتے ہیں کہ انبیاء کرام قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ جبکہ اس عبارت سے استشہاد کر کے اوکاڑوی صاحب نے اپنا یہ نظریہ ظاہر کیا کہ ان کے نزدیک انبیاء کرام قبروں سے باہر زمین و آسمان کی سیر کرتے ہیں، اور زمین و آسمان میں تصرف فرماتے ہیں۔

پروپیگنڈہ مہم

اتحادی گروہ الزامات اور اتہامات تراشنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ انہوں نے اہل حق پر کئی قسم کے الزامات و اتہامات گھڑ رکھے ہیں۔ حالانکہ اہل حق ان الزامات واتہامات کی برملا تردید کر چکے ہیں۔ لیکن اتحادی گروہ کا کہنا ہے کہ تو مان یا نہ مان میں تیرا مہمان ہم تردید کرو، یا نہیں، ہم کبھی بھی ان الزامات کو چھوڑنے والے نہیں۔۔۔۔ مثلاً

☆ ہم کہتے ہیں زمینی قبر بھی قبر ہے۔ لیکن تمام اہل لغت نے اس کا معنی ''مقر المیت'' یعنی میت کے رہنے کی جگہ کیا ہے۔

اتحادی کہتے ہیں کہ تم اس قبر کو قبر نہیں مانتے۔ اگر اس قبر کو قبر ماننا ہے تو پھر ''مقر الحی'' مانو، یعنی زندہ کے رہنے کی جگہ۔ نہیں تو ہم شور مچاتے رہیں گے کہ تم اس قبر کو قبر نہیں مانتے۔

☆ ہم کہتے ہیں عذاب وثواب قبر حق ہے اور اس کا منکر گمراہ ہے۔ لیکن عذاب و ثواب کے لیے روح کا بدن میں ہونا قطعاً شرط نہیں۔

اتحادی کہتے ہیں کہ تم روح کو بدن کے اندر مانو، ورنہ ہم یہی پروپیگنڈہ کریں گے کہ تم عذاب وثواب قبر کے منکر ہو۔

☆ ہم کہتے ہیں کہ شہداء کرام کی طرح انبیاء کرامؑ کی حیات برزخیہ بھی حق ہے۔

لہٰذا موت کے بعد کسی کی روح بھی بدن عنصری کے اندر نہیں ہوتی۔

اتحادی کہتے ہیں کہ تم حیات دنیاوی کا اقرار کرو اور ہر ایک میت کی روح کو بدن عنصری کے اندر ہونے کا اعلان کرو۔ ورنہ ہم آپ کو (جس طرح بریلوی ''وہابی'' کہتے ہیں) مماتی، مماتی کہہ کر خوب شور مچائیں گے۔

☆ ہم کہتے ہیں تمام اکابرین کا اتفاقی مسئلہ ہے کہ عقیدہ کے ثابت کرنے کے لیے قطعی دلیل درکار ہے۔ لہٰذا تم اپنے مخصوص عقائد پر ہمت کر کے قطعی دلائل پیش کرو۔

اتحادیوں کا کہنا ہے کہ تم اکابر کے اصولوں کی بات چھوڑ دو۔ ورنہ ہم تمہیں اکابر کا بے ادب اور گستاخ مشہور کرتے رہیں گے۔

☆ ہم کہتے ہیں قرآن وسنت کا مفہوم اہلسنت کے اصول کے مطابق کرنا ضروری ہے۔

اتحادی کہتے ہیں۔ خبردار! اگر تم نے قرآن وسنت کا مفہوم اصول اہلسنت کے مطابق کیا، تو ہم تمام مفتیوں سے فتوے لے کر شور مچائیں گے کہ تم اہلسنت سے خارج ہو۔

☆ ہم کہتے ہیں حرمین کے علماء اہلسنت سے ہیں۔ ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

اتحادیوں کا کہنا ہے کہ ہمارے عقائد کی کتاب ''المہند'' میں لکھا ہے کہ وہابی ''خارجی'' ہیں لہٰذا اہلسنت سے خارج ہیں۔ ان کے پیچھے نماز قطعاً نہیں ہوتی۔

☆ ہم کہتے ہیں علم غیب، حاظر وناظر، مختار کل، نور وبشر، وغیرہ مسائل کا تعلق عقائد کے ساتھ ہے۔ اور جو شخص غیر اللہ کے لیے علم غیب، حاضر وناظر ومختار کل ہونے کا عقیدہ رکھے، اور آپ ﷺ کی بشریت مقدسہ کا انکار کرے، وہ شخص نصوص قرآنیہ کا منکر ہوگا، ملت اسلام سے خارج ہے۔

جبکہ اتحادی گروہ کا کہنا ہے کہ یہ سب فروعی مسائل ہیں، اور ان کے قائلین یعنی بریلویوں سے ہمارا۔۔۔ عقیدہ کے مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ ان مسائل کو

اعتقادیات سے شمار کرنا چھوڑ دو۔ ورنہ ہم حیات وموت کے مسئلہ کی آڑ میں تمہیں ہر جگہ بدنام کریں گے۔

☆ ہم کہتے ہیں حیلہ اسقاط مروجہ، تیجے، ساتویں، چالیسویں وغیرہ شریعت سے قطعاً ثابت نہیں، اس لیے ان کا التزام کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔

جبکہ اتحادی ان سب بدعات کے ارتکاب پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں، جو حیلہ اسقاط وغیرہ کو بدعت کہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ (بحوالہ شیخ الحدیث صاحب کا عقیدہ)

☆ اتحادی گروہ، اتباع اکابر کا دعویٰ بہت زور شور سے کرتا ہے۔ اور جن حضرات نے اتحادی لٹریچر کا مطالعہ نہیں کیا۔ ان کو اس مقدس عنوان سے دھوکہ دینے میں کسی حد تک کامیاب بھی ہیں۔ اکثر ناواقفین کے ساتھ یہ فراڈ کر رکھا ہے کہ ہم ناموس اکابر کے پاسبان اور مسلک اکابر کے ترجمان ہیں۔ اس کے لیے بھی انہوں نے کئی شوشے چھوڑ رکھے ہیں۔ مثلاً جب اہل حق کی طرف سے قرآن وسنت کے براہین پیش کیے جاتے ہیں، تو آگے سے فوراً ایک ہی جملہ کہہ دیتے ہیں کیا اکابر نے نہیں سمجھا؟ اور ساتھ ہی نصیحتیں کرنی شروع کر دیتے ہیں کہ اکابر پر عدم اعتماد گمراہی کا پہلا گیٹ ہے، الحاد اور زندقہ ہے۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

زیر نظر کتاب میں تصویر کے دونوں رخ پیش کیے گئے ہیں۔

تصویر کے پہلے رخ میں اتحادی لٹریچر سے ثابت کیا گیا ہے کہ اتحادی حضرات اکابر کی تحقیق سے علمی اختلاف کو گمراہی اور خروج دیوبندیت قرار دیتے ہیں۔

اور

تصویر کے دوسرے رخ میں انہی کی کتابوں کے حوالے سے ثابت کیا گیا

کہ اتحادی حضرات خود نہ صرف اکابر کے بہت بڑے باغی ہیں۔ بلکہ تمام اکابرین کے منکر بھی ہیں۔

﴿تصویر کا پہلا رخ﴾

مفتی سید عبدالشکور ترمذی صاحب فرماتے ہیں:۔

1۔ اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ سلف صالحین کا اتباع نہیں چاہتے اور جن کو ان کے علم وفہم سے زیادہ اپنے علم وفہم پر اعتماد ہے۔ وہ اپنی رائے اور اپنی سمجھ کا اتباع کرتے ہیں۔ اور کتاب وسنت کا نام لے کر دوسروں کو بھی اسی کی اتباع کی دعوت دیتے ہیں۔

(ہدایۃ الحیران ص:۱۳۲)

2۔ قرآن کی جو تفسیر اور حدیث کا جو مطلب اور معنی صحابہ کرام اور تابعین اور ائمہ دین نے سمجھے ہیں، وہی صحیح اور حق ہیں۔ ان کے خلاف بیان کردہ ہر مطلب اور معنی غلط باطل اور واجب الرد ہے۔ (ہدایۃ الحیران ص:۱۶۴)

3۔ مولوی اللہ یار چکڑالوی لکھتے ہیں:۔

یہ دلیل اس لحاظ سے تو وزنی ہے کہ آدمی کہہ دے "مستند ہے میرا فرمایا ہوا" مگر حقیقت کے اعتبار سے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ کیونکہ دین نقل ہو کر ہمارے پاس پہنچا ہے۔ اگر ان ناقلین دین، محدثین، فقہاء، متکلمین، مفسرین اور شارحین حدیث پر سے اعتماد اٹھ گیا تو دین ہم تک کیسے پہنچا۔ سلف صالحین جو نبوت کے دونوں پہلوؤں یعنی علوم ظاہری اور باطنی کے امین تھے۔ ناقابل اعتماد ٹھہرے تو متجددین کا تیار کردہ دین کیسے قابل اعتماد اور قابل قبول ہوگا۔ اور حدیث کی من مانی تاویل ہی دلیل ٹھہری تو لعب بالحدیث اور تمسخر بالحدیث کسے کہتے ہیں؟

(حیات برزخیہ ص:۵)

4۔ تمام امت کا اس امر پر اجماع ہے کہ شریعت کی معرفت میں سلف صالحین پر اعتماد کریں۔ تابعین نے صحابہ پر اعتماد کیا۔ اور یہی صورت ہر زمانہ میں ہر طبقہ میں رہی کہ وہ اپنے زمانے کے علماء پر اعتماد کریں، کہ وہ سابقہ علماء پر اعتماد کریں۔ عقل سلیم کا تقاضا یہی ہے۔ (حیات برزخیہ ص:۵)

5۔ اپنے شاندار ماضی سے کٹ کر اور سلف صالحین سے بے نیاز ہو کر جو عقائد تیار ہوں گے۔ وہ خواہ کتنے ہی لفظی موشگافیاں ہوں، عقائد صحیح نہیں قرار دیے جا سکتے۔ ۔۔۔بہرحال دین کی اصل اور اس کے معتمد علیہ "ناقلین" کو ناقابل اعتماد قرار دینا ایک یہودیانہ حرکت ہے۔

6۔ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں:۔

دین کے نام پر بہت سے فتنے پروان چڑھ رہے ہیں۔ اور ہر پڑھا لکھا اور قادر علی الکلام آدمی اپنے کو مجدد اور مجتہد سے کم نہیں سمجھتا۔ اور اپنی رائے اور فہم کو حرف آخر اور قطعی تصور کیے بیٹھا ہے۔ اور "اعجاب کلّ ذی رأی برأیہ" کا ارشاد پورا ہو رہا ہے۔ یعنی ہر آدمی اپنی رائے پر مغرور و نازاں ہوگا۔ حالانکہ راہ نجات اور سلامتی کا طریقہ ہی وہی ہے، جس پر حضرات سلف صالحین گامزن اور عمل پیرا تھے۔ ان کے دامن سے وابستہ رہنا ہی فلاح و کامیابی کا ضامن اور اس سے کنارہ کشی اختیار کرنا ہلاکت و بربادی اور گمراہی و ضلالت کا سبب ہے۔ (تسکین الصدور ص:۶۷)

7۔ نور محمد ترنڈی لکھتے ہیں:۔

ایک مفید مشورہ: قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لیے سلف صالحین کے فہم کو مشعل راہ بنانا از حد ضروری ہے۔ کسی آیت کی تفسیر اور کسی حدیث کی تشریح وہ معتبر ہے جو بزرگان دین اور سلف صالحین سے منقول ہوتی چلی آ رہی ہے۔ قرآن و حدیث کا وہی معنی و مقصد صحیح ہے جو بزرگان دین اور اکابرین امت نے بیان کیا ہے۔۔۔۔ (ویتّبع غیر سبیل المؤمنین) سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنا ہی سلامتی اور نجات کا راستہ ہے۔۔ لہٰذا سلف صالحین کے فہم کو نظر انداز

کر کے قرآن و حدیث کے معنی و مطالب سمجھنے میں من مانی کرنا گمراہی اور بے دینی کی اول ہے۔ اور یہی آزادی فکر، عدم اتباع اسلاف اور ترک تقلید، اسلام کے نام گمراہ ہونے والے تمام لوگوں میں قدر مشترک کے طور پر پائی جاتی ہے۔

(قبر کی زندگی ص:۳۶،۵۳)

8۔ مولانا امیر محمد صاحب تونسوی لکھتے ہیں:۔

اس دور میں باقی فتن و فسادات و اختلاف و تشتت کے علاوہ ایک فتنہ و گمراہی ہے کہ تلامذہ اپنے اساتذہ و اسلاف، اصاغر اپنے اکابر اور بزرگان دین کی دینی و تبلیغی خدمات اور علمی تحقیقات کو فراموش کر کے ہر کس و ناکس اپنے آپ کو محقق لاثانی جانتا و گردانتا ہے۔ اسلاف و اساتذہ عظام پر تنقید کر کے ان کی تذلیل بمعنی گمراہی کرتا

(تقریظ بر خرافات نوریہ یعنی [قبر کی زندگی] ص:۷)

9۔ مفتی محمد حسن صاحب لکھتے ہیں:۔

اپنے اکابر کے پیچھے لگنے میں ایمان کی سلامتی ہے، ہم لکیر کے فقیر ہیں۔ ہمارے اکابر نے جو نقوش رقم کیے ہیں اس سے ہم آگے پیچھے ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اپنے بڑوں کے پیچھے لگنے میں خیر ہے۔ عافیت ہے، ایمان کی سلامتی ہے، آوازیں تو بہت سی اٹھ رہی ہیں۔ کس کس کے پیچھے جاؤ گے۔ ہمارے اکابر کا جنتی ہونا اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دکھا دیا ہے۔ برکت اپنے اکابر کے ساتھ ہے۔

(خوشبو والا عقیدہ ص:۵۰)

نیز لکھتے ہیں:۔ ہم نے اپنے بڑوں کے پیچھے چلنا ہے، بڑے حضرات پر اعتماد کر کے چلنا ہے۔ ہر ایک کی بات کے پیچھے نہیں چلنا۔ بلکہ ہمارے حضرات نے جو کہا اور لکھا ہے، وہی سچ ہے، حق ہے، اس کے پیچھے لگنا ہے۔

(خوشبو والا عقیدہ ص:۹۱)

مزید لکھتے ہیں:۔

میں اپنے تمام تلامذہ و متعلقین سے کہتا ہوں کہ عقیدہ وہی رکھیں جو اکابر

اسلاف نے بتایا ہے۔ قرآن کریم کی آیت کا مفہوم وہ ہم سے زیادہ جانتے تھے۔ قرآن کریم کی آیات کا خود ساختہ مفہوم بیان کرنے والے دور جدید کے معتزلہ سے بچیں۔ (خوشبو والاعتیدہ ص:٦٩)

ناظرین کرام!!

اگر کسی طرح بدگمانی کو راہ نہ دی جائے تو تصویر کے اس پہلے رخ پر مذکورہ بالا بزرگوں کی جو عبارتیں نقل کی گئی ہیں، انہیں پڑھنے کے بعد ایک خالی الذہن آدمی قطعاً اس غلط فہمی کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ کہ ان حضرات کے نزدیک ہدایت وایمان کا اصل معیار اکابر دیوبند ہی ہیں۔ اور اکابر کے ساتھ کسی بھی تحقیق میں اختلاف رکھنے والا گمراہ، معتزلہ، خارجی، زندیق، اہلسنت سے خارج، اور دیوبندیت سے فارغ ہے۔

لیکن ہائے افسوس۔۔۔!!

میں کن لفظوں میں اس سربستہ راز کو بے نقاب کروں کہ اس خاموش پردے کے نیچے ایک نہایت خوف ناک طوفان چھپا ہوا ہے۔ تصویر کے اس رخ کی دلکشی اور فریب صرف اس وقت تک باقی ہے، جب تک دوسرا رخ نظروں سے پوشیدہ ہے۔

یقین سے کہتا ہوں کہ تصویر کا دوسرا رخ سامنے آنے کے بعد اتباع اکابر کا ایک آن میں بھرم کھل جائے گا۔ قبل اس سے کہ اصل حقیقت سے پردہ ہٹاؤں، قارئین کرام سے انصاف کی اپیل کرتے ہوئے پوچھنا چاہتا ہوں۔۔۔ کہ بالفرض۔ اگر آپ کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ اتباع اکابر کے اتنی گرم جوشیوں سے پرفریب دعویٰ کرنے والے بیسیوں مسائل میں نہ صرف اکابر کی تحقیق کو ٹھکراتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر اکابر کی تحمیق وتفسیق اور تکفیر تک سے گریز نہیں کرتے، تو آپ کی ذہنی واردات کیا ہوگی؟ کیا اس صورت حال کو آپ مذہبی تاریخ کا سب سے بڑا فریب، دھوکہ، اور فراڈ نہیں قرار دیں گے؟

اور اس سنسنی خیز انکشاف کے بعد آپ کے ذہن میں ان حضرات کا جو تصور آئے گا کیا وہ راہ گزر کے ان ٹھگوں سے کچھ مختلف ہوگا، جو آنکھوں میں دھول جھونک کر

راہگیروں کو لوٹ لیا کرتے ہیں۔

اگر فکر آخرت کو مدنظر رکھ کر آپ نے انصاف سے کام لیا تو سن لیجئے۔۔۔ جو صورت ابھی آپ نے فرض کی تھی وہ مفروضہ ہی نہیں،، بلکہ ایک ٹھوس حقیقت اور امر واقعہ ہے۔

اگر ہماری گزارش پر اعتماد نہ کرسکیں تو پورے تحمل کے ساتھ اکابر سے بغاوت کا نظارہ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

{تصویر کا دوسرا رخ}

بغاوت نمبر 1

﴿اکابر پر یہودیوں اور خارجیوں سے بدتر ہونے کا الزام﴾

علماء بریلویہ کہتے تھے کہ قرآن کریم کی جن آیات میں غیر اللہ کی پکار سے منع کیا گیا ہے اور غیر اللہ سے دعا پکار سننے کی نفی کی گئی ہے۔ ان آیات سے مراد صرف اور صرف بت ہیں۔ کیونکہ ان آیات میں لفظ "من دون اللہ" وارد ہوا ہے۔ اور "من دون اللہ" سے مراد صرف بت ہیں۔ ایسی آیات حضرات انبیاء کرامؑ اور اولیاء کرامؒ پر چسپاں کرنا انبیاء کرامؑ اور اولیاء کرامؒ کی کھلی توہین اور گستاخی ہے۔ علماء دیوبند لفظ "من دون اللہ" کا مفہوم عام لے کر "من دون اللہ" کا مصداق انبیاء کرامؑ وغیرہ کو قرار دے

کر بتوں والی آیات اہل اللہ پر چسپاں کر کے بے ادبی اور گستاخی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

☆ چنانچہ بریلوی مناظر شیخ اشرف سیالوی صاحب، شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کی کتاب "گلدستہ توحید" کے رد میں لکھتے ہیں:۔

یہ تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ ''من دون اللہ'' اور ہیں اور نبی اللہ، رسول اللہ، اور ولی اللہ اور ہیں اور من اللہ، الی اللہ اور ہیں، دوری اور بعد کے موجب اصنام اور حجاب اور محرومی کے موجب اوثان پر اللہ تعالیٰ کے تقرب اور وصل کے وسائل اور ذرائع کو قیاس کرنا سراسر محرومی اور بدنصیبی ہے، بے دینی والحاد اور منصب نبوت ورسالت کی توہین وتحقیر ہے۔

(گلشن توحید ورسالت [مجموعہ شرک وضلالت)

مصنف: محمد اشرف سیالوی ص: ۱۶۳، ج: ۲)

☆ بریلوی مولوی شفیع اوکاڑوی اکابر علماء دیوبند پر برستے ہوئے لکھتا ہے:۔

اصل میں من دون اللہ کو نہ سمجھنا ہی ان کی بے ادبی اور بدنصیبی کا باعث ہوا ہے گویا ''من دون اللہ'' ان کو بھی اپنے ساتھ لے ڈوبے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ''من دون اللہ'' سے مراد بت ہیں اور کفار ومشرکین بتوں کی عبادت کرتے تھے اور کرتے ہیں ..... ثابت ہوا کہ ''من دون اللہ'' سے مراد بت ہیں، نبی، ولی یا فرشتے نہیں.....الخ

(تعارف علماء دیوبند: ص: ۱۱۴)

تنبیہ:

یاد رہے یہ وہی شفیع بریلوی ہے جس کے ساتھ کئی بزرگوں نے اتحاد کرنے کی بھرپور کوششیں کیں اور اعلان کیا کہ ہمارا بریلویوں کے ساتھ عقائد میں کوئی اختلاف نہیں اور بریلویوں کا کوئی ایسا عقیدہ نہیں، جس پر ان کی تفسیق یا تضلیل کی جاسکے۔ جیسا کہ ابتدائیہ میں گزر چکا ہے۔

عبارات بالا سے واضح ہو گیا کہ بریلویہ کے نزدیک لفظ ''من دون اللہ'' سے حضرات انبیاء کرام اور اولیاء کرام مراد لینا کھلی گستاخی اور بے ادبی ہے۔

ان آیات میں جس طرح بریلویوں کے عقیدہ غیر اللہ کی پکار کا رد ہے۔ اسی طرح اتحادی غالیوں کے عقیدہ سماع کا بھی رد ہے۔ اس لیے اتحادی غالی، بریلویوں کے ساتھ اتحاد کرتے ہوئے اور انہی کی بولی بولتے ہوئے ان آیات مبارکہ کو نہ صرف بتوں کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ بلکہ ان آیات کے عموم میں حضرات انبیاء کرام اور اولیاء کرام وغیرہ کو شامل کرنے کو یہودیوں اور خارجیوں سے بدتر جرم قرار دیتے ہیں۔

اتحادی زبدۃ المحدثین، ماسٹر امین صفدر اوکاڑوی صاحب آیت (وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ سورۃ النحل آیت ۲۱-۲۰)

ترجمہ:۔ ''اور جن کو پکارتے ہیں اللہ کے سوائے کچھ پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں، مردے ہیں جن میں جان نہیں اور نہیں جانتے کب اٹھائے جائیں گے'' کی تحریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اس آیت کا قبر کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے یہ تو بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے آپ اس کو قبروں پر فٹ کر رہے ہیں جو یہودیوں کا کام تھا۔

(فتوحات صفدر ج: ۳ ص: ۳۵۸)

☆ یہی اکاڑوی صاحب موصوف فرماتے ہیں:

بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کرنے کا کام عبداللہ زبعری نے کیا...... اگرچہ اس نے کوئی جماعت بنا کر اس کا نام جمعیت اشاعت التوحید والسنہ یا کیپٹن عثمانی کی طرح حزب اللہ نہیں رکھا، لیکن یہ اصول جمعیت اشاعت التوحید والسنہ اور کیپٹن عثمانی کو وہی دے کر گیا ہے کہ بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کرنی ہیں۔

(مجموعہ خرافات وملفوظات اوکاڑوی الموسوم بہ تسکین الاذکیاء مرتبہ محمود عالم ص:۷۸)

نوٹ:۔ "تسکین الاذکیاء" اوکاڑوی صاحب کے ان بیانات وملفوظات کا مجموعہ ہے، جو انہوں نے مختلف مدارس میں طلباء کو پڑھائے ہیں اور ان کے برادر زادے محمود عالم نے انہی ریکارڈ شدہ بیانات کو تسکین الاذکیاء کی صورت میں شائع کیا ہے، جیسا کہ تسکین الاذکیاء کے شروع میں محمود عالم نے اس بات کی وضاحت کی ہے، اس لئے تسکین الاذکیاء نامی کتاب دراصل اکاڑوی صاحب کے ہی صدری نکات کا مجموعہ ہے۔

☆ اکاڑوی موصوف فرماتے ہیں:

خوارج سے بھی بدتر یہ مماتی ہیں کہ وہ تو کافروں والی آیات مسلمانوں پر فٹ کرتے تھے، یہ بتوں والی آیات انبیاء پر چسپاں کر دیتے ہیں، یہ ان سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔ (ایضاً ص:۷۵)

☆ ماسٹر محمد امین صاحب کے تربیت یافتہ مولوی اسماعیل محمدی کے مصدقہ رسالہ "تعویذ المسلمین" میں۔۔۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ

قِطْمِيْرٍ ۝ إِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝ (الفاطر ۱۳۔۱۴)

ترجمہ:۔ اور جن کو تم پکارتے ہو، اس کے سوائے۔ وہ مالک نہیں کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے۔ اگر تم ان کو پکارو۔ نہیں سن سکتے تمہاری پکار کو۔ اور اگر سنیں، پہنچ نہیں سکیں گے تمہارے کام کو۔ اور قیامت کے دن منکر ہونگے تمہارے شریک ٹھہرانے سے اور کوئی نہ بتلائے گا تجھ کو جیسا بتلائے خبر رکھنے والا۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غَافِلُوْنَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ أَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِيْنَ ۝

(احقاف ۵-۶)

ترجمہ:۔

اور اس سے زیادہ گمراہ کون جو پکارے اللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ پہنچے اس کی پکار کو قیامت کے دن تک۔ اور ان کو ان کے پکارنے کی خبر ہی نہیں۔ اور جب لوگ جمع ہوں گے۔ وہ ہوں گے ان کے دشمن۔ اور ان کے پوجنے سے منکر۔

وغیرھا آیات کے متعلق یہی دعویٰ کرتے ہیں، کہ ان سے مراد بت ہی ہیں۔

خلاصہ عبارات بغاۃ[1]

اتحادیوں غالیوں کی عبارات سے درج ذیل امور واضح ہوئے:۔

نمبر:1

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ (النحل ۲۰-۲۱)

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝ (الفاطر ۱۳-۱۴)

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝

(احقاف ۵-۶)

وغیرھا جیسی آیات جن میں "من دون اللہ" کی پکار سے منع کیا گیا ہے۔ اور ان کے سماع وغیرہ کی نفی کی گئی ہے۔ اس سے مراد صرف بت ہیں۔

نمبر2۔ ان آیات بینات کو انبیاء کرام اور اولیاء وغیرہ پر چسپاں کرنا یہودیوں کا کام

---

[1] باغی کی جمع ہے بغاۃ۔

یہ مشرکین کے سردار عبد اللہ زبعری کا بنایا ہوا اصول اور خوارج سے بدتر ہونے کے اعتراف ہے۔

تحقیق اکابر

☆ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی ؒ نے سورہ النحل کی آیت کریمہ ۲۱،۲۰ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ اور جن کو پکارتے ہیں اللہ کے سوائے کچھ پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں۔ مردے ہیں جن میں جان نہیں اور نہیں جانتے کب اٹھائے جائیں گے" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

> سب مردے بے جان ہیں خواہ دواماً مثلاً بت یا فی الحال جو بزرگ مر چکے ہیں اور ان کی پوجا کی جاتی ہے یا انجام و مآل کے اعتبار سے مردہ ہیں مثلاً حضرت عیسیٰؑ، روح القدس اور ملائکہ جن کی بعض فرقے پرستش کرتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

☆ حکیم الامت حضرت تھانویؒ سورہ النحل کی آیت کریمہ ۲۱،۲۰ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

> اور وہ معبودین مردے بے جان ہیں خواہ دواماً جیسے بت یا فی الحال جیسے جو مر چکے یا فی المآل جو مریں گے مثلاً فرشتے اور جن اور عیسیٰؑ وغیرھم ...... زندہ رہنے والے نہیں۔ (بیان القرآن ج:۲ ص:۳۲۶)

☆ حضرت تھانویؒ کے خلیفہ ارشد علامہ عبدالماجد دریا آبادی {أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَآءٍ} کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

{أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَآءٍ} یہ صفت کسی نہ کسی معنی میں سارے معبودان باطل میں مشترک پائی جاتی ہے' مورتیوں کا بے جان ہونا ظاہر ہی ہے' باقی جن بزرگوں کی پرستش کی جاتی ہے' وہ بھی یا تو وفات پائے ہوئے ہوتے ہیں' یا عنقریب وفات پانے والے ہیں.....

(تفسیر ماجدی ص:۵۵۱)

☆ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحبؒ {أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَآءٍ} کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

اور جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں' وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے' اور وہ خود ہی مخلوق ہیں' اور اوپر قاعدہ کلیہ ثابت ہو چکا ہے کہ غیر خالق اور خالق مساوی نہیں' پس یہ معبودین کیسے مستحق عبادت ہو سکتے ہیں' اور وہ معبودین مردے بے جان ہیں' خواہ دواماً جیسے بت' یا فی الحال جیسے وہ لوگ جو مر چکے ہیں' یا فی المآل جو مریں گے' مثلاً جن اور عیسیٰؑ وغیرھم زندہ رہنے والے نہیں' پس خالق تو کیا ہوتے اور ان معبودین کو اتنی بھی خبر نہیں کہ قیامت میں مردے کب اٹھائے جائیں گے۔ (معارف القرآن ج:۵ ص:۳۲۸)

☆ سحبان الہند علامہ احمد سعید دہلویؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

اور یہ منکر اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہیں۔ اور جن کو پکارا کرتے ہیں وہ کوئی چیز نہیں پیدا کر سکتے۔

اور وہ کسی کو پیدا تو کیا کریں گے۔ وہ تو خود مخلوق اور پیدا شدہ ہیں۔ یعنی وہ تو خود اپنے وجود میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ کسی اور کو وجود کیا خاک بخشیں گے۔ وہ مردے ہیں بے جان۔ زندہ نہیں ہیں اور ان کو یہ بھی خبر نہیں کہ قیامت کب آئے گی۔ اور مردے کب اٹھائے جائیں گے، حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں "شاید یہ ان کو فرمایا جو مرے ہوئے بزرگوں کو پوجتے ہیں"۔ (کشف الرحمٰن ص:۱۵۱۰)

☆ علامہ سحبان الہندؒ {إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ} کی تفسیر فرماتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

رہا صاحب ارواح' تو ان کا سننا بھی بغیر اذن خداوندی کے متحقق نہیں۔ (تفسیر کشف الرحمٰن)

فائدہ:۔

سحبان الہندؒ کی اس تفسیر کی مندرجہ ذیل حضرات نے تصدیق فرمائی ہے:

(۱) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ
(۲) حضرت مولانا سید عبدالحمید دہلوی صاحبؒ
(۳) مفتی سید مہدی حسنؒ مفتی دارالعلوم دیوبند
(۴) مولانا عبدالوہاب صاحبؒ صدر آل انڈیا اہلحدیث
(۵) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند
(۶) حضرت مولانا قاری محمد ادریس صاحبؒ دہلوی
(۷) حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند
(۸) حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد زکریا صاحبؒ
(۹) مفتی محمد بن حافظ صالحؒ رنگون

(۱۰) حضرت مولانا عبدالصمد صاحبؒ نائب امیر شریعت

(۱۱) شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیو بند۔

☆ علامہ ابو سعود حنفی {وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِن دُونِ اللهِ ...الآية} کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قد جوزان یراد بهم كل من يعبد من دون الله من الملائكة والجن وغيرهم ...... یعنی تحقیق درست ہے کہ ان معبودین سے مراد تمام وہ ہستیاں لی جائیں جن کی لوگوں نے پکاریں کی ہیں، فرشتے، جن، انسان وغیرہ......

(تفسیر ابو سعود ج:۵ ص:۶۳)

☆ صوفی عبدالحمید سواتی صاحب {وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِن دُونِ اللهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۝

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جن کو پکارا جارہا ہے وہ جن، فرشتے یا انسانوں میں سے انبیاء، اولیاء یا شہداء ہوں۔ یہ لوگ تو اپنی طبعی عمر پوری کر کے اللہ کے ہاں بہشتوں میں پہنچ چکے ہیں اب اگر کوئی دنیا میں کھڑا ہو کر پکارتا ہے تو وہ اتنی دور سے اس کی پکار کیسے سن لیں گے۔

(معالم العرفان فی دروس القرآن ج:۱۶ ص:۷۸۹)

☆ حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

{وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِن دُونِ اللهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن

دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۝

{احقاف -۶۵}

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

خواہ انبیاء باشند یا اولیاء۔۔۔ محض بے خبر اند از دعاء داعیان۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو مشرکین پکارتے ہیں خواہ وہ انبیاء کرامؑ ہوں یا اولیاءؒ۔ پکارنے والوں کی پکاروں سے بالکل بے خبر ہیں۔ (البلاغ المبین مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ)

☆ ابو محمد علامہ عبدالحق حقانیؒ {وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۝

الفاطر آیت ۱۳۔۱۴ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اور ممکن ہے کہ اس جملہ میں ملائکہ اور جن، شیاطین اور انبیاءؑ مراد ہوں...... کہ ان کو لوگ دنیا میں پوجتے اور پکارتے ہیں۔

(تفسیر حقانی ج:۴ ص:۶۹)

☆ شارح ہدایہ علامہ امیر علی ملیح آبادیؒ

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِن دُونِ اللهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۝

(احقاف -۶۵)

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

زندوں کو مردوں سے بات کرنے کی کوئی قوت نہیں اور نہ ان کے پکارنے کی ان کو خبر ہے ہاں اگر اللہ چاہے تو سنا دے اس کی قدرت ہے اسی واسطے امام

الفقہاء ابوحنیفہؒ نے قرآن وحدیث سے سمجھ کر نکالا کہ جو
کوئی مرجاتا ہے اگر زندہ اس کو اپنی بات سنانا چاہے
تو وہ نہیں سن سکتا۔
(تفسیر مواہب الرحمٰن تحت آیت مذکورہ)

☆: علامہ محمد مکی حجازی صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں:۔
اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام پاک یعنی قرآن سے ہی
پوچھ لیتے ہیں کہ کیا انبیاء، اولیاءؒ یا ان کے علاوہ کوئی کسی
کی پکار کو سنتا ہے کہ نہیں؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے، {وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۝
(احقاف ۵۔۶)

اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو خدا کو چھوڑ کر ایسے معبود کو پکارے جو قیامت تک بھی اس کی پکار کو قبول نہ کر سکے اور ان کو ان مشرکوں کے پکارنے کی بالکل خبر بھی نہ ہو۔

دوسری جگہ پر ارشاد باری ہے:

{وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ۝ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ۝ الفاطر ۱۳-۱۴

اور اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہاری پکار سن ہی نہیں سکتے اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری پکار پر نہ پہنچ سکیں اور قیامت کے دن وہ تمہارے اس شرک کرنے کی مخالفت اور انکار کریں گے۔ اور اے مخاطب! خدائے خبیر کی طرح کوئی دوسرا نہیں بتا سکے گا۔

تو آیات مذکورہ سے ثابت ہوا کہ جو لوگ اللہ کے سوا کسی غیر کو نبی، ولی کو پکارتے ہیں ان کی پکار کو وہ نہیں سنتے، اگر سنیں بھی تو ان کی کچھ مدد نہیں کر سکتے اور قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے پوچھیں گے کہ کیا تم نے انہیں کہا تھا کہ ہماری عبادت کیا کرو؟ ہمیں مصیبت کے وقت پکارا کرو؟ تو وہ انکار کریں گے اور کہیں گے پاک ہے تیری ذات جو جاننے والی اور حکمت والی ہے۔ اب جو لوگ انبیاء کرامؑ، اولیاء عظامؒ کو مدد کے لئے پکارتے ہیں قرآن کی روشنی میں ان کے مکڑی کی طرح خوبصورت لیکن کمزور گھروندے ٹوٹ کر بکھر گئے، جو ریت کے گھروندوں کی طرح شرک وبدعت کے محل تعمیر کرتے ہیں۔ حق کی تند وتیز ہوا سے ریزہ ریزہ ہو گئے کیونکہ جاء الحق وزھق الباطل۔ (دروس حرم ص:۲۰۷)

☆ علامہ دوست محمد قریشیؒ نے آیت (وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا ... الآية، إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ ... الآية، أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ... الآية) وغیرہ سے استدلال کرنے کے بعد اہل بدعت کے اس شبہ کو رد کرتے ہوئے انتہائی نفیس بحث فرمائی ہے۔ دیکھیں براہین اہل سنت ص:۵ ۲۳، وغیرہ،

من دون اللہ سے مراد مولوی اور پیر، من دون اللہ کا اطلاق عیسیٰؑ پر، عباد پر من دون اللہ کا اطلاق، کی سرخیاں جمانے کے بعد۔۔۔

قریشی صاحبؒ خلاصہ لکھتے ہیں:۔

قیامت کے دن پروردگار عالم حضرت عیسیٰؑ سے اسی
طرح خطاب فرمائیں گے، دیکھئے یہاں بھی من دون
اللہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اہل بدعت کا
یہ کہنا ''من دون اللہ'' سے مراد بت ہیں، سفید جھوٹ
ہے۔ (براہین اہل سنت ص:۷ ۲۳)

☆ حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری ایسے حضرات جو "من دون اللہ" کو بتوں کے ساتھ خاص کرتے ہیں پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بعض ضال و مضل یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ "من دون اللہ" سے مراد صرف بت ہیں یا درخت، جانور وغیرہ غیر ذوی العقول۔ اولیاء اللہؒ، حضرات انبیاءؑ، اللہ کے مقبول و مقرب بندے من دون اللہ کا فرد نہیں۔ لہٰذا ذیل میں وہ آیات قرآنیہ پیش کی جاتی ہیں جن میں ""من دون اللہ"" "من دونہ" اطلاق و استعمال صرف عباد اللہ الصالحین پر ہو رہا ہے، یہاں ""من دون اللہ"" سے مراد بت وغیرہ غیر ذوالعقول ہو ہی نہیں سکتے۔ حضرات انبیاء و اولیاء کرامؒ یا ملائکۃ اللہ ہی مراد ہیں۔

(توحید و شرک کی حقیقت ص:۱۴۳)

☆ سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ انبیاء کی ایک آیت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

من دونہ، "من دون اللہ" کا اطلاق انہی "عباد مکرمون" پر ہو رہا ہے جو ملائکہ مقربین یا انبیاء معصومینؑ۔۔۔ (توحید و شرک کی حقیقت ص:۱۴۴)

☆ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ۔۔۔ ہمارے تمہارے درمیان خدا کافی گواہ ہے کہ بے شک ہم کو تمہاری عبادت کی خبر بھی نہ تھی۔ آیت مبارکہ ذکر کرنے کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں:۔

تو قیامت کے دن یہ تقریر اور مشرکین کی عبادت سے اپنی برآت و بے خبری کا اعلان۔۔ چونے، مٹی اور پتھر کے بت تھوڑا کریں گے، ظاہر ہے کہ یہ ذی روح حضرات انبیاءؑ و اولیاءؒ یا ملائکہ کا خطاب ہے۔

(توحید و شرک کی حقیقت ص:۱۴۵)

☆ سید نور الحسن شاہ صاحب وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا

رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔ (النحل آیت: ۸۵) اور قیامت کے دن جب مشرک لوگ اپنے شریکوں کو دیکھیں گے، تو کہیں گے کہ ہمارے پروردگار! یہ ہیں ہمارے وہ شریک کہ جنہیں آپ کے سوا ہم پکارتے تھے، پس وہ شرکا، ان مشرکین سے کہیں گے کہ یقیناً تم جھوٹے ہو،،، لکھنے کے بعد یوں تبصرہ فرماتے ہیں:۔

تو یا اپنی عبادت کرنے والے مشرکین سے مناظرہ بت کریں گے؟ یہ بدیہی بات ہے کہ مشرکین کی عبادت کا انکار ذوی العقول ہی کریں گے اور انہیں کاذب اور جھوٹا ذی ارواح حضرات انبیاء، صلحاء ہی فرمائیں گے۔ (توحید و شرک کی حقیقت ص:۱۴۶)

☆ حضرت مولانا نور الحسن شاہ صاحبؒ {وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝۔۔۔ الفاطر آیت ۱۳-۱۴} اور تم اس (اللہ) کے سوا جن کو پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے، اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار (اول تو) سنیں گے نہیں، اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو تمہاری دعا قبول نہیں کریں گے اور قیامت کے دن تمہارے شرک کرنے کا انکار کریں گے اور تجھ کو خدائے خبیر کی طرح کوئی نہیں بتلائے گا،،، پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

تو یہ قیامت کے دن مشرکین کے شرک اور ان کی عبادت کا انکار پتھر، مٹی وغیرہ کے بت کریں گے؟ ظاہر ہے کہ یہ ذوی العقول، ذی روح حضرات انبیاء کرامؑ و صالحینؒ کا ذکر ہے۔

☆ سید نور الحسن شاہ صاحب آیت {وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۝

اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو خدا کے سوا اس کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کو جواب نہ دے اور وہ ان کی پکار سے بے خبر ہیں اور جب سب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہونگے اور ان کی عبادت کا انکار کریں گے،،،، لکھنے کے بعد نتیجہ ذکر کرتے ہیں:۔

تو یہ قیامت کے دن پتھر وغیرہ کے بت تھوڑا ان کی عبادت سے اپنی برأت کا اظہار کریں گے اور اپنے ان عبادت کرنے والوں کے دشمن یہ شجر و حجر یا شمس و قمر اور ستارے تھوڑے ہو جائیں گے۔ یہ کام تو بہر حال انسانوں کا ہے، یہ انبیاء کرامؑ و صلحاءؒ ہوں گے جو مشرکین کی شرکیہ بدکرداریوں سے اپنی برأت ظاہر کر کے گویا ان کے دشمن ہونگے۔

(توحید و شرک کی حقیقت ص:۱۴۶)

سید نور الحسن شاہ صاحب پوری بحث کا خلاصہ تحریر فرماتے ہیں:

یہ کتاب اللہ کی بائیس نصوص ہیں۔ قرآن پاک کے ان تمام نصوص صریحہ کے بعد بھی یہ ممکن ہے کہ غیر اللہ اور "من دون اللہ" سے مراد صرف بت وغیرہ مراد ہوں۔ اور حضرات انبیاء کرامؑ، اولیاء اللہ ان سے مستثنیٰ ہوں۔ اور ان کی عبادت جائز ہو ہرگز نہیں۔

(توحید و شرک کی حقیقت ص:۱۴۹)

{صفدری فیصلہ}

شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں۔

قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ من دون اللہ یا من دونہ وغیرہ کے عمومی الفاظ کو کس طرح ان کلمہ گو مشرکین نے صرف بتوں میں بند کر دیا ہے اور کس طرح حضرات انبیاء کرامؑ و اولیاء عظامؒ کی پوجا پاٹ کا چور دروازہ اپنے پیروکاروں کے لئے کھلا چھوڑا ہے اور دہائی یہ دیتے ہیں اے مسلمانو ان آیات کو انبیاء کرامؑ، اولیاءؒ پر نہ چپکاؤ۔ کیا مولف مذکور کو اپنے بڑوں کی یہ تحریف قرآنی نظر نہیں آئی اور کیا ان کا افتراء علی اللہ اور تلبیس نگاہوں سے نہیں گزری۔ بقول آپ کے ایسے آبرو باختہ مسلک کا کیا حال ہوگا۔

(اتمام البرہان ص:۵۵۲،
مصنفہ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب)

{لطیفہ}

علامہ دوست محمد قریشی صاحبؒ کے نزدیک
من دون اللہ کا اطلاق انبیاءؑ، اولیاءؒ پر درست نہ سمجھنے والا "بدعتی"۔۔۔
سید نور الحسن شاہ صاحب کے نزدیک "ضال مضل"۔۔۔
اور مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کے نزدیک کلمہ گو مشرک اور محرف قرآن
۔۔۔۔ گویا اتحادی اکابر کے اجماع سے اتحادی زبدۃ المحدثین اور اس کے حضرات ہاں،،،، بدعتی، ضال مضل، کلمہ گو مشرک اور محرف قرآن ہیں۔

﴿حاصل بحث﴾

ماسٹر محمد امین صفدر اوکاڑوی صاحب اور ان کے گروہ کے نزدیک (وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوا.. الآية. إِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ.... الآية. أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَآءٍ.... الآية) وغیرھا آیات بتوں کے ساتھ خاص ہیں۔ ان سے انبیاء کرامؑ، اولیاء کرامؒ اور اہل قبور مراد لینا یہودیوں کا کام ہے اور خوارج سے بدتر ہونا ہے۔ جب کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، علامہ عبد الماجد دریا آبادی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، علامہ ابو سعود حنفیؒ، علامہ عبد الحق حقانیؒ، علامہ دوست محمد قریشیؒ، مولانا محمد مکی حجازی صاحب، وغیرہ اکابر ان آیات کو انبیاء، اولیاء پر بھی چسپاں کرتے ہیں۔

جس تصویر کا ''پہلا رخ'' کتاب کے ابتدائی حصہ میں آپ کی نظر سے گزر چکا ہے، یہ اس کا ''دوسرا رخ'' ہے۔

اب چند لمحات ذرا خالی الذہن ہو کر تصویر کے دونوں رخوں کا موازنہ کیجئے۔ اور انصاف و دیانت کے ساتھ فیصلہ کیجئے کہ تصویر کے پہلے رخ میں جس زور سے اتباع اکابر کا دعویٰ کیا گیا تھا۔

اب خود ہی تمام اکابرین کو یہودی اور خوارج سے بدتر ہونے کا ظالمانہ فتویٰ لگا رہے ہیں۔ تو اب کس منہ سے اپنے آپ کو اکابر کا وفادار اور دوسروں کو اکابر کی راہ چھوڑنے والا کہہ سکتے ہیں؟

کیا ان حالات میں ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق نہیں ہو جاتی کہ یہ حضرات اتباع اکابر کے نام پر تمام اکابر کی تکفیر کرتے ہیں۔

میں یقین سے کہتا ہوں کہ مذہبی انحراف کی ایسی شرمناک مثال کسی فرقے کی تاریخ میں شاید نہ مل سکے۔

{مذہبی خودکشی کی شرمناک مثال}

مولانا سید نور الحسن صاحب بخاری ان آیات کو بتوں کے ساتھ خاص کرنے والوں کو ضال و مضل قرار دیتے ہیں (دیکھیں شاہ صاحب کی عبارت نمبر ۱) علامہ دوست محمد قریشی صاحب اہل بدعت قرار دیتے ہیں۔ اور مولانا سرفراز خان صفدر ایسے لوگوں کو کلمہ گو مشرک، محرف اور مفتری قرار دیتے ہیں، جیسا کہ عبارات بالا سے واضح ہے۔ جبکہ اتحادی گروہ کے نزدیک یہ آیات بتوں کے ساتھ خاص ہیں اور اتحادی گروہ ان آیات کو انبیاء، اولیاء پر چسپاں کرنے کو یہودیوں کا کام اور خوارج سے بدتر ہونا قرار دیتا ہے۔

تو اب انصاف کیجئے۔۔ اتحادی اکابر کے نزدیک تمام اتحادی بدعتی، گمراہ، محرف، مفتری اور کلمہ گو مشرک ہیں۔ اور اتحادیوں کے نزدیک اتحادی اکابر یہودیوں اور خارجیوں سے بدتر ہیں۔ مذہبی خودکشی کی ایسی شرمناک مثال کہیں بھی دستیاب نہیں ہو سکتی۔

{بغاوت نمبر 2}

{اکابر دیو بند پر مرزائیت اور جاہلیت کا الزام}

☆ اتحادی غالیوں کے زبدۃ المحدثین ماسٹر محمد امین صفدر اوکاڑوی صاحب موت کے معنی پر تحقیق جدید پیش فرماتے ہوئے تمہیداً فرماتے ہیں:-

جس طرح مرزائیوں نے معنی تبدیل کیا اسی طرح یہ منکرین حیاتِ انبیاء بھی پانچ لفظوں کے معنی بدل لیتے ہیں..... (۱) موت کا معنی (۲) حیات کا معنی (۳) برزخ کا معنی (۴) قبر کا معنی (۵) روحانی کا معنی۔

سارا چکر ان پانچ لفظوں میں پڑا ہوا ہے۔
(تسکین الاذکیاء ص:۵۶)

☆ نیز یہی ماسٹر صاحب فرماتے ہیں:
جس طرح مرزائی حیات مسیح کے مسئلے میں معانی بگاڑ لیتے ہیں اسی طرح منکرین حیات انبیاء نے بھی پانچ الفاظ کے معانی بگاڑے ہیں۔۔۔ سب سے پہلے انہوں نے موت کا معنی بگاڑا ہے۔
(تسکین الاذکیاء ص:۵۹)

☆: ماسٹر صاحب موصوف
''موت'' کے معنی کے بگاڑ کی تفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
منکرین حیاتِ انبیاء نے موت کا ابھی تک وہی معنی یاد رکھا ہوا ہے جو جاہلیت کے زمانے میں تھا جو کہ موت کا آدھا معنی ہے جب بھی ان سے پوچھا جاتا ہے کہ موت کسے کہتے ہیں؟ تو کہتے ہیں :ابانة الرّوح عن الجسد... کہ جسم سے روح کا نکل جانا اسے موت کہتے ہیں ان کو بس اتنا ہی معنی یاد ہے۔
(تسکین الاذکیاء ص:۶۰)

{خلاصہ ارشادات اوکاڑویہ}

اوکاڑوی صاحب کی تمہید وتقریر کا حاصل یہ ہے کہ موت کا معنی "ابانة الروح عن الجسد "(یعنی روح کا جسد سے جدا ہو جانا، نکل جانا، اور روح کا تعلق بدن سے منقطع ہو جانا) کرنا مرزائیوں کا طریقہ، جاہلیت والا معنی اور تحریف ہے۔

{تحقیق اکابر}

حقیقت موت:

☆ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:
(الموت) عبارة عن زوال القوّة الحیوانیة وابانة الرّوح عن الجسد
(مفردات ص:۴۹۴)
قوت حیوانیہ کے زائل ہو جانے اور روح کے جسم سے جدا ہو جانے کا نام موت ہے۔

فائدہ:۔
''مفردات امام راغب'' تمام اکابر کے نزدیک معتبر و مستند کتاب ہے۔ اکاڑوی صاحب کی عبارت دوبارہ ملاحظہ فرمالیں اور امام راغب کی بھی اور پھر ماسٹر صاحب کے نشانے کا ہدف دیکھیں۔

☆ علامہ ادریس کاندھلوی فرماتے ہیں:
اہل السنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ آدمی میں ایک روح ہوتی ہے جب تک وہ جسم میں رہتی ہے آدمی زندہ رہتا ہے اور جب وہ نکل جاتی ہے تو موت آجاتی ہے روح کو بدن کے ساتھ خاص علاقہ ہے جب تک وہ علاقہ رہتا ہے تو آدمی کو زندگی حاصل رہتی ہے اور جب وہ علاقہ ٹوٹ جاتا ہے تو موت آجاتی ہے۔
(عقائد اسلام ادریسی)

☆ علامہ عبدالحق حقانیؒ فرماتے ہیں:
۱۔{اِنَّکَ مَیِّتٌ}...... یہ عرفی موت ہے یعنی روح کی جسم سے مفارقت (جدائی)۔

(تفسیر حقانی ج: ص:۱۴۸)

۲۔اور جب اس کا بالکلیہ تعلق بدن سے منقطع ہو جاتا ہے، ظاہر اور باطن سے اور وہ نورانیت جمیع اجزاء بدن سے منقطع ہو جاتی ہے اس کو موت کہتے ہیں، موت میں انقطاع کلی ہو جاتا ہے۔

(تفسیر حقانی ص:۱۸۸ ج:۶)

۳۔ارواح کا اس پیکر جسمانی کے ساتھ چندروز تعلق ہے، جسمانی قویٰ جو قدرت نے ودیعت رکھے تھے، تحلیل ہوتے ہوتے آخر ایک روز یہ رشتہ تعلق منقطع ہو جاتا ہے اسی کو موت طبعی کہتے ہیں۔

(مقدمہ تفسیر حقانی ص:۱۲۷)

☆ مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

اور موت کی حقیقت جمہور علماء کے نزدیک "روح کا جسد عنصری سے نکل جانا ہے" (معارف القرآن)

☆ علامہ عبدالماجد دریا آبادیؒ (آیت اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ ۔۔الآیۃ کی تفسیر میں موت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

یہ سلب روح "من کل الوجوہ" ہوتا ہے، جس کے بعد نہ حیات جسمانی باقی رہ جاتی ہے، نہ شعور، نہ ادراک۔ (تفسیر ماجدی)

نوٹ:

اس آیت کی تفسیر میں یہی مضمون تفسیر بیان القرآن از مرشد تھانویؒ۔۔۔، تفسیر معارف القرآن از مفتی محمد شفیع صاحبؒ۔۔ تفسیر معارف القرآن از شیخ الحدیث مولانا محمد ادریسؒ و شیخ الحدیث محمد مالک کاندھلویؒ۔۔۔ تفسیر کشف الرحمٰن وغیرھا میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

☆ امام نیشاپوریؒ فرماتے ہیں:

واذا انقطع هذا الضوء بالكلية عن البدن فهو الموت۔

(تفسیر نیشاپوری ج:۷ ص:۲۴)

☆ امام رازیؒ فرماتے ہیں:

فنقول انه في وقت الموت ينقطع تعلقه عن ظاهر البدن وباطنه وذلك هو الموت

(تفسیر کبیر سورۃ زمر)

پس ہم کہتے ہیں: وہ موت کے وقت ہوتا ہے کہ بدن سے ظاہری اور باطنی تعلق منقطع ہو جاتا ہے، اور یہی موت ہے۔

☆ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:

والموت قطع تعلقه بالبدن ظاهراً وباطناً

(عینی شرح بخاری ج:۵ ص:۸۸)

روح کے جسم سے مکمل جدا ہو جانے کو موت کہتے ہیں، کہ ظاہر بدن سے تعلق رہے، نہ باطن سے۔

☆ علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں:

قوله {اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا} ..

اي يقبضها عن الابدان بأن يقطع تعلقها عنها واتصافها فيها ظاهراً و باطناً وذلك هو الموت... (تفسیر بیضاوی)

{يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ} کی تفسیر فرما رہے ہیں ..... یعنی روح کو بدن سے نکال لیتا ہے، بایں طور پر کہ بدن سے

روح کا تعلق اور اتصاف ظاہری اور باطنی طور پر ختم ہو جاتا ہے اور یہی موت ہے۔

☆ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:۔

قوله {يُحْيِيكُمْ}..... وعند الموت ينتزع النّفس عن البدن فحينئذٍ ينقطع تعلّق الرّوح عن البدن...

بوقت موت روح بدن سے نکال لی جاتی ہے پس اس وقت روح کا بدن سے تعلق ختم ہو جاتا ہے۔

(تفسیر مظہری)

☆ امام الہند شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں:

وقد تحقّق عندنا بالوجدان الصّحيح انّ "الموت انفكاك الرّوح عن البدن لفقد استعداد البدن"...

(حجۃ اللہ البالغۃ ص:۳۲)

وجدان صحیح سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ "روح کے بدن سے جدا ہو جانے کا نام موت ہے" بوجہ عدم استعداد بدن کے روح بدن سے جدا ہو جاتی ہے۔

☆ الشیخ الامام حسام الدین بن محمد بن محمد بن عمر اپنی مشہور و مقبول زمانہ کتاب "حسامی" میں موت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هو مفارقة الرّوح عن البدن...... یعنی موت بدن سے روح کے جدا ہونے اور نکل جانے کا نام ہے۔

(حسامی)

☆ علامہ جلال الدین سیوطی موت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هو انقطاع تعلّق الرّوح عن البدن یعنی روح کا بدن عنصری سے تعلق ختم ہو جانا۔ (شرح الصدور)

☆ عربی لغت کی مشہور کتاب "المنجد" میں موت کی تعریف وحقیقت یوں بیان کی گئی ہے:

مات يموت موتاً.. حلّ به الموت وفارقت الرّوح جسده۔ حاصل یہی ہے کہ موت کا معنی روح کا جسم سے جدا ہو جانا اور نکل جانا۔ (المنجد)

☆ علامہ سید محمود آلوسی الحنفی موت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الاماتة بمعنى اخراج الرّوح وسلب الحيوٰة.. یعنی موت دینے کا معنی یہ ہے کہ اس کی روح نکال لی جائے اور اس کی حیات کھینچ لی جائے۔

(روح المعانی البقرہ آیت ۲۶۹)

تبصرہ:۔

حضرات گرامی!!

آپ نے دیکھ لیا کہ اوکاڑوی صاحب کے نزدیک موت کا معنی "روح کا جسم [سے] نکل جانا اور روح کا تعلق بدن سے منقطع ہو جانا" کرنا مرزائیت کی روش، جاہلیت [...]ی اور موت کے معنی میں تحریف ہے۔ جبکہ تمام اکابرین نے موت کا یہی معنی بتایا [ہے] کہ روح کا بدن سے جدا ہو جانا اور روح کا بدن سے تعلق منقطع ہو جانا۔ اب بتایئے اوکاڑوی صاحب کے اس نشانے کا ہدف کون کون اور کیسے کیسے اکابرین بن رہے ہیں؟

کیا اس سے یہ بات پورے طور پر نمایاں نہیں ہو جاتی کہ اتحادی گروہ تمام اکابرین کو نشانہ تکفیر بنائے بغیر اپنے مخصوص نظریات کا تحفظ کسی صورت میں بھی نہیں کر [سکتا]۔ دین و دیانت کا خون اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ اتباع اکابر کے گرج دار نعروں [میں] [...] اکابر ان کا مشغلہ بن چکا ہے ان سے بڑا اکابر کا باغی اور دشمن کون ہو سکتا ہے؟

ب ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

{بغاوت نمبر 3}

{اکابر پر توہین و ختم نبوت کے انکار کا الزام}

تلمیذ اوکاڑوی مولوی اسماعیل محمدی (دیوبندی)

آپ ﷺ کے جسد مثالی پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سرگودھا کے اندر چیلنج کیا، میں نے کیا، نبی پاک ﷺ کا جسم جو روضہ پاک میں ہے۔ جس کو محمد ﷺ کہتے ہیں" یہی خاتم النبیین ہے۔ اس جسم کے بعد کسی اور جسم کو نبی بنانا یہ تو ختم نبوت کے ہی خلاف ہے۔ مرزائیوں نے ایک نبی بنایا تھا "حضور ﷺ کے بعد۔ اور ہم نے کہا یہ نبی حضور ﷺ کے بعد نہیں ہو سکتا" انہوں نے کہا حقیقی نہیں۔

{ظلی اور بروزی}

ظلی، ظل بھی سائے کو کہتے ہیں۔ بروز بھی سائے کو کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آمنہ کے لعل کے بعد ایک اور جسم نبی آیا جس کو ظلی اور بروزی بھی کہا۔ رکھا زمین پر۔ انہوں نے حضور ﷺ کے بعد ایک اور نبی مانا جس کو مثالی کہا اور آسمان پر بٹھا دیا۔ ہمارے نزدیک حضور

ﷺ کے جسم کتنے ہیں؟ ہمارے نزدیک حضورؐ کے جسم کتنے ہیں؟ (صرف ایک) اور نبی کے جسم کتنے ہیں (صرف ایک)۔ (آوازِ حق ص:۸۔۷)

☆ مولوی عطاء الرحمٰن شہباز فاروقی اپنے آخری خطاب میں فرماتے ہیں:۔

یہ محمد ہیں، ان کے ماں باپ ہیں، جسم مثالی والے محمد کے ماں باپ کا کیا نام ہے؟ اگر حضرت آمنہ اور حضرت عبد اللہ آ جائیں تو وہ کہیں گے کہ میرا محمد ایک ہے دو نہیں۔ حضرت خدیجہؓ کا محمد ﷺ ایک، حضرت سیدہ عائشہؓ کا محمد ایک، میرے اور آپ کے محمد ایک ہیں دو نہیں۔ (شہید حیات النبی کا سفر آخرت اور روح پرور آخری خطاب ص:۷)

☆ نیز فرماتے ہیں:۔

رب کہتا ہے کہ میں نے کائنات میں صرف ایک محمد پیدا کیا ہے اور وہ محمد ابن عبد اللہ ہیں، مثالی محمد نہیں ہیں...... جسم مثالی کا ذکر نہ قرآن میں نہ حدیث پاک، نہ تاریخ اسلام میں، ہم عقیدہ ختم نبوت کی خاطر خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے۔

(آخری خطاب، محررہ ایوب صفدر ص:۷)

☆ نیز فرماتے ہیں:۔

معلوم ہوا کہ یہ فرقہ ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ انسان مرتا ہے تو یہ اصلی جسم نہیں رہتا ہے بلکہ روح ایک تیسرا جہان ہے جس کا نہ قرآن میں ذکر ہے نہ حدیث میں ذکر ہے نہ تاریخ میں ذکر ہے، مثالی جسم کا ذکر نہیں ہے کوئی مائی کا

لال پورے پاکستان میں ختم نبوت کے اس پلیٹ فارم پر ختم نبوت کے عقیدہ کے لئے جس طرح پہلے قربانیاں کر چکے ہیں اب بھی ختم نبوت کے عقیدہ کے لئے جان کا ذرہ ذرہ قربان کر دیں گے لیکن دوسرا مثالی ہو یا وردی ہو یا کوئی بھی نبی بنایا جائے ہم اس نبی کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ مجھے یہ بتاؤ پیغمبر کی پیدائش ایک ہوئی یا دو، سارے جواب دو ایک ہوئی یا دو؟ (ایک) تو نور بخشی کہتا ہے کہ محمد کی روح نکلی تو مثالی محمد تھا، ایمانداری سے بتاؤ کہ یہ عقیدہ اپنایا جائے یا نہیں؟ (نہیں) اونچی بولو، پیارے پیغمبر کی ختم نبوت مولانا قاسم نانوتوی کے فرمان کے مطابق، فرمایا: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الآیۃ)...... جو ختم نبوت کا منکر ہو وہ کائنات کا غلیظ ترین کافر ہے، ختم نبوت کا منکر کافر ہے یا مسلمان؟ جو یہ عقیدہ رکھے وہ نور بخشی کے عقیدہ کا ہے ان کا عقیدہ ہے کہ عالم مثال میں دوسرا انسان موجود ہے...... جو محمد کو دو حصوں میں بانٹیں، کیا وہ مسلمان رہ سکتا ہے؟ ذرا اونچی بولو مسلمان رہ سکتا ہے؟ (آخری خطاب ص:۲۸،۲۹)

{خلاصہ عبارات بغاۃ}

☆ غالی اتحادیوں کے نزدیک آپ ﷺ کے لیے جسد مثالی ماننا ختم نبوت کا انکار، آپ ﷺ کی توہین اور نور بخشی فرقہ رافضیوں کا عقیدہ ہے۔ اور جو شخص آپ ﷺ کے جسد مثالی کا قائل ہو ان کے نزدیک کافر ہے مسلمان نہیں رہ سکتا۔

{تحقیق اکابر}

☆ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب، شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب اور علامہ خلیل احمد سہارنپوری صاحبؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔

ودیدن آنحضرت ﷺ بعد از موت بمثال است چنانچہ در نوم مرئی می شود در یقظہ نیز می نماید وآن شخص شریف کہ در مدینہ در قبر آسودہ وحی است ہماں متمثل می گردد در یک آن متصور بصور متعدد عوام را در منام می نمایند وخواص را در یقظہ۔

(مدارج النبوۃ، براہین قاطعہ ص:۲۰۴)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کا وفات کے بعد دیکھنا مثال ہی کے ساتھ ہے جس طرح یہ مثالی صورت نیند میں دیکھی جاسکتی ہے اسی طرح بیداری میں بھی دیکھی جاسکتی ہے اور جو ذات مقدسہ مدینہ طیبہ میں قبر مبارک کے اندر آرام فرما اور زندہ ہے وہی ذات مثالی صورت میں ایک آن میں متعدد صورتوں میں متمثل ہو کر عوام کو خواب میں اور خواص کو بیداری میں دکھائی جا سکتی ہے۔ (اتمام البرہان ص:۴۶۸)

☆ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب علامہ شعرانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

وحینئذٍ فما رآہ ﷺ الاّ بروحہ المشکلۃ بشکل الاشباح من غیر اشتغال و ذاتہ الشریفۃ ومجیئہا من البرزخ الی مکان ھٰذا

الرائی لکرامتها وتنزیها من کلفة المجیء والروح هذا هو الحق الصراح

(الیواقیت والجواہر ص:۹۳)

ترجمہ:۔

اور اس وقت آنحضرت ﷺ کی رویت نہیں ہوتی مگر اس روح سے جو مثالی شکل اختیار کرتی ہے نہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کی ذات مقدسہ برزخ سے اس دیکھنے والے کی جگہ آنے میں مصروف ہوتی ہے کیونکہ آپ ﷺ کی شان اس سے بڑی اور منزہ ہے کہ آنے جانے کی تکلیف اس کو ہو یہی وہ واضح حق ہے۔

(اتمام البرہان ص:۴۶۹)

شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب اس عبارت کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

اس عبارت میں بھی آنحضرت ﷺ کی رویت روح مثالی سے بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ کو دیکھنے والا آپ ﷺ کی روح کی مثالی شکل کو دیکھتا ہے۔ حضرت شیخ شاذلی صاحب کی یہ عبارت بھی اپنے مدلول میں بالکل واضح ہے، ہم نے یہ متعدد حوالے اس لئے پیش کیے ہیں تا کہ کسی کور مغز کو یہ شبہ نہ ہو کہ ہم یا ہمارے اکابر صورت مثالیہ اور اس کے تعدد کے قائل نہیں ہیں اور حضرات صوفیائے کرام کے ان بصیرت افروز اقوال سے کسی کو مغالطہ نہ دے سکے۔

(اتمام البرہان ص:۴۶۹)

☆ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں:۔

دوم یہ کہ آپ کی مثالی شکل حاضر ہو اور ایک جگہ پر نہیں بلکہ متعدد جگہوں میں ہو اس کے ہم بھی منکر نہیں ہیں، ہم یہاں صرف چند عبارات عرض کرتے ہیں غور فرمائیں۔

☆ علامہ ابو طاہر قزوینی امام محمد بن محمد غزالیؒ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

وکان الغزالی رحمه الله یقول: من رأی رسول الله ﷺ لم یر حقیقة شخصه المودع فی روضة المدینة وانما رأی مثاله لا شخصه...الخ

(الیواقیت والجواہر ص:۱۳۲ جلد۱)

ترجمہ: امام غزالیؒ نے فرمایا کہ جس شخص کو آنحضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اس نے مدینہ منورہ میں روضہ اقدس کے اندر رکھے ہوئے آپ کے بدن مبارک کو نہیں دیکھا بلکہ اس نے اس کی مثال کو دیکھا نہ کہ ذات اور شخص کو۔

اس عبارت میں حضرت امام غزالیؒ نے تصریح فرمادی کہ آپ کی زیارت کرنے والا خواب میں ہو یا بیداری میں، آپ ﷺ کی ذات اور جسم مبارک کو نہیں دیکھتا بلکہ مثالی صورت کو دیکھتا ہے۔

☆ بخاری شریف کے مشہور شارح علامہ ابن منیرؒ فرماتے ہیں:۔

یجعل الله لروحه مثالا فیری فی الیقظة کما یری فی النوم۔

(بحوالہ فتح الملہم ص:۳۳۰ جلد۱)

اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی روح کے لئے مثال پیدا

کر دیتا ہے جو بیداری میں نظر آتی ہے جیسا کہ خواب
میں نظر آتی ہے۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ مثالی شکل بیداری میں بھی نظر آسکتی ہے، جس طرح وہ نیند اور خواب میں نظر آتی ہے۔

☆ امام ابن عابدین شامی حنفیؒ کے شاگرد مشہور
محدث شیخ محمد بن سید درویش تحریر فرماتے ہیں:۔

فاذا اکرم اللہ عبداً برؤیۃ رسولہ ﷺ
یمثل لہ نورہ الشریف بصورۃ جسمہ
الکریم وربما ظنہ الرائی انہ الجسم
الشریف لغلبۃ الحال.....الخ

(اسنی المطالب ص:۲۹۹)

ترجمہ: کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو
آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف فرمانا چاہتا
ہے تو آپ ﷺ کے نور مبارک کو آپ کے جسم اطہر کی
صورت میں مثالی شکل بنا دیتا ہے اور دیکھنے والا بسا
اوقات غلبہ حال کی وجہ سے اسے آپ کا جسم مبارک ہی
سمجھ لیتا ہے۔

یہ عبارت بھی اپنے مدلول میں بالکل واضح ہے مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ (اتمام البرہان ص:۴۶۷)

{خلاصہ عبارات اکابر}

عبارت بالا سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ تمام اکابر آپ ﷺ کے جسد مثالی کو بڑے زور و شور سے ثابت کرتے ہیں۔ اور سب آپ ﷺ کے جسد مثالی

کے قائل ہیں۔ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب تو یہاں تک فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اتنے اکابرین کی عبارات جسد مثالی کے ثابت کرنے کے لیے اس لیے ذکر کی ہیں۔ تاکہ کوئی کوڑھ مغز ہمارے اکابر کو آپ ﷺ کے جسد مثالی کا منکر نہ سمجھ لے۔

تبصرہ:۔

تمام اکابر، صاحب المہند علامہ خلیل احمد سہارنپوریؒ، شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ، علامہ ابو طاہر قزوینیؒ، امام غزالیؒ، شیخ محمد بن درویش تلمیذ علامہ شامیؒ، اور بقول مولانا سرفراز خان صاحب (ہمارے تمام اکابر آپ ﷺ کے جسد مثالی کے قائل ہیں) جبکہ اتحادی غالیوں کے نزدیک آپ ﷺ کے جسد مثالی کا قائل ختم نبوت کا منکر، گستاخ رسول ﷺ، نور بخشی فرقہ رافضی کا فرد، ملت اسلام سے خارج اور کافر ہے۔ معاذ اللہ۔

اب بتایئے۔۔! ان بد بختوں سے بڑھ کر اکابر کا باغی کون ہو سکتا ہے؟
ان کی کوئی تقریر و تحقیق، تکفیر اکابر سے خالی نہیں۔ جب بھی بولتے ہیں تو زہر ہی اگلتے ہیں۔ انہوں نے اشاعت التوحید والسنہ کو سامنے رکھ کر اصل نشانہ اکابر دیوبند کو بنانا شروع کر دیا ہے۔ تعجب تو ان علماء پر ہے جو دیوبندی کہلوانے کے باوجود ایسے غالیوں کی سرپرستی کرتے ہیں اور ان کی قلم و زبان کو لگام نہیں دیتے۔

{مذہبی خودکشی کا عبرتناک نمونہ}

☆ اتحادی پارٹی کے پیر پروفیسر زاہد الحسینی صاحب شمس آبادی ثم اٹکی ثم ایبٹ آبادی اپنی مایہ ناز تصنیف ''رحمت کائنات'' بقول خود اپنے مقبول بارگاہ نبوی ﷺ میں فرماتے ہیں:۔

{''وجود مثالی اور وجود حقیقی''}

احادیث میں لفظ تمثل آیا ہے اس کی تشریح سمجھنی ضروری ہے، ویسے بھی ایک اعتراض بظاہر وارد ہوتا ہے کہ جب ہم دیکھ رہے ہیں کہ جناب رسول اکرم ﷺ مدینہ

منورہ میں آرام فرما ہیں تو یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ مدینہ منورہ کے بغیر بھی کبھی دوسری جگہ جلوہ افروز ہوتے ہیں اس کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ وجود مثالی کو سمجھا جائے، دنیا میں ہر چیز کے دو وجود ہیں ایک تو وہ جو ہم کو نظر آرہا ہے اور ایک وہ جو ہم کو نظر نہیں آتا۔ حقیقی وجود وہی ہے جو ہم کو نظر نہیں آتا جو نظر آتا ہے وہ اس کا لباس ہے۔

(رحمت کائنات ص:۳۰۱)

☆ نیز حسینی صاحب موصوف فرماتے ہیں:۔

امام غزالی ؒ نے تفصیل سے بحث کرتے ہوئے وجود کی پانچ اقسام بیان فرمائی ہیں، ان کے ہاں وجود مثالی ہی وجود حسی ہے جیسا کہ وہ بیان فرماتے ہیں:۔

ترجمہ: وجود حسی وہ ہے جو آنکھوں میں تو آجاتا ہے مگر خارج میں اس کا وجود نہیں ہوتا (فیصل التفرقہ ص:۱۸) یہ وجود مثالی شرعاً معتبر ہے، دین میں اس کا اعتبار ہے اور اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں ہے۔

(رحمت کائنات ص:۳۰۳)

☆ مزید فرماتے ہیں:۔

وجود مثالی سب کے لئے ثابت ہے آنحضرت ؐ نے کئی انسانوں کو بھی وجود مثالی میں دیکھا ہے کہ جیسا کہ عبد الرحمٰن بن عوف ؓ کے متعلق جب کہ وہ گھر میں سورہے تھے آپ ؐ نے فرمایا: رأیت عبد الرحمن بن عوف دخل الجنة حبواً، میں نے عبد الرحمٰن بن عوف ؓ کو دیکھا کہ وہ جھک کر جنت میں داخل ہوا۔

(رحمت کائنات ص:۳۱۳)

☆ یہی موصوف حسینی صاحب ص:۳۱۵ پر فرماتے ہیں:۔

اب یہ بات کہ بدن ایک جگہ ہو تو دوسری جگہ وجود مثالی کس طرح ظاہر ہو سکتا ہے، سمجھ میں آچکی ہوگی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کا دوسرے مقامات پر نظر آسکنا درست ہے، جیسا کہ علامہ انور شاہ کاشمیری ؒ نے فرمایا ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ کا

روح مبارک کبھی وجود مثالی کے ساتھ جلوہ افروز ہوتا ہے اور کبھی بیداری میں جلوہ افروز ہوتا ہے۔

☆ موصوف حسینی صاحب علامہ انور شاہ صاحب ؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔

اور آنحضرت ﷺ کا روح مبارک اپنے مثالی بدن کے ساتھ رونما ہوا کرتا ہے۔۔۔۔الخ

(رحمت کائنات ص:۳۱۷)

☆ غالی اتحادیوں کے پیر ومرشد قاضی زاہد الحسینی صاحب لکھتے ہیں:۔

مجاہد جلیل حضرت سید اسماعیل شہید ؒ نے فرمایا جو آدمی وجود مثالی کا انکار کرتا ہے، وہ اہلسنت والجماعت میں سے ہر گز نہیں، بلکہ اس کو اعتزال کی بو ہے۔ اس وجود مثالی کے انکار سے ہزار سے زیادہ نصوص کی تاویل کرنی پڑتی ہے۔

(نجات دارین ص:۲۵۵)

تبصــــرہ:۔

اتحادی مرشد زاہد الحسینی صاحب کا فتویٰ ہے کہ وجود مثالی کا منکر اہلسنت سے خارج ہے، جبکہ غالی مریدوں کا فتویٰ یہ ہے کہ جسم مثالی کا قائل مرزائی، نور بخشی، کافر ہے۔ مذہبی خودکشی کی یہ مثال اور کسی فرقہ میں کہاں دستیاب ہوگی؟ کہ پیر صاحب کے نزدیک تمام مرید اہلسنت سے خارج اور معتزلی ہیں۔ جبکہ مریدوں کے نزدیک پیر صاحب نور بخشی، رافضی، اور ملت اسلام سے خارج ہیں۔

{بغاوت نمبر 4}

{خطرناک دھاندلی}

قرآن کریم کی آیت: أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْماً أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ

مِائَةَ عَامٍ.... الآية

اس قرآنی بیان سے یہ حقیقت خوب روشن تھی کہ موت کے بعد کوئی بھی (نبی یا غیر نبی) ہو، دنیا و مافیہا کے حالات سے بے خبر ہوتا ہے۔ سو سال کے طویل عرصہ میں مرنے والے کو انقلابات زمانہ، رات اور دن کا آنا اور جانا، موسموں کا بدلنا، بارشوں کا آنا، ہواؤں کا چلنا، بادلوں کا گرجنا، بجلیوں کا چمکنا، پرندوں کا چہچہانا، غرض کسی چیز کا بھی ادراک نہیں ہو سکا۔ حتیٰ کہ اپنے حالت موت میں رہنے کی مدت کا بھی علم نہیں ہوا۔ اس لیے تو سو سال کے طویل عرصے کے بعد جب زندہ ہوتے ہیں تو عرض کرتے ہیں پورا دن ٹھہرا ہوں یا پورے دن سے بھی کم۔ جس سے مسئلہ بالکل واضح ہے کہ جب مرنے والے کو اپنے حالات کا پتہ نہیں۔ تو دوسروں کی پکار و فریاد کا پتہ کیسے چل سکتا ہے۔ اور موت کے بعد اہل دنیا کا کلام کیسے سن سکتا ہے؟۔

اس واقعہ میں جس ہستی کا ذکر ہے ان کا اسم گرامی حضرت عزیزؑ ہے، جو اللہ کے برگزیدہ نبی تھے۔

قرآن کریم کے اس واضح بیان نے اتحادی غالیوں کے سب بہانوں کو رد کرتے ہوئے ان کے عقیدہ سماع عادی کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں۔ اس لیے اس قرآنی بیان کو مسخ کرنے کے لیے اتحادی حضرات نے کئی قسم کے شوشے چھوڑے ہیں۔

☆ چنانچہ اکاڑوی صاحب فرماتے ہیں:۔

ایک قول تو یہ بھی لکھا ہے کہ کوئی کافر تھا، بعض نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ یرمیا کا ہے، بعض نے لکھا کہ یہ واقعہ عزیر کا ہے، لیکن جن میں یہ لکھا ہے کہ عزیر نبی ہیں وہ ضعیف قول ہے اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ ان کا نہیں ہے۔ .... تو عزیر کا یہ واقعہ نہیں بنتا۔

(انباء الاذکیاء ص: ۴۶۴، ۴۶۵)

☆ اتحادی گروہ کے پیر و مرشد جناب امیر خدام اہل السنہ

قاضی مظہر حسین صاحب فرماتے ہیں:۔

حضرت عزیر کا واقعہ قرآن شریف میں جو قصہ حضرت عزیر کا ہے، ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ معلوم نہیں یہ عزیرؑ ہیں یا کوئی اور؟ یقینی بات نہیں وہ ایک گدھے پر سوار تھے ..... الخ (یادگار خطبات ص: ۱۰۲)

اوکاڑوی تحقیق کے مطابق یہ واقعہ حضرت عزیرؑ نبی کا نہیں، کسی کافر کا ہے۔ قاضی مظہر صاحب کے نزدیک قرآن میں حضرت عزیرؑ کا واقعہ ہے۔ البتہ ابوداؤد میں یہ ہے کہ معلوم نہیں یہ عزیر ہیں یا کوئی اور۔ (ابوداؤد میں یہ قطعاً نہیں کہ یہ عزیرؑ ہیں یا کوئی اور۔ از راقم)

{مرید کا پیر کو چیلنج}

ماسٹر امین صفدر اکاڑوی انعامی چیلنج کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جیسے ان کی عادت ہوتی ہے جہلم میں یہی ہوا کہ انہوں نے کہا کہ عزیر کا واقعہ قرآن میں ہے ہم نے کہا دس لاکھ کا انعام دیں گے اگر وہاں عزیرؑ کا نام دکھا دیں۔ (تریاق اکبر)

تبصرہ:۔

قاضی مظہر صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں جو قصہ حضرت عزیر کا ہے، جب کہ اکاڑوی صاحب کہتے ہیں جو کوئی حضرت عزیر کا واقعہ قرآن سے دکھا دے، دس لاکھ روپے انعام دیں گے۔ تو اب پیر طریقت قاضی مظہر حسین صاحب کا فرمان دو حال سے خالی نہیں یا تو قاضی مظہر حسین صاحب نے قرآن پاک پر جھوٹ بولا ہے اور وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا... الآية) کا مصداق ٹھہرے ہیں اور اگر قاضی صاحب نے سچ فرمایا ہے تو اتحادی زبدۃ المحدثین

ماسٹر صاحب نے دس لاکھ کا چیلنج فرما کر انتہائی حماقت و جہالت کا ثبوت پیش کیا ہے۔

{تحقیق اکابر}

☆ علامہ ابو حیان اندلسیؒ فرماتے ہیں:۔

هو عزير قاله علي وابن عباس وعكرمة و ابوالعالية وسعيد بن جبير و قتادة و الربيع والضحاك ومقاتل وسليما ن بن بريدة وناجية بن كعب وسالم الحواس

(البحر المحیط، تحت آیت مذکورۃ)

یعنی جس شخص کا یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ حضرت عزیزؑ ہی تھے، حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ (دونوں صحابیؓ) عکرمہ، ابو العالیہ، سعید بن جبیر، قتادہ، ربیع، ضحاک، مقاتل، سالم وغیرہم (تابعینؒ) حضرات یہی فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عزیزؑ ہی تھے۔

☆ اسی طرح علامہ سیوطی نے در منثور میں فرمایا:۔

عبد ابن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور امام بیہقیؒ نے شعب ایمان میں فرمایا:۔

عن علي ابن طالب في قوله مر على قرية قال خرج عزير نبي الله من مدينته ..

یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت عزیرؑ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔

(در منثور ص:۳۳۱)

☆ علامہ آلوسیؒ نے حضرت ابن عباسؓ، حضرت عبد اللہ ابن سلامؓ، قتادہ، ربیع، ضحاک، سدی اور خلق کثیر کا یہی قول ذکر کیا ہے کہ یہ حضرت عزیرؑ نبی تھے۔

(تفسیر روح المعانی)

☆ اسی طرح علامہ نسفی حنفیؒ اور خطیب شربینیؒ فرماتے ہیں:۔

کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ حضرت عزیرؑ ہی تھے۔

(دیکھیں روح المعانی، سراج منیر)

☆ مرشد تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

روح المعانی بروایت حاکم حضرت علیؓ سے اور بروایت اسحٰق حضرت ابن عباسؓ و عبد اللہؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ شخص حضرت عزیرؑ ہیں، اس واسطے احقر نے اثنائے ترجمہ میں تصریح کر دی کہ ان کو بعث کا یقین تھا۔

(آخری جملہ سے حضرت تھانویؒ کا موقف واضح ہے)

☆ خلیفہ ارشد مرشد تھانویؒ علامہ عبد الماجد دریا آبادیؒ فرماتے ہیں:۔

الَّذِي مَرَّ مفسرین نے زیادہ تر مراد حضرت عزیرؑ نبی سے لی ہے، سلسلہ اسرائیلی کے ایک مشہور پیغمبر گزرے ہیں۔ یہی قول حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ وغیرہ صحابہ سے بھی مروی ہے، ایک قول حضرت یرمیاہ نبی سے متعلق نقل ہوا ہے۔ یہ بھی اسرائیل سلسلہ کے پیغمبر ہوئے ہیں۔ (تفسیر ماجدی)

☆ شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں:۔

وہ شخص حضرت عزیرؑ پیغمبر تھے اور تمام تورات ان کو یاد تھی، بخت نصر کافر بادشاہ تھا اس نے بیت المقدس کو ویران کیا اور بنی اسرائیل کے بہت لوگوں کو قید کر کے لے گیا، ان میں حضرت عزیرؑ بھی تھے۔ جب قید سے چھوٹ آئے تب حضرت عزیرؑ نے راہ میں ایک شہر

دیکھا......الخ (تفسیر عثمانی)

☆ سحبان الہند علامہ احمد سعید دہلویؒ فرماتے ہیں:۔

حضرت علیؓ، ابن عباسؓ، حسن، قتادہ وغیرہم کا قول ہے کہ یہ حضرت عزیرؑ تھے، اس قول کو ابن کثیر نے مشہور کہا ہے۔ نیز حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ شخص حضرت عزیرؑ پیغمبر تھے۔ (تفسیر کشف الرحمٰن)

☆ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے بھی اس واقعہ میں مذکور شخص سے مراد حضرت عزیرؑ ہی لیے ہیں اور اپنی کتاب ازالۃ الریب میں واقعہ مذکورہ سے حضرت عزیرؑ کے عدم علم غیب پر استدلال کیا ہے۔ (دیکھیں ازالۃ الریب)

☆ اتحادی امام الزاہدین قاضی زاہد الحسینی صاحب فرماتے ہیں:۔

اسی طرح حضرت عزیرؑ کو اس امر کا مشاہدہ کراتے ہوئے فرمایا:

فَأَمَاتَهُ اللهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ، سو اللہ تعالیٰ نے اس عزیرؑ کو سو برس تک مردہ رکھا پھر اس کو زندہ کر کے اٹھایا اور پھر پوچھا کہ تو کتنے دن اس حالت میں رہا، حضرت عزیرؑ نے جواب دیا کہ ایک دن رہا ہوگا یا ایک دن سے بھی کم الخ

(رحمت کائنات)

لطیفہ:

قاضی صاحب موصوف کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

سو اللہ تعالیٰ نے اس عزیرؑ کو سو برس تک "مردہ" رکھا۔

اب ذرا اکاڑوی صاحب کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرماتے جائیں:

نبی کو مردہ کہنے والے گستاخ اور مردار ہیں۔ (خطبات صفدر، حصہ سوم)

قاضی صاحب نے اقرار کیا ہے کہ ان آیات میں واقعہ حضرت عزیرؑ کا ہے، نیز قاضی صاحب نے ترجمہ میں اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی کو مردہ لکھا ہے۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں مفتیان اتحاد کہ قاضی زاہد الحسینی صاحب حضرت عزیرؑ کا نام لے کر مردہ کہہ رہے ہیں، جبکہ آپ کے ماسٹر اکاڑوی صاحب نبی کو مردہ کہنے والوں کو گستاخ اور بے ادب اور مردار کہتے ہیں۔ تو آیا قاضی زاہد الحسینی صاحب اور ان کی اس عبارت کو درست سمجھنے والوں اور قاضی صاحب کو پیر و مرشد ماننے والوں کو مسلمان کہا جائے گا یا بے ادب، گستاخ اور مردار......الخ، یا، اتحادی زبدۃ المحدثین ماسٹر اوکاڑوی کے فتویٰ کو کذب اور افتراء پر محمول کیا جائے؟

بینوا افافھموا ولا تکونوا من الجاھلین.

حضرات گرامی!!

آپ حضرات نے اکابرین امت کی تحقیق بھی ملاحظہ فرمائی اور اکاڑوی صاحب کی تحقیق بھی۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ تمام اکابرین امت مذکورہ واقعہ، حضرت عزیرؑ نبی کا قرار دیتے ہیں، جبکہ اوکاڑوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ شخص کافر تھا۔ تمام اکابر سے بغاوت اختیار کر کے ایسا ایمان شکن رویہ کس چیز کی غمازی کرتا ہے۔

لطیفہ:

"امام اہل السنۃ نمبر مجلہ المصطفیٰ شائع کردہ دار العلوم مدنیہ ماڈل ٹاؤن بہاولپور ص:۲۹۹" پر ہے:۔

امام اہل السنت والجماعۃ (سرفراز خان صفدر، معیار دیوبندیت) کے عنوان سے لکھا گیا ہے کہ (حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نے) اپنی کتب میں جو کچھ بھی تحریر کیا وہ بالکل قرآن و سنت، مسلک احناف، نظریات علماء دیوبند کے عین مطابق ہے، اس سے سر مو انحراف بھی گمراہی اور سم قاتل ہے۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں اتحادی مفتیان کرام، کہ تمام اکابرین سمیت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب اس واقعہ میں مذکور شخص سے مراد حضرت عزیر پیغمبر لے رہے ہیں جبکہ اتحادی گروہ کے موجد ماسٹر اکاڑوی صاحب کہتے ہیں یہ عزیر پیغمبر نہیں تھے بلکہ کوئی کافر تھا اور آپ حضرات کے نزدیک مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کی کتب سے سر مو انحراف بھی گمراہی ہے، تو ماسٹر اکاڑوی صاحب کو اکابر کا باغی اور گمراہ سمجھا جائے یا امام اہل السنۃ نمبر کو جھوٹ تصور کیا جائے؟ بینوا، اعدلوا!

﴿اہم انکشاف﴾

ماسٹر اکاڑوی صاحب نے تمام اکابرین اہل السنۃ بالخصوص علماء دیوبند سے بغاوت اور بداعتقادی کر کے جو حضرت عزیرؑ کے واقعہ کا انکار کیا ہے اس کی بنیاد بریلوی محقق اشرف سیالوی کی کتاب جلاء الصدور ہے۔ سبحان اللہ۔ اپنے آپ کو پکا دیوبندی کہلوانے والے اور اتباع اکابر کا شور مچانے والے مصلحت اور ضرورت کی خاطر تحقیقات اکابر کی دھجیاں بکھیر کر بریلویوں کی گود میں بیٹھنا سعادت سمجھتے ہیں اور جو غریب اہل بدعت کی تحقیقات کو ٹھکرا کر اکابر کی تحقیقات پر اعتماد کرے اس پر کئی قسم کے الزامات واتہامات لگائے جاتے ہیں۔ نیز اتحادی گروہ کی تحقیقات کا زیادہ تر ماخذ سیالوی صاحب کی یہی زٹلیات ہی ہیں۔

اتحادیوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں
ہے اعتراض غیروں پر اپنی خبر نہیں

{بغاوت نمبر 5}

{اکابر پر تحریف اور مخالفت اجماع کا الزام}

توضیح

☆ ایک روایت میں ذکر ہے کہ جب مردے کو دفن کرنے والے واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔۔۔۔الخ اس روایت کا ظاہر معنی چونکہ نصوص قرآنیہ کے خلاف تھا۔ اس لیے اکابر نے اس کے متعدد جواب دیے۔

الجواب الاول:۔ انّہ وان صح سندہٗ لکنّہ معلول من جھۃ المعنی بعلّۃ تقتضی عدم ثبوتہ عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وھی مخالفتہ للقرآن. فافہم. وانّما الدخول فلانّ المراد۔

(فتاویٰ شامی جلد ۵ ص:۶۹۸)

یعنی خبر واحد قرآن پاک کے خلاف ہونے کی وجہ سے حجت نہیں، بعض حضرات نے یہ جواب دیا کہ یہ سرعت اتیان ملائکہ سے کنایہ ہے۔ حضرت علامہ رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے یہ فرمایا کہ "لیُسمع" مضارع مجہول کا صیغہ ہے اور قرع نعالھم اس کا نائب فاعل ہے۔ اور مطلب یہ کہ لوگ میت کو دفن کر کے جب واپس مڑتے ہیں۔ تو وہ قبر سے ابھی اتنے ہی فاصلے پر پہنچتے ہیں کہ قبر کے پاس ان کی جوتیوں کی آواز سنی جا سکتی ہے کہ فرشتے پہنچ جاتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خود مردہ جوتیوں کی آواز سنتا ہو۔

بعض اکابر نے علی وجہ التسلیم یہ جواب دیا کہ اس روایت سے عموم احوال و اوقات میں سماع میت ثابت کرنا درست نہیں، یہ سماع ابتداء دفن کے ساتھ خاص ہے۔ پہلی توجیہات کا تو اوکاڑوی صاحب سے کوئی جواب نہ بن سکا۔

البتہ تیسری توجیح پر برہم ہو کر بعض اکابرین کو
"محرف اور نصوص کا منکر" قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اس کو ابتداء دفن کے ساتھ مختص کرنا ان نصوص کے خلاف ہے جن میں بصیغہ خطاب اہل قبور کو سلام کا حکم ہے اور یہ سلام کسی کے نزدیک بھی ابتداء دفن کے ساتھ مختص نہیں۔ آج کل بعض اس کی بھی تاویل کرتے ہیں السلام علیکم یا اھل القبور میں خطاب مقصود نہیں محض ان کے لئے دعا کرنا مقصود ہے۔ یہ تاویل نہیں بلکہ تحریف ہے کیونکہ سلام تو ہر جگہ سے ہو سکتا ہے لیکن یہ خطاب کا صیغہ پوری امت صرف قبر پر جا کر پڑھتی ہے۔ پوری امت کے اجماع کے خلاف یہ تاویل کیوں کر گوارا ہو سکتی ہے؟ (تریاق اکبر بزبان صفدر ص:۳۸۵)

{اوکاڑوی اہداف}

☆ روایت قرع نعال کو اول وضع کے ساتھ خاص کرنا نصوص کے خلاف ہے۔

☆ "السلام علیکم یا اہل القبور" سے مردوں کے حق میں دعا مراد لینا اور مردوں کا سماع نہ ماننا تحریف ہے اور اجماع کے خلاف ہے۔

{تحقیق اکابر}

☆ مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی ؒ فرماتے ہیں:۔

سوال: قبرستان سے گزرتے ہوئے السلام علیکم یا اھل القبور، حالانکہ یا حرف ندا ہے اور حرف ندا صرف سننے و جواب دینے والے حاضر یعنی مخاطب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح دیار حبیب میں پہنچ کر روضہ اقدس پر کھڑے ہوئے السلام

علیک یارسول اللہ ﷺ و یا حبیب اللہ کہتے ہیں ان دونوں باتوں میں حرف ندا جو کہا جاتا ہے، کیا یہ جائز ہے، اگر جائز ہے تو یا محمد، یا علی، کس لئے ناجائز ہے؟
المستفتی نمبر ۱۴۴۹ محمد فضل اللہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ، 23 مئی 1937ء

جواب: قبرستان میں جا کر السلام علیکم یا اھل القبور کہنا جائز ہے، آنحضرت ﷺ نے یہ تعلیم دی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کو عذاب سے سلامتی کی دعا دینا مراد ہے یا بیشک حرف ندا ہے مگر ندا اور خطاب کبھی نہ سننے والے کو بھی کر دیا جاتا ہے جیسے **هل انت الا اصبع دميت. وفي سبيل الله ما لقيت**..الخ (کفایت المفتی ج: چہارم، ص:۱۹۲)

☆ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی ؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:۔

مردے کی طرف سے جواب ملنا کتب صحاح سے ثابت نہیں۔ اگرچہ غیر صحاح کی روایت میں ہے جس کی اسناد میں کلام ہے، صحاح کی روایات میں صرف السلام علیکم کہنے کا حکم ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ مردہ اگرچہ نہ سنتا ہے اور نہ ہی جواب دے سکتا ہے مگر قبر پر یہ الفاظ محض زائر کے لئے عبرت ہونے کی وجہ سے مشروع ہیں۔ چنانچہ **انتم لنا سلف ونحن لكم خلف وفي بعض الروايات** ...... یہ جمل اس کے مشعر ہیں کہ مقصد اعتبار للزائر ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

(احسن الفتاوی ص:۱۹۴، ج:۴)

{خلاصہ ارشادات اکابر}

☆ (السلام علیکم یا اھل القبور) مردوں کے حق میں دعا ہے۔

☆ ان دعائیہ الفاظ سے مردوں کا سننا ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا۔

☆ خطاب کو سماع لازم نہیں، اس لیے خطاب کے لفظ سے سماع پر استدلال کر... درست نہیں۔

☆ کسی صحیح روایت میں مردوں کا سلام سننا اور جواب دینا ثابت نہیں۔

☆ جن روایتوں میں مردوں کے سلام سننے اور جواب دینے کا ذکر ہے ان کی سند میں کلام ہے۔

تبصرہ:۔

☆ اوکاڑوی صاحب کے نزدیک قرع نعال کو اول وضع کے ساتھ خاص کر... نصوص کے خلاف ہے' جبکہ اکابر جیسے ابن الہمامؒ، علامہ شامیؒ وغیرہ نقل کرتے ہیں... دیکھیں (فتح القدیر ص ۶۹ جلد ۲، شامی ص ۱۸۰ جلد ۳) تو اب نصوص کی مخالفت کا الزام کس پر ہوگا؟

☆ حضرت... اوکاڑوی صاحب (السلام علیکم یا اھل القبور) کو مردوں کے حق میں دعا قرار دینا، تحریف اور اجماع کی مخالفت بتاتے ہیں۔ جبکہ اکابر حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ وغیرہ "السلام علیکم یا اہل القبور" کو مردوں کے حق میں دعا قرار دیتے ہیں۔

تو اب کیا تحریف اور اجماع کی مخالفت کا الزام حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مفتی رشید احمد صاحبؒ جیسے بزرگوں پر نہیں عائد ہوتا۔۔۔؟

☆ اوکاڑوی صاحب خطاب کے لئے سماع کو لازم قرار دیتے ہوئے، ان حضرات پر محرف ہونے کا فتویٰ لگاتے ہیں' جو حضرات خطاب کے لئے سماع لازم نہیں سمجھتے۔

فائدہ:۔

اوکاڑوی صاحب نے اپنی اس تحقیق انیق میں بھی بریلویہ کی نقالی کی ہے۔ اس کے نتیجہ میں اکابرین امت کو محرف اور اجماع کا منکر قرار دے دیا۔

علماء بریلویہ زور لگایا کرتے ہیں کہ جب ہم نماز میں السلام علیک ایھا النبی پڑھتے ہیں تو اس میں ایھا النّبی خطاب کا صیغہ ہے اور خطاب کے لئے سماع لازم ہے۔ تو معلوم ہوا آپ ہر وقت دور و نزدیک سے ہر نمازی کا سلام سنتے ہیں اور یہی مطلب ہے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا۔ اگر آپ ہر نمازی کے سلام کو سنتے نہیں تو پھر غائب کا صیغہ کیوں نہیں آیا، پوری امت خطاب کے صیغہ سے ہی سلام کرتی آئی ہے۔ لہٰذا اس کو حکایت پر معمول کرنا اور سماع مراد نہ لینا اجماع کے خلاف ہے۔ جبکہ عالم ربانی حضرت علامہ رشید احمد گنگوہی صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود خطاب سلام کا سنتے ہیں وہ کافر ہے خواہ وہ السلام علیک کہے یا السلام علی النبی۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ص: ۱۶:

بحوالہ تفریح الخواطر، مصنفہ مولانا سرفراز خان صفدر)

{فیصلہ صفدری}

مولانا سرفراز خان صاحب بریلویہ کے "السلام علیك ایھا النّبی" سے استدلال کے جواب میں فرماتے ہیں:

ہر زبان میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ کہ کسی غائب ہستی کے فرضی طور پر تصور کرنے اور تخیل کے طور پر اپنے دل میں حاضر سمجھ لینے پر اس سے خطاب کیا جاتا ہے۔ اس لیے نہیں کہ وہ حقیقتاً حاضر و ناظر ہوتا ہے۔ بلکہ یہ محض اپنے تخیل پر مبنی ہوتا ہے۔

(آنکھوں کی ٹھنڈک ص: ۱۷۰)

نیز فرماتے ہیں:۔

اگر ہم السلام علیک سے حکایت نہ سمجھیں' بلکہ صرف اور محض دعا اور انشا ہی

سمجھیں، تو بھی اس سے حاضر و ناظر مراد لینا قطعاً باطل ہے۔ جیسا کہ ہم اپنے خطوط میں دور دراز ملکوں میں اپنے دوستوں، بھائیوں اور اکابر کو السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ لکھا کرتے ہیں۔ تو اس کا یہ معنیٰ تو نہیں ہوتا کہ وہ سب ہمارے پاس حاضر اور موجود ہوتے ہیں، ورنہ ان کو خط لکھنے ہی کی کیا ضرورت ہے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ جب ہمارا خط بزرگوں اور دوستوں کو پہنچ جائے گا تو اس وقت ان سے خطاب ہو جائے گا۔

(آنکھوں کی ٹھنڈک ص:۱۶۵)

تبصرہ:۔

ان عبارات اکابر سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ اکابر علماء دیوبند کے نزدیک السلام علیکم ...... الخ، السلام علیک ایھا النبی، کے صیغہ خطاب سے مقصود خطاب ہرگز نہیں اور نہ ہی اس طرح کے خطاب کے لئے سماع لازم ہے بلکہ یہ دعا ہے اہل قبور کے حق میں۔ جب کہ اکاڑوی صاحب کے نزدیک اس جملہ سے دعا مراد لینا تحریف اور اجماع کے خلاف ہے۔

تو اب دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو اتحادی گروہ کے بانی اکاڑوی صاحب کو محرف اور اکابر کا باغی تسلیم کیا جائے۔ یا پھر معاذ اللہ، اکابرین کو محرف اور اجماع امت کے منکر کہا جائے۔ ہمارے نزدیک پہلی صورت ہی متعین ہے۔

ے اے چشم شعلہ بار ذرا دیکھ تو سہی　　یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

* * * * * * * * * * * * *

* * * * * * * * * * * * * * * * * * *

* * * * * * * * * * * *

{بغاوت نمبر 6}

{اکابر علماء دیوبند پر مرزائیت کا الزام}

تکمیذ حضرت اوکاڑوی، مولوی اسماعیل محمدیؒ نے اہل حق کو مرزائی ثابت کرنے کے لیے درج ذیل وجوہات ذکر کی ہیں:۔

مرزائی	مماتی
حضرت عائشہؓ ختم نبوت کی منکرہ ہیں۔	حضرت عائشہؓ سماع کی منکرہ ہیں۔
مرزائی حضرت صدیق اکبرؓ کے خطبہ سے عدم حیات ثابت کرتے ہیں۔	خطبہ صدیق اکبرؓ سے عدم حیات النبی ﷺ ثابت کرتے ہیں۔
مرزائی جو آیات حیات عیسیٰ کے انکار ہیں	حیات النبی ﷺ کی آیات قرآن پاک کے خلاف (لعنۃ اللہ علی الکاذبین)
مرزا ظلی اور بروزی نبی آ سکتا ہے۔	نبی کا جسم مثالی بھی ہوتا ہے۔
وفات عیسیٰ قرآن سے ثابت ہے۔	وفات النبی قرآن سے ثابت ہے۔

(مقدمہ تعویذ المسلمین، محمد اسماعیل)

{اسماعیلی اہداف}

مولوی اسماعیل صاحب نے نقشہ بالا میں پانچ امور کو مرزائیت کی پہچان اور معیار قرار دیا ہے:۔

☆ حضرت عائشہؓ کو سماع کا منکر بتلانا۔
☆ خطبہ صدیقؓ سے عدم حیات یعنی وفات النبی ﷺ ثابت کرنا۔
☆ حیات النبی ﷺ کی آیات کو قرآن کے خلاف بتلانا۔

☆ نبی کریم ﷺ کا جسم مثالی ماننا۔

☆ وفات النبی ﷺ قرآن سے ثابت کرنا۔

ان پانچ امور میں سے ایک امر جس میں جسم مثالی کی بحث گزر چکی ہے۔ اور آپ دیکھ چکے ہیں کہ غالیوں کے اس فتویٰ سے تمام اکابر مرزائی ٹھہرتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ اور مولوی اسماعیل صاحب کا یہ ارشاد کہ "حیات النبی ﷺ کی آیات قرآن کے خلاف ہیں" قابل دید ہے۔ اب کون پوچھے کہ حیات النبی ﷺ کی کون سی آیات ہیں اور کس نے اس کو قرآن کے خلاف قرار دیا ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ بغض اکابر میں مولوی موصوف ایمان کے ساتھ عقل سے بھی فارغ ہو چکے ہیں۔ اس لیے ایسی مہمل اور بے معنی عبارت داغ دی ہے۔ کہ شاید جس کی مثال قادیانی دھرم میں بھی دستیاب نہ ہو سکے۔

باقی رہے اسماعیل موصوف کے تین امور جو ان کے نزدیک معیار مرزائیت ہیں تو ان کی حقیقت انتصاراً پیش خدمت ہے۔ عناد و تعصب سے ہٹ کر ایمان و انصاف کے ساتھ غور فرمائیے کہ اسماعیلی من گھڑت معیار مرزائیت سے خیر القرون سے لے کر اکابر دیوبند تک تمام امت کیسے مرزائی ٹھہرتی ہے۔ معاذ اللہ۔

{اسماعیلی معیار کے امر اول کی زد میں آنے والے اکابر}

سیدہ عائشہؓ اور سماع موتیٰ۔۔

☆ عالم ربانی علامہ رشید احمد صاحب گنگوہی دیوبندیؒ فرماتے ہیں:۔

واستدلّ المنکرون ومنھم عائشة رضی اللہ عنہا و ابن عباس رضی اللہ عنہ ومنھم الامام لقوله تعالیٰ: اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی...

(الکوکب الدری ص: ۳۱۹، ج: ۱)

یعنی جن لوگوں نے سماع موتیٰ کا انکار کیا ہے ان کا متدل اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی ... الآیة ہے اور اس آیت سے استدلال کر کے سماع کا انکار کرنے والوں میں حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، امام اعظم ابوحنیفہؒ۔

☆ سحبان الہند علامہ احمد سعید دہلویؒ فرماتے ہیں:۔

حضرت عائشہؓ نے اس آیت سے مردہ کے نہ سننے پر استدلال کیا ہے اور یہی اکثر مشائخ حنفیہ کا قول ہے۔

(تفسیر کشف الرحمٰن)

☆ مفتی اول دیوبند مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندیؒ فرماتے ہیں:۔

حنفیہ سماع موتیٰ کا انکار کرتے ہیں اور حضرت عائشہؓ کا یہی مذہب ہے اور آیات قرآنیہ اسی پر دال ہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص: ۵۸۱، ج: ۵)

☆ مناظر اسلام علامہ محمد منظور نعمانی دیوبندیؒ فرماتے ہیں:۔

امام ابوحنیفہؒ سماع اموات کے منکر ہیں، ہمارے اکابر علماء حضرت امام اعظمؒ اور جمہور کی طرح حضرت ام المؤمنین کے مسلک کو راجح اور قوی سمجھتے ہیں۔ آج کل کے اہل بدعت بھی کیونکہ سماع موتیٰ کے قائل ہیں، اسی لئے انہوں نے بھی ایک شاخسانہ نکالا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور مشائخ حنفیہ سماع کے قائل ہیں، یہ ان کی صریح جہالت ہے۔ (ستہ ضروریہ ص: ۳۶)

☆ مورخ اسلام علامہ سید سلیمان ندویؒ

قلیب بدر کی روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

حضرت عائشہؓ سے جب یہ روایت بیان کی گئی تو انہوں نے کہا کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ ارشاد فرمایا:۔ انهم ليعلمون الآن، انّما قلت لهم حق، اس وقت بتحقیق جانتے ہیں کہ میں ان سے جو کچھ کہتا تھا وہ سچ تھا اس کے بعد حضرت عائشہؓ نے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی: اِنَّكَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰى... وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ... اے پیغمبر! تو مردوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتا، آپ ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں نہیں سنا سکتے۔

محدثین نے حضرت عائشہؓ کے استدلال کو مان کر ان دونوں روایتوں میں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔ قتادہؒ تابعی کہتے ہیں، تھوڑی دیر تک ان میں جان ڈال دی گئی تھی یعنی آنحضرت ﷺ کے لئے بطور معجزہ کے ان کافر مردوں میں سننے کی طاقت تھوڑی دیر کے لئے آ گئی تھی۔ (سیرت عائشہؓ)

☆ حضرت مولانا محمد احسن نانوتوی دیوبندیؒ (محشی کنز الدقائق) نے حنفیہ کا مسلک بیان کرتے ہوئے قلیب بدر کی روایت کا جواب دیا ہے، فرماتے ہیں:۔

ردّته عائشة... (حاشیہ کنز الدقائق، کتاب الایمان)

☆ اسی طرح حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:۔

قد اختلف اهل التاويل في المراد "الموتٰى" في قوله تعالٰى: اِنَّكَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰى... و كذلك المراد ب "مَنْ فِي الْقُبُوْرِ" فحملته عائشة على الحقيقة وهٰذا قول الاكثر...

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اِنَّكَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰى... اور وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ... کے بارے میں اہل تاویل کا اختلاف ہے۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے اس کو حقیقت پر محمول کر کے اصل قرار دیا، جس کے ساتھ ان کو رسول

اللہ ﷺ کے ارشاد ما انتم باسمع منهم.. الخ کی تاویل کی احتیاج ہوئی۔ اکثر محققین نے حضرت عائشہؓ کی تائید فرمائی ہے۔

☆ اسی طرح علامہ عثمانیؒ نے فتح الملہم ص:۸۷ ۴، ج:۲ میں

☆ علامہ عینی حنفیؒ نے عمدۃ القاری میں

☆ علامہ کرمانیؒ نے شرح بخاری میں

☆ اور دیگر محدثین اور فقہاء نے اپنی کتب میں تصریح کی ہے کہ ام المومنینؓ سماع موتی کی منکرہ تھیں۔

{اسماعیلی معیار کے امر دوم وسوم کی زد میں آنے والے اکابر}

☆ فحمد الله ابو بكر واثنى عليه، وقال: الا من كان يعبد محمدا ﷺ فان محمدا قد مات، ومن كان يعبد الله فان الله حي لا يموت. و قال: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر آیت ۳۰) وقال: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ. قال: فنشج الناس يبكون۔

(بخاری شریف حدیث: ۳۶۶۸)

حضرت ابو بکرؓ نے اللہ کی تعریف وثنا بیان کی، اور فرمایا: (لوگو دیکھو) اگر کوئی محمد ﷺ کو پوجتا تھا تو بے شک محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں۔ اور جو کوئی اللہ کو پوجتا تھا تو اللہ ہمیشہ زندہ ہے کبھی مرنے والا نہیں۔ اور فرمایا: (یہ آیات پڑھیں) اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر آیت ۳۰) وقال: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ....

پھر لوگ زار و قطار رونے لگے۔

ثم لقد بصّر ابو بکر النّاس الهدیٰ وعرّفهم الحق الّذی علیهم، وخرجوا به یتلون (وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ... (سورۃ آل عمران آیت:۱۴۴) (بخاری شریف حدیث:۳۶۶۹)

پھر ابو بکرؓ نے جو حق بات تھی ہدایت کی وہ لوگوں کو سمجھا دی، اور ان کو بتا دیا جو ان پر لازم تھا (یعنی اسلام پر قائم رہنا) اور لوگ یہ آیت پڑھتے نکلے: (وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ... (سورۃ آل عمران آیت:۱۴۴)

☆ بخاری شریف کی ان دونوں روایتوں سے واضح ہوا کہ سب سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ نے آپ ﷺ کی وفات کو قرآن کریم کی آیات سے ثابت فرمایا۔ وخرجوا به یتلون کے الفاظ سے واضح ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ نے ان آیات قرآنیہ سے آپ ﷺ کی وفات ہی سمجھی۔ اور آپ کی وفات ثابت کرنے کے لیے حضرت صدیق اکبرؓ کا خطبہ سننے کے بعد سب صحابہؓ انہی آیات کی تلاوت کرنے لگے۔

☆ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ باب مرض النبی و وفاته وقول الله تعالیٰ (إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ... ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِندَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ (سورۃ الزمر آیت ۳۰، ۳۱) پھر اسی باب کے تحت خطبہ صدیق اکبر ذکر فرماتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے بھی صراحت فرما دی کہ آپ ﷺ کی وفات آیات قرآنیہ اور خطبہ صدیق اکبرؓ ہی سے ثابت ہے۔

☆ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ فرماتے ہیں:۔

سوال:۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت یہی حیات دنیویہ ہے یا

دوسری حیات ہے جس کو حیات برزخیہ کہا جاتا ہے۔ یعنی انبیاء علیہم السلام کی موت سے ان کی حیات دنیویہ منقطع ہو کر بعد اس کے ان کو دوسری حیات ملی ہے یا یہی حیات دنیویہ ان کی مسلسل چلی گئی ہے۔ اور موت ان کی قاطع حیات دنیویہ کی نہیں بنی۔ نیز جو شخص موت انبیاء کو خصوصاً خاتم الانبیاء ﷺ کی موت دنیویہ کو نہ مانے اور آیات و احادیث موت کی تاویل کرے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حیات برزخیہ ہے جو دوسرے اموات کی حیات برزخیہ سے اقویٰ و اشد ہے اور جو شخص حضور ﷺ کی یا انبیاء کی موت دنیوی کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔ قال الله تعالیٰ: إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ. فسوّیٰ بینهم وبینه فی الموت فعلم ان موت الکل سواء، والله تعالیٰ اعلم۔ (امداد الاحکام جلد اول ص:۳۴۱، ۳۴۲)

سوال:۔ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ انبیاء کرام صلوات الله علیہم اجمعین اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ برزخی اور تمام دوسرے لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے۔ اسی طرح شہداء کی زندگی بھی برزخی ہے۔ اور انبیاء کی زندگی سے نیچے درجے کی ہے۔ دنیا کے اعتبار سے تو وہ سب اموات میں داخل ہیں۔ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ... اس کی صریح دلیل ہے۔ (کفایت المفتی ص:۸۰)

قارئین کرام۔۔!!

ذہن کی قوت فیصلہ اگر کسی غیر کی مٹھی میں رہن نہیں، تو اپنی آخرت کی فکر کے ساتھ انصاف کیجئے۔ کہ مولوی اسماعیل محمدی کے نزدیک حضرت عائشہؓ کو سماع موتیٰ کا منکر بتلانا مرزائیت کی روش ہے اور خطبہ صدیقؓ یا قرآن پاک سے آپ ﷺ کی وفات ثابت کرنا مرزائیوں کا کام ہے۔ جبکہ مذکورہ بالا عبارات اکابر سے یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا علامہ احمد سعید دہلویؒ اور ان کے مصدقین (۱) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد

صاحب مدنیؒ (۲) حضرت مولانا سید عبد الحمید دہلویؒ صاحب (۳) مفتی سید مہدی حسنؒ مفتی دار العلوم دیوبند (۴) مولانا عبد الوہاب صاحبؒ صدر آل انڈیا اہلحدیث (۵) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دار العلوم دیوبند (۶) حضرت مولانا قاری محمد ادریس صاحبؒ دہلوی (۷) حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند (۸) حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد زکریا صاحبؒ (۹) مفتی محمد بن حافظ صالحؒ رنگون (۱۰) حضرت مولانا عبد الصمد صاحبؒ نائب امیر شریعت (۱۱) شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ وغیرہ۔ مفتی اول دیوبند حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحبؒ، مناظر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ، فقیہ النفس حضرت مولانا محمد احسن نانوتویؒ، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، علامہ عینی حنفیؒ، علامہ کرمانیؒ، علامہ قسطلانیؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ، حضرت امام بخاریؒ، حضرت امام مسلمؒ وغیرھم اکابر حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو سماع موتیٰ کا منکر بتلاتے ہیں۔ اور اسی طرح جمیع صحابہ کرامؓ، حضرت امام بخاری اور جمیع شارحین بخاری حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ اور ان کے نگران حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اور ان کے معاون مولانا عبد الکریم والد مفتی عبد الشکور ترمذی صاحب اور مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ وغیرھم اکابر خطبہ صدیق اکبرؓ اور قرآنی آیات سے وفات النبیﷺ ثابت کرتے ہیں۔

تو کیا اسماعیلی معیار مرزائیت کے مطابق ان اکابرین امت میں سے کوئی ایک بھی مسلمان رہ سکتا ہے؟؟

سوچئے! کیا یہ آنکھوں سے لہو ٹپکنے کی بات نہیں ہے کہ اتباع اکابر کے نام پر یہ بد بخت باغی، تمام اکابر کو مرزائی ٹھہرا رہے ہیں۔ اور پھر بھی ان کی دیوبندیت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اور جو بے چارے ناموس اکابر کے پاسبان اور مشن اکابر کے ترجمان، اکابر کے اصول اپناتے ہوئے قرآن وسنت کی دعوت پیش کرتے ہیں۔ انہیں خروج از دیوبندیت کے طعنے دیے جاتے ہیں۔ یا للعجب۔

فیصلہ صفدری

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں:۔

☆ جو حضرات سماع موتیٰ کا انکار کرتے ہیں ان میں حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ، اور حضرت امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کرتے ہیں (اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى) کیونکہ جب کفار کو عدم سماع میں مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے تو معلوم ہوا کہ مردے نہیں سنتے۔ ورنہ یہ تشبیہ درست نہیں ہوتی۔

(سماع الموتی ص:۸۱ بحوالہ الکوکب الدری)

☆ وفات حضرات انبیاءؑ قطعی امر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی جاندار مخلوق کے لیے جو محکم اور اٹل فیصلہ صادر فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔ ہر نفس موت چکھنے والا ہے، اور اس ضابطہ سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔ نہ پیغمبر اور نہ شہید اور نہ کوئی اور۔ اور جلد یا بدیر ہر ایک پر موت وارد ہو کر رہے گی۔۔۔۔ آنحضرت ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ (اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ) بے شک تجھے بھی مرنا ہے اور وہ بھی مر جائیں گے۔ اور دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے کہ (افأن مت فهم الخلدون) پھر کیا اگر تو وفات پا جائے تو وہ رہ جائیں گے؟ اور ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی اس طرح ہے کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ۔۔ اور نہیں محمد ﷺ مگر رسول بے شک ہو چکے ان سے پہلے بہت رسول، پھر کیا اگر وہ وفات پا جائے یا شہید کر دیا جائے تو تم پھر جاؤ گے الٹے پاؤں۔ ان تمام آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جناب رسول ﷺ کی وفات بھی ایک قطعی اور حتمی امر ہے، جس کی ان آیات میں قبل از وقت خبر دی گئی۔

(تسکین الصدور ص:۲۱۵-۲۱۴)

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب
علامہ عبدالکافی السبکی کے حوالے سے فرماتے ہیں:۔

قرآن عزیز صراحت سے بتاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" بے شک تو بھی وفات پانے والا ہے، اور بلا شبہ وہ بھی وفات پانے والے ہیں"۔ اور خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں وفات پانے والا ہوں۔ حضرت صدیق نے فرمایا کہ تحقیق سے حضرت محمد ﷺ کی وفات ہوگئی ہے۔۔ الخ

(تسکین الصدور ص:۲۱٦)

تبصرہ:۔

اسماعیلی تحقیق کے مطابق حضرت عائشہؓ کو سماع موتیٰ کا منکر بتلانا مرزائیت ہے۔ اور اسی طرح خطبہ صدیق اکبرؓ اور قرآن سے وفات النبی ﷺ ثابت کرنا مرزائیت ہے۔ جبکہ مولانا سرفراز خان صاحب بڑے زور شور سے وفات النبی ﷺ بھی قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔ اور حضرت سیدہ عائشہؓ کو سماع موتیٰ کی منکرہ بھی بتاتے ہیں۔ اب بتایئے اگر مولوی اسماعیل محمدی کا یہ معیار درست ہے تو مولانا سرفراز خان صفدر صاحب خالص مرزائی ٹھہرتے ہیں۔ اب اس صورت حال میں سوا اس کے اور کیا رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ اتحادی گروہ جس طرح اکابر علماء دیوبند کا باغی ہے اسی طرح وہ بدبخت اپنے اکابر کا بھی باغی ہے۔

{بغاوت نمبر 7}

{اکاڑوی سینہ زوری کا نمونہ}

☆ اکاڑوی صاحب آیت: إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ (الروم آیت ۵۲) إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ (النمل آیت: ۸۰) وَمَا أَنتَ

بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ.... (فاطر آیت: ۲۲)

پر ماسٹری تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

یہ تینوں آیات میں کافروں کو مردوں سے تشبیہ دی گئی اور سب مفسرین کا اتفاق ہے کہ زندوں اور مردوں کے درمیان عدم سماع نہیں بلکہ عدم انتفاع ہے۔ جب وجہ تشبیہ عدم سماع نہ ہوئی بلکہ سننے کے بعد عدم انتفاع ہوئی، تو یہی تینوں آیتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مردے سنتے ہیں۔

☆ اتحادی پیر اللہ یار خان چکڑالوی لکھتے ہیں:۔

شیخ القرآن اور عنایت اللہ شاہ گجراتی سے پہلے ان آیات سے عدم سماع نہ صحابہ کرامؓ نے سمجھا، نہ تابعینؒ نے، نہ جمہور علماء نے، نہ اکابرین نے، نہ مشاہیر علماء نے، نہ اصاغر نے، نہ خلف نے، نہ کسی مفسر نے، نہ محدث نے، نہ کسی متکلم نے، نہ کسی فقیہ نے، نہ کسی فقہی مجتہد نے، نہ اصولیین نے سمجھا۔ (سیف اویسیہ ص:۷۲)

{خلاصہ تحقیق بغاۃ}

اکاڑوی، چکڑالوی خرافات ملاحظہ فرمائیں:۔

☆ ان تینوں آیات مبارکہ میں تمام مفسرین کے نزدیک تشبیہ عدم انتفاع میں ہے، عدم سماع میں نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مردے سنتے تو ہیں لیکن نفع نہیں اٹھاتے۔

☆ ان تینوں آیات کا مفہوم یہ ہے کہ مردے سنتے ہیں۔

☆ ان آیات مبارکہ سے شیخ القرآن اور سید عنایت اللہ بخاری رحمہما اللہ سے پہلے کسی نے بھی عدم سماع نہیں سمجھا۔

{تحقیق اکابر}

(۱) امام ربانی علامہ رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کے ایک سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اس آیت میں استعارہ ہے کہ کفار کو اموات اور اصم سے تشبیہ دی ہے اور مستعار منہ میں معنیٰ وجہ شبہ حقیقتاً ہوتے ہیں۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ میت اور اصم میں صلاحِ سماعت نہیں لہٰذا معنیٰ عدم اجابت کے جو مجاز ہے مشبہ بہ میں لینا کیسے درست ہوگا؟ البتہ مشبہ میں یہی مراد ہے۔ لہٰذا حسبِ قاعدہ مرجح جانب عدم سماع ہے۔۔۔۔ الحاصل ارجح مذہب عدم سماع کا ہے پس احادیث سماع میں تاویل مناسب ہے۔

(لطائف رشیدیہ ص:۹۸)

☆ نیز حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں:۔

جو حضرات سماع موتیٰ کا انکار کرتے ہیں ان میں حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ، اور حضرت امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کرتے ہیں (إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ) کیونکہ جب کفار کو عدم سماع میں مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے تو معلوم ہوا کہ مردے نہیں سنتے، ورنہ یہ تشبیہ درست نہیں ہوتی۔ اور جو یہ کہا گیا ہے کہ یہ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ۔۔۔ کے قبیل سے ہے تو یہ تام نہیں۔ کیونکہ اس بناء پر بعد کا یہ ارشاد إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا صحیح نہیں ہوتا۔ کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت واقتدار پہلی جزو میں ہے، اسی طرح دوسری میں بھی ہے۔ پس کیسے صحیح ہوگا کہ ایک نوع آنحضرت ﷺ کے لیے ثابت کی جائے اور دوسری کی نفی ہو۔ باقی سماع موتیٰ کے ثابت کرنے والے جو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بدر کے کنوئیں پر کھڑے ہو کر مقتولین بدر کو خطاب کیا تھا اور یہ صاف طور پر سماع موتیٰ پر دال ہے۔ تو اس کا جواب منکرین نے یہ دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مقتولوں کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹا دیں تا کہ وہ آنحضرت ﷺ کا خطاب سن لیں اور یہ ان کی زجر وتوبیخ اور ان کے عذاب کے اضافہ کے لئے تھا۔ اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے اس لئے خطاب کیا تھا تا کہ زندہ مشرکین قریش کا غصہ اس سے اور بڑھے اور آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے جو یہ فرمایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے، تو اس کا معنیٰ یہ ہے

کہ تم ان سے زیادہ نہیں جانتے۔ یہ تفسیر حضرت عائشہؓ نے کی ہے، سو یہ بھی سماع کی دلیل نہیں ہے۔ پس ظاہر یہ ہے کہ سماع کا انکار کیا جائے۔ اور ہمارے نزدیک یہی بات زیادہ صحیح ہے اور بحث اس مسئلہ میں طویل ہے یہ اس کا موقع نہیں ہے۔

(الکوکب الدری ج:۱ ص:۳۱۹ مترجماً) (سماع الموتیٰ)

{فرمودات گنگوہیؒ کا خلاصہ}

☆ ان آیات میں وجہ تشبیہ عدم سماع ہے۔ عدم انتفاع لینا کسی صورت میں بھی درست نہیں۔

☆ جس طرح بہرے میں سننے کی صلاحیت نہیں اسی طرح مردے میں بھی سننے کی صلاحیت نہیں۔

☆ ارجح مذہب یہی ہے کہ ان آیات کی روشنی میں مردے نہیں سنتے۔

☆ جن روایتوں میں مردوں کے سننے کی بات ہو ان کی تاویل کی جائے گی۔

(۲) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور جمہور علماء اکابر ان آیات کا مفہوم عدم سماع ہی لیتے ہیں۔

(۳) مفسر قرآن حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ان آیات سے عدم سماع ہی مراد لیتے ہیں۔

(دیکھیں الکوکب الدری ص:۳۱۹)

(۴) مفسر قرآن امام اعظم ابو حنیفہؒ ان آیات سے عدم سماع ہی کا معنیٰ لیتے ہیں۔

(دیکھیں الکوکب الدری ص:۳۱۹)

بعض حوالہ جات بغاوت نمبر ۸ کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

تبصــــرہ:۔

دریدہ دہن کذاب اوکاڑوی صاحب کی کذب بیانی دیکھئے۔ بلا جھجک تمام مفسرین پر سفید جھوٹ بولتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ تمام مفسرین نے وجہ تشبیہ عدم انتفاع لی ہے۔ کیا اوکاڑوی صاحب کے نزدیک ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ، حضرت عبداللہ ابن

عباس ؓ، حضرت امام اعظم، حضرت گنگوہیؒ وغیرھم مفسرین کی فہرست سے خارج ہیں جو ان آیات سے واضح طور پر عدم سماع لے رہے ہیں۔

اور حضرت گنگوہیؒ تو فرماتے ہیں کہ عدم انتفاع مراد لینا درست ہی نہیں۔ نیز ام المومنین ؓ، حضرت ابن عباس ؓ، حضرت امام اعظمؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت مفتی عزیز الرحمنؒ، حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد زکریاؒ، ''صاحب فاتحہ کا صحیح طریقہ'' اور ان کے پینتالیس مصدقین، ''صاحب کشف المغالطات'' اور ان کے چالیس مصدقین، حضرت احسن نانوتویؒ وغیرھم اکابر فرماتے ہیں کہ ان آیات کا معنیٰ یہی ہے کہ مردے نہیں سنتے۔

جبکہ اوکاڑوی صاحب اڑے ہوئے ہیں کہ ان آیات سے مردوں کا سننا ثابت ہے۔ اب خود ہی فیصلہ کیجئے کہ قرآن کریم، حضرات صحابہ ؓ سے لیکر حضرت گنگوہیؒ تک اکابر نے زیادہ سمجھا ہے یا ماسٹر اوکاڑوی صاحب نے؟ مجھے اس مقام پر صرف اتنا جتلانا تھا کہ یہ حضرات ہاتھی کے دانت رکھتے ہیں۔ جو کھانے کے اور، اور دکھانے کے اور ہوتے ہیں۔

براہین قرآن وسنت سے جان بچانے کے لیے اکابر کا نام استعمال کرتے ہیں لیکن حقیقت میں خود اکابر بننے کے چکر میں تمام اکابر کے باغی ہیں۔

{بغاوت نمبر 8}

کیا مولانا صفدر صاحب اکابر سے زیادہ سمجھے ہیں؟

توضیح۔

فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ
الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ (الروم آیت:۵۲)

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ
الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ (النمل آیت: ۸۰)
وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ (فاطر:۲۲)

حضرت سیدہ عائشہ ؓ نے ان آیات مبارکہ کا ایک ہی معنیٰ بیان کیا ہے کہ کوئی میت بھی اہل دنیا کا کلام نہیں سن سکتا۔ ام المومنین ؓ کے اس معنیٰ پر نہ تو دور صحابہ میں کسی صحابی نے اعتراض کیا اور نہ ہی کسی صحابی سے ان آیات کا کوئی دوسرا معنیٰ منقول ہوا ہے تو گویا یہ ایک قسم کا اس معنیٰ عدم سماع پر اجماع صحابہ ؓ ہے۔ قائلین سماع موتیٰ کے لیے ان آیات کا جواب انتہائی مشکل ہے، اس لیے ان حضرات نے کئی قسم کی تاویلات بنا رکھی ہیں۔ جس کا ثبوت خیر القرون سے قطعاً پیش نہیں کیا جا سکتا۔ ان تاویلات میں سے ایک تاویل یہ کرتے ہیں کہ ان آیات میں سماع نافع اور عدم انتفاع کی نفی ہے۔ سماع کی نفی نہیں۔ جبکہ حضرت گنگوہیؒ نے اس تاویل کو غلط قرار دیتے ہوئے صاف فیصلہ فرمایا ہے کہ ان آیات سے عدم سماع ہی ثابت ہے۔ اور عدم انتفاع کی تاویل قطعاً درست نہیں۔ جیسا کہ تالیفات رشیدیہ اور الکوکب الدری کے حوالہ سے ہم ذکر کر آئے ہیں۔ چونکہ حضرت گنگوہیؒ کا یہ ارشاد مولانا سرفراز کے مسلک اور ان کے دعویٰ پر ایک ضرب کاری تھی اور اس سے ان آیات قرآنیہ سے عدم سماع ثابت ہو رہا تھا۔ اور ان آیات کی خود ساختہ تاویلات (سماع نافع کی نفی ہے یا اسماع کی ہے سماع کی نہیں) وغیرہ کا صریح رد تھا۔ اس لیے۔۔۔

مولانا سرفراز صاحب اس سے خاصے پریشان اور برہم ہو کر فرماتے ہیں:۔

''بلاشک حضرت گنگوہیؒ ہمارے صد احترام بزرگ ہیں لیکن استعارہ کی تفسیر وتشریح میں دلائل الاعجاز، تلخیص المفتاح، مختصر المعانی، مطول وغیرہ کی صریح عبارتیں ہی قابل اعتماد ہیں، کیونکہ عبد القاہر الجرجانی اور علامہ تفتازانی وغیرہ اکابر اس فن کے امام ہیں اور بات انہی کی چلے گی۔''

(شہاب مبین ص:۸۰)

تبصــــرہ:۔

مولانا سرفراز صاحب بلاشبہ علمی طور پر بڑی شخصیت ہیں، مگر ان کی طبیعت میں شدت اور حدت بھی بے پناہ تھی۔ جب وہ اپنی شدت میں اتر آتے ہیں تو انہیں مقام وعظمت حضرت سیدہ عائشہؓ کا خیال بھی نہیں رہتا۔ اب مولانا کی حضرت گنگوہیؒ کے بارے میں عبارت بالا ملاحظہ فرمائیں اور سوچیں کہ اگر یہ کاروائی اشاعت التوحید والسنہ والوں میں سے کسی نے کی ہوتی تو سارے دارالافتاء بادلوں کی طرح گرجنے اور برسنے لگتے اور ہر طرف سے ایک ہی شور سنائی دیتا کہ کیا تم نے حضرت گنگوہیؒ سے علامہ عبدالقاہر جرجانی اور علامہ تفتازانی کی کتابیں زیادہ سمجھی ہیں؟ کیا تم نے اکابر سے زیادہ قرآن سمجھا ہے؟ اگر حضرت گنگوہی نے غلط فرمایا تو مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ جیسے اکابر نے اصلاح کیوں نہیں فرمائی؟ خبردار! اکابر پر عدم اعتماد صریح گمراہی ہے، زندقہ اور الحاد ہے، کیا اکابر جاہل تھے؟ معاذ اللہ۔ انہیں استعارہ کی بحث معلوم نہیں تھی؟ انہیں دلائل الاعجاز، تلخیص المفتاح، مختصر المعانی، مطول وغیرہ نہیں آتی تھی؟ اور تمہیں آگئی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن حضرت گنگوہیؒ وغیرہ اکابر کی غلطی نکالنے والے اور ان کی اصلاح کرنے والے اور ان کی تحقیق کو ٹھکرانے والے چونکہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر ہیں، اس لیے ان سے پوچھنے والا کوئی نہیں۔ لیکن یاد رہے حضرت گنگوہیؒ کا فہم قرآن، خانہ زاد نہیں بلکہ حضرت گنگوہیؒ کے اس فہم قرآنی کی بنیاد سیدہ وطاہرہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا فہم قرآن ہے اور حضرات صحابہ کرامؓ کی اس کو تائید حاصل ہے۔ اس لیے حضرت گنگوہیؒ کی اس تحقیق پر اعتماد کرنے میں ہمیں فخر حاصل ہے۔

ہے مریدوں کو تو۔۔۔ حق بات گوارا لیکن
شیخ وملا کو بری لگتی ہے۔۔۔ درویش کی بات

{بغاوت نمبر 9}

{ناقص ریکارڈ جھوٹ}

اوکاڑوی صاحب، اپنے ان پڑھ حواریوں اور سادہ لوح طلباء کو اندھیرے میں رکھنے کے لئے آنکھیں بند کر کے تاریخی اور ریکارڈ توڑ جھوٹ ارشاد فرماتے ہیں:۔

صوفیاء کرام سو فیصد سماع موتی کے قائل ہیں اور فقہاء کرام 98%۔ احناف میں سے شیخ ابن ہمام نے "قسم" کے مسئلہ سے عدم سماع موتی کشید کیا ہے۔
(تریاق اکبر بزبان صفدر: ۹۷ ۳) موارد مخصوص کے سماع کا ابن ہمام بھی قائل ہے۔

{خلاصہ تحقیق بغاۃ}

اوکاڑوی صاحب کے اس سفید جھوٹ کا خلاصہ تین امور ہیں:۔

☆ صوفیائے کرام 100% سماع کے قائل۔
☆ فقہائے کرام 98% سماع کے قائل۔
☆ احناف میں سے ابن ہمام ہی نے عدم سماع کا قول کیا۔ اور وہ بھی قسم کے مسئلے سے کشید کیا۔

تبصــــرہ:۔

کیا ہی اچھا ہوتا کہ اوکاڑوی صاحب تمام صوفیاء اور فقہاء کی فہرستیں بھی دے دیتے۔ کہ آج تک کل کتنے صوفیاء اور فقہاء پیدا ہوئے؟ اور کتنے کس کس زمانہ میں سماع کے قائل رہے؟ اور کون کون کس کس زمانہ میں منکر تھے؟ پھر جمع تفریق فرما کر حساب لگاتے تو بات آسان ہو جاتی اور ان کی ماسٹری کا بھرم بھی باقی رہتا۔ اوکاڑوی صاحب نے بے سوچے سمجھے جو ہوائی فائر کیا ہے۔ تحقیق اکابر ملاحظہ فرما کر اوکاڑوی بغاوت اور کذب بیانی کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

{تحقیق اکابر}

☆ تمام علماء دیوبند کے استاذ اکبر حضرت مولانا محمد اسحٰق دہلویؒ فرماتے ہیں:
نزد اکثر حنفیہ سماع موتی ثابت نیست ۔۔۔۔۔ (مائۃ مسائل)

☆ شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علیؒ دیوبندی لکھتے ہیں:۔
هذا عند اکثر مشائخنا هو ان المیت لا یسمع عندهم..
(حاشیہ شرح نقایہ، جلد ۱ ص: ۱۳۱)
ترجمہ:۔ یعنی ہمارے اکثر مشائخ کے نزدیک مردہ نہیں سنتا۔

☆ علامہ فیض حسن سہارنپوریؒ لکھتے ہیں:۔
قال ابن الهمام کثیر من مشائخنا علی ان المیت لا یسمع استدلالاً بهذه الآیة ونحوها۔ (جمالین علی الحاشیہ جلالین، ص: ۳۷۱)
ترجمہ:۔ علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اکثر مشائخ کا مسلک ہے کہ بے شک مردے نہیں سنتے اس آیت اور اس کے مثل سے دلیل لیتے ہیں۔

☆ علامہ بشیر الدین قنوجی حنفیؒ فرماتے ہیں:۔
سب فقہاء کا عدم سماع پر اتفاق ہے۔ (تفہیم المسائل)

☆ علامہ ابراہیم دہلوی دیوبندیؒ فرماتے ہیں:۔

﴿اطلاع ضروری﴾

اے حضرات! اتنا آپ صاحبان کو سمجھنا ضروری ہے کہ بعض حضرات علماء حنفیہ کی طرف سماعت اموات کے مسئلہ کی نسبت یہ ارشاد کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مذہب حنفیہ میں سماعت اموات کا مسئلہ اختلافی ہے بلکہ حنفی مذہب میں مردوں کا نہ سننا اتفاقی مسئلہ ہے۔ تمام فقہ حنفیہ میں اس مسئلے کو صاف طور پر لکھا ہے۔ بلکہ مراد سماعت موتی کے مسئلہ کے اختلافی ہونے سے یہ ہے کہ مذہب

حنفیہ اور مذہب شافعیہ کا باہم اختلاف ہے۔ بعضے شافعی مذہب والے سماع اموات کے قائل اور جمہور فقہائے حنفیہ عدم سماعت کے قائل ہیں۔ اور شافعیوں کا حنفیوں سے اختلاف کرنا حنفیوں کو کچھ مضرت نہیں پہنچاتا۔ اگر شافعی اور حنفی کا اختلاف کچھ مضرت پہنچانے والا قرار دیا جائے، پھر تو ہزارہا مسائل میں حنفیہ، شافعیہ کا اختلاف ہے۔ ان سارے مسئلوں میں آپ کیا کہیں گے؟ کیا ان مسائل کو اختلافی کہہ کر حنفی مذہب کی تقلید چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار کرنے یا غیر مقلد ہونا پسند کریں گے؟ ہرگز نہیں۔ حنفی مذہب کہ بالکل اس طرف سے بالکل مطمئن ہوا بیٹھا ہے۔ اور علی الاعلان عدم سماعت کا حکم جاری کرتا ہے، حنفیوں کا جس کو قبول کرنا لازم ہے۔ ہاں غیر مذہب قبول کرے نہ کرے، اسے اختیار ہے۔ اب بعض مقدس علماء کی مہریں جو بالتصریح عدم سماعت موتی کو حنفی مذہب فرما کر، حنفی مذہب کی اسی عدم سماعت کے قائل ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی ان کی پاک مہریں، ان کے متبرک دستخط، آپ کے سامنے بغرض زیارت پیش کئے جاتے ہیں۔ اور یہ مہریں اور دستخط بہت ہی کم نہایت قدر قلیل درج ہوتی ہیں۔ انشاء اللہ العزیز کسی دوسرے موقع پر آپ کو مہروں کی کثرت دکھائی جائے گی۔

مواہیر و دستخط حضرات علماء کرام و صوفیائے عظام

مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند

خلد اللہ فیوضهم الیٰ یوم القیامة
معه عبارات اقولُ وباللہ التوفیق
مسئلہ سماع موتی مختلف فیہا ہے لیکن مذہب امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب و اتباع کا عدم سماع موتی ہے۔ بدلیل قوله تعالیٰ: إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ و قوله تعالیٰ: وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ وقال فی رد المحتار واما الکلام فلانّ المقصود منه الافهام والموت ینافیه الیٰ ان قال

فانه شبه فيها الكفار بالموتى لا فادته بعد اسماعهم وهو فرع سماع الموتى هذا حاصل ما ذكره فى الفتح۔۔۔ الغرض مذہب امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا عدم سماع اموات ہے اور باعتبار روایت اور درایت کے یہ ہی راجح ہے۔ جیسا کہ حضرت رئیس المحققین مولانا رشید احمد محدث گنگوہیؒ کی تحقیق سے ثابت ہے حیث قال رحمہ اللہ، لہٰذا حسب قاعدہ مرجح عدم سماع ہے۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند۔

(مہر حضرت ملک العلماء سلطان الاتقیاء سرتاج فقہا و محدثین حضرت مولانا محمود حسن صاحب لازالت ارشاداته الى يوم القيامة باقية (محمود حسن)، دستخط مولانا واولٰنا حضرت مولوی محمد انور شاہ صاحب فاضل بے بدل علام بے مثل سلمہ اللہ (محمد انور شاہ)

مواہیر و دستخط حضرات علما کرام بزرگان عظام

مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔

الجواب صحیح (عبد الوحید عفی عنہ)، دستخط حضرت سلطان المناظرین افضل الفقہاء والمحدثین نائب سید المرسلین حضرت مولوی خلیل احمد ادام اللہ فیوضہم الصمد (خلیل احمد)، دستخط مولوی مفتی مولانا محمد یحییٰ صاحب خلف الصدق حضرت مولانا محمد اسماعیل جھنجانوی قدس سرہ العزیز (محمد یحییٰ)، صح الجواب (عبد الطیف عفی عنہ)، الجواب صحیح دستخط مولانا مولوی عبد اللطیف صاحب مدرس سہارنپور، صحیح الجواب (محمد الیاس) مدرس مدرسہ سہارنپور (بعد میں تبلیغی جماعت کے بانی ہوئے)، دستخط مولانا مولوی (ثابت علی) صاحب مدرس مدرسہ سہارنپور، دستخط مولانا مولوی (ظفر احمد) صاحب تھانوی، دستخط مولانا مولوی (عنایت اللہ) صاحب مہتمم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔

مواہیر و دستخط حضرات علماء کرام

امروہہ ضلع مرادآباد۔

عبارت حضرت عمدۃ الخلف بقیۃ السلف عالم اکمل فاضل اجل (سید احمد حسن) صاحب امروہی شاگرد رشید حضرت سلطان العلماء عالی جناب مولانا واولٰنا محمد قاسم قدس سرہ اللہ العزیز فما حققه المحقق الكامل المحدث والفقيه والفاضل النبيه شيخ الوقت مولانا رشيد احمد امطر الله عليه سحائب الرحمة هو الاحق بالقبول وهو الاوفق بالمذهب والاليق بالافتاء یعنی جو کچھ عدم سماعت اموات کے متعلق حضرت مولوی رشید احمد قدس اللہ سرہ الصمد نے تحریر فرمایا ہے اور عدم سماعت اموات مذہب امام اعظم ارشاد کیا ہے یہی قول اور یہی مذہب قبول کرنے کے لائق اور قول عدم سماعت اموات کا فتویٰ دینے کے قابل ہے۔ مہر حضرت مولنا مولوی سید (احمد حسن) امروہی حسینی صابری چشتی نقشبندی المجددی صح الجواب بلا ارتیاب، (محمد عبد العزیز) مدرس مدرسہ عالیہ امروہہ، الجواب حق والحق بالاتباع (رضا حسن) مدرس مدرسہ اسلامیہ امروہہ۔ الجواب صحیح (محمد امین) مدرس مدرسہ اسلامیہ امروہہ۔

مواہیر و دستخط علماء بریلی۔

قد صح ما اجاب شيخ المحدثين المولانا رشيد احمد صاحب (محمد یٰسین مہتمم مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی) میرے نزدیک عدم سماعت کا قول معتمد اور محتاط اور قابل تعامل ہے (محمد اشرف علی) مدرس مدرسہ اشاعت العلوم بریلی۔ واقعی جو جواب حضرت مولانا گنگوہیؒ نے تحریر فرمایا واجب التسلیم ہے اور اکثر محققین بھی اسی طرف گئے ہیں اور حضرت مولانا مولوی محمد قاسم نانوتویؒ کا بھی یہی مسلک

ہے۔(عبد الکریم) مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی۔ الجواب صحیح (حمید الدین) الجواب صحیح (سجاد علی خان بریلوی)۔ الجواب صحیح (عبد العزیز خان)۔ الجواب صحیح (عبد اللہ عفی عنہ)۔ لاریب جمہور حنفیہ کرام کے نزدیک سماع موتی ثابت نہیں ہے۔(محمود غفرلہ)

مواہیر و دستخط علمائے گلاوٹھی ضلع بلند شہر۔

بمذہب امام اعظم امام الائمہ امام ابوحنیفہؒ سماع موتی ثابت نہیں۔ العبد (غلام نبی عفی عنہ) مدرس مدرسہ اسلامیہ گلاوٹی ضلع بلند شہر۔ الجواب صحیح (محی الدین احمد عفی عنہ) مہتمم و مدرس مدرسہ اسلامیہ گلاوٹھی ضلع بلند شہر۔ دستخط عالم اکمل فاضل اجل جامع معقول و منقول مولانا مولوی (ماجد علی) صاحب مدرس مدرسہ قصبہ مینڈھو لازالت شمس طالعۃ علینا الی یوم القیامۃ۔

مواہیر و دستخط علمائے شہر میرٹھ۔

مارقمہ المجیب اللبیب فھو انسب واصوب واللہ تعالیٰ اعلم۔ (محمد اسحاق عفی عنہ) مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ شہر میرٹھ۔

مواہیر ضلع سورت۔

محمد اسحٰق ناظم از مدرسہ تعلیم الدین واقع سورت: بندہ (محمد احمد عفی عنہ) خادم اہل وطن (احمد حسن) مہتمم مدرسہ تعلیم الدین احمد۔

مواہیر و دستخط علمائے تھانہ بھون ضلع مظفر گڑھ۔

دستخط فاضل اجل عالم باعمل مولانا مولوی شاہ اشرف علی صاحب تھانوی لازالت انوار شمسہ طالعۃ علینا الی یوم القیامۃ۔

مواہیر و دستخط حضرات علمائے دہلی۔

ما اجاب بہ خاتم المحققین سند المحدثین مولانا رشید احمد المحدث قدس سرہ ھو الاوفق بمذھب الحنفیہ و الراجح بحسب الدلیل واللہ اعلم کتبہ العبد المسکین۔ (محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ) مدرس مدرسہ الامینیہ واقع دہلی۔ حضرت مولاناؒ کا جواب بہت درست ہے۔ (محمد قاسم عفی عنہ) مدرس مدرسہ امینیہ دہلی واقع سنہری مسجد۔ الجواب صحیح (عبد اللہ) مدرس مدرسہ حسینیہ دہلی۔ الجواب صحیح (انظار حسین عفی عنہ) مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔ الجواب صحیح (عبد الغنی عفی عنہ) الجواب صواب بلاریب (ضیاء الحق عفی عنہ) مدرسہ امینیہ دہلی عدم سماعت موتی کو ترجیح ہے (محمد عبد الغفور دہلوی)۔

ما قال ملك العلماء سلطان الاتقياء زين المفسرين رأس المحدثين مولانا رشيد احمد گنگوهی رحمه الله طاب الله ثراه هو الاصح وهو مذهب اكثر مشائخنا رحمهم الله تعالیٰ اجمعين (بندہ احمد سعید عفا اللہ عنہ) واعظ دہلوی۔

الجواب صحیح بندہ (ظہیر الدین عفا اللہ عنہ) نگینوی مقیم در مسجد اونچی محلہ تیلی واڑہ۔ ما حكم و اجاب به رأس المحدثين سرتاج الفقهاء و المفسرين مولانا رشيد احمد عليه رحمة من الله الصمد هو الحق بحسب الدلائل الراجحة هو الاوفق بمذهب الحنفيه والحق احق بالاتباع لان الحق يعلو ولا يعلى حررة العبد الراجی الی رحمة الله المنان (محمد حبیب الرحمن عفی عنہ) دہلوی۔ الجواب صواب (محمد میاں) مدرس مدرسہ حسینیہ دہلی۔ فاضل مجیب نے جس قید کے ساتھ مولوی محمد کرامت اللہ خان صاحب کے رسالہ کا جواب دیا نہایت صحیح ہے۔ (عبد السلام دہلوی)

(کشف المغالطات ص:۱۶۵ تا ۱۶۸)

فائدہ:۔

مذہب حنفیہ میں سماع موتی ثابت نہیں۔

(کشف المغالطات ص:۱۶)

☆ شارح ہدایہ علامہ امیر علی ملیح آبادیؒ
(صاحب مواہب الرحمن) فرماتے ہیں:۔
امام ابوحنیفہؒ، صاحبینؒ تمام فقہاء حنفیہ اور جماعت علماء کا یہی قول ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ (تفسیر مواہب الرحمن ج:۷ ص:۸۰،۸۱)

☆ اسی طرح ملاحظہ فرمائیں، جامع صغیر ص:۴۷، مصنفہ امام محمدؒ۔ جامع کبیر ص:۳۷۔ مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق۔ کافی شرح وافی۔ عمدۃ القاری ص:۲۲۵، ج:۴۔ فتح القدیر: ص:۶۹۔ ج:۱۔ کفایہ: ص:۱۴۲۔ ج:۲۔ عنایہ بر ہدایہ۔ عینی بر کنز۔ مجمع الانہار۔ البحر الرائق۔ مراقی الفلاح۔ طحطاوی۔ شامی۔ نظم الدلائل۔ ہدایہ۔ اصول الشاشی۔ کشف الحقائق۔ غایۃ الاوطار وغیرہ

☆ حضرت مولانا محمد احسن نانوتویؒ اور
حضرت مولانا خرم علی صاحب دیوبندیؒ دونوں بزرگ فرماتے ہیں:۔
بالجملہ ہم لوگ اہل تقلید ہیں پایہ اجتہاد کا نہیں رکھتے پھر جن فقہاء کے ہم مقلد ہیں جب ان کے نصوص سے ثابت ہوا کہ میت کو فہم اور سماع نہیں تو اس میں زیادہ گفتگو اور تفتیش کرنا بے موقع ہے۔
(غایۃ الاوطار ص:۴۴۵، ج:۲)

☆ مفتی اول دیوبند مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ فرماتے ہیں:۔
یہ مسئلہ جان لیں کہ قرآن شریف میں سماع موتیٰ کا انکار کیا گیا ہے لہٰذا حدیث شریف میں تاویل کرنا مناسب ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند) نیز مفتی عزیز الرحمن صاحب ہی فرماتے ہیں:۔ سماع موتیٰ ثابت نہیں بلکہ عدم سماع میت پر نص قطعی وارد ہے، قال

اللہ تعالیٰ: مَآ أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ،
إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔۔۔
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص:۹۶، ج:۱۴)

☆ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں:۔
آیت إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔۔ قطعی خاص اور احادیث سماع ظنی، اخبار احاد سے تخصیص کس طرح درست ہوسکتی ہے؟۔۔۔۔ آخر میں فرماتے ہیں: سو مسلک حضرت عائشہ صدیقہؓ مثل طریقہ امام ابوحنیفہؒ کے یہ ہے کہ آیت قطعی کو اپنی حالت پر رکھ کر اور معنی حقیقی پر حمل کر کے کہ اصل موضوع یہ ہے کہ حدیث میں "کہ شرح قرآن ہے" تاویل مناسب ہے جب تک قطعی معنی حدیث پر حاصل نہ ہو جاوے۔ چنانچہ اصول میں مبرہن ہے۔ (تالیفات رشیدیہ)

☆ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ فرماتے ہیں:۔
اصل تو یہی ہے کہ اموات کا مستقل سننا ثابت نہیں، إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ۔۔ یہ آیت قرآنی اس بارے میں نص ہے، اور اسی وجہ سے مشائخ بھی قبور پر جا کر ان سے طلب کو ناجائز کہتے ہیں۔۔۔۔ اس کے علاوہ کسی جگہ کوئی خاص واقعہ کے سننے کا ثبوت مل جائے تو وہ خرق عادت، کرامت پر محمول ہوگا، جس کو حجت یا سب جگہ جاری نہیں کیا جاسکتا۔
(کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات ص:۱۱۴)

☆ علامہ احمد الدین محدث بگویؒ فرماتے ہیں:
فان قیل قد ثبت السمع فی حدیث بدر للکفار قال رسول اللہ ﷺ وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فھل وجدتم ما وعد کم ربکم حقا۔ فعرض عمر ؓ یارسول اللہ ﷺ انک تنادی اجسادا لا ارواح لھا۔ فقال ما انتم باسمع لما اقول منھم۔
قلنا۔۔ یجوز ان یکون ذالك من خواصه ﷺ لعلمه بنور

النّبوّة بأنّهم يجيبون.

وقد ثبت ردعائشة لهٰذا الحديث. بقوله تعالىٰ: مَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ. وقيل كان ذالك معجزة له عليه الصّلوٰة و السلام. وقيل المقصود بذالك وعظ الاحياء لا افهام الموتى و الخطاب لهم. وقيل مخصوص لهم تضعيفاً للحسرة كذا فى فتح القدير والكافى و المستخلص والعيني شرح كنز والكفايه فى باب اليمين فى الضرب والقتل. وغير ذالك ومن اراد ذالك فليطالعها.

ترجمہ:۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مردوں کا سننا تو اس حدیث سے ثابت ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے کفار بدر کے متعلق فرمایا تھا۔ ان سے خطاب کرتے ہوئے کہ ہمارے ساتھ جو پروردگار نے وعدہ (نصرت) فرمایا تھا، ہم نے اس کو برحق پایا اور وعدہ تو پورا ہو گیا۔ اور تمہارے ساتھ جو اس نے (رسوا کرنے اور شکست دینے اور عذاب میں مبتلا کرنے کا) وعدہ کیا تھا اس کو تم نے سچا پایا۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضرت آپ ایسے جسموں سے خطاب فرماتے ہیں، جن میں ارواح نہیں۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے وہ بات جو میں کہتا ہوں۔

جواب:۔ اس کا جواب یہ ہے، کہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے ہو، عام مردوں کے بارے میں قانون نہیں۔ حضور ﷺ نے نور نبوت (وحی والہام) سے یہ بات معلوم کر لی تھی کہ یہ جواب دینگے اس بات کا جو میں ان سے کہوں گا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا معارضہ بھی ثابت ہے جو اس حدیث کے مقابلہ میں انہوں نے پیش کیا۔ قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے، جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نہیں سنانے والے ان کو جو قبروں میں پڑے ہیں۔

ایک جواب یہ بھی دیا گیا کہ ان کفار کو سنانا آنحضرت ﷺ کا معجزہ تھا۔ بعض نے یہ بھی کہا کہ اس کلام سے مراد زندوں کو وعظ ونصیحت کرنا مقصود تھا۔ نہ کہ مردوں کو خطاب کرنا اور افہام وتفہیم۔

بعض نے یہ بھی کہا کہ اس کلام سے مراد زندوں کو وعظ ونصیحت کرنا مقصود تھا۔ نہ کہ مردوں کو خطاب کرنا اور افہام وتفہیم۔

بعض نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ کلام سننا ان کفار بدر کے لئے خاص تھا، صرف ان کے لئے حسرت کو زیادہ کرنے لئے۔ عام مردوں کے لئے یہ حکم نہیں۔ فتح القدیر، کافی، مستخلص، عینی شرح، کنز اور کفایہ میں یہ مسئلہ اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ اور یہ مسئلہ باب یمین فی الضرب القتل وغیرہ میں لکھا ہوا ہے، جو چاہے ان کتب کا مطالعہ کرے۔ (دلیل المشرکین ص:۸۷-۸۸)

☆ مفتی دار العلوم دیوبند مولانا محمود الحسن گنگوہیؒ فرماتے ہیں:۔

ارشاد فرمایا کہ مردوں کے سلسلے میں تین چیزیں ہیں، استماع، اسماع، سماع۔ اول یعنی استماع مردوں کا کان لگانا اور باختیار خود کسی بات کو سننا یہ منتفی ہے، ثانی یعنی اسماع، سنا دینا اور باختیار خود مردوں کے کانوں تک کسی بات کا پہنچا دینا یہ بھی منتفی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى...وَ مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ... رہا سماع یعنی مردوں کے کانوں تک کسی بات کا پہنچنا اور ان کا اس کو سن لینا یہ حق تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ (ملفوظات ص:۳۶)

☆ فاتحہ کا صحیح طریقہ "شائع کردہ دیوبند یوپی انڈیا"

میں ایک سوال اور اس کا جواب ہم نقل کرتے ہیں:۔

سوال:۔ بعض علماء اپنے کتب ورسائل میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کا چار پرندوں کو ذبح کر کے ان کے مختلف اعضاء کو پہاڑوں پر رکھ کر بلاتے ہی پرندوں کا بالترتیب زندہ ہو کر ان کے پاس آجانا اور حضور ﷺ کا جنگ بدر کے مقتولین کفار سے کچھ فرمانا اور شب معراج میں حضرت موسیٰؑ کا حضور انور ﷺ سے ملاقات کر کے پچاس رکعت نمازوں میں کمی کرانا وغیرہ آیات اور احادیث وفقہ سے ثابت ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مردے زندہ ہیں۔ زندوں کی آواز سنتے سمجھتے ہیں۔ دیکھتے، بات کرتے، چلتے پھرتے ہیں۔ اور زندوں کی مدد کرتے ہیں۔ لہٰذا ہمارے مردوں سے

مدد مانگنا غلط نہیں۔ پوری امید کے ساتھ مردوں سے مدد مانگی جاسکتی ہے۔ مردے ضرور ہماری مدد کرتے ہیں وغیرہ۔ کیا یہ استدلال صحیح ہے؟ کیا مردے ہماری آواز سنتے ہیں؟ کیا مردے ہماری مدد کرتے ہیں؟ عام فہم و تفصیلی جواب دیجئے۔

الجواب:۔ جن کتب و رسائل میں مردوں کے لئے ہماری آواز سننے اور مدد کرنے کے جواز کی طرز تحریر موجود ہوتی ہے، اس میں جہالت سے زیادہ کذب و افتراء کا ثبوت ہوتا ہے۔ ایسے علماء کی عقل اور قرآن فہمی کی تعریف جتنی بھی کی جائے کم ہے۔ سماع موتیٰ و امداد موتیٰ میں جو قصص قرآن کریم پیش کرتا ہے، ان میں سے ایک سے بھی صراحۃً تو کیا اشارۃً بھی مردے کے سننے اور مدد کرنے کی تائید نہیں ہوتی، بلکہ دیگر آیات قرآنی سے ان کی مخالفت ہی ہوتی ہے، اس قسم کی تفسیر بالکل تفسیر بالرائے ہے، جس کے متعلق سخت وعید آئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔ حضرت ابراہیمؑ کے سکون قلبی کے لیے پرندے زندہ کرانے اور دوڑے چلے آنے کا واقعہ اس کی قدرت کاملہ کی بین دلیل ہے، جیسا کہ آیت کریمہ کے ختم پر ارشاد ہے۔ وَاعْلَمْ أَنَّ اللهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۔۔(پ ۳ ع ۳) یعنی اے ابراہیم! یقین رکھو اس بات کا کہ حق تعالیٰ زبردست ہیں اور حکمت والے ہیں۔ اس آیت سے یہ بات کہاں ثابت ہے کہ زندہ باختیار خود میت کو سنا سکتا ہے اور میت سننے پر قادر ہے جیسا کہ وہ حیات دنیوی میں تھی۔ بلکہ ایسا عقیدہ خلاف شرع باطل ہے۔

اب جو لوگ استدلال کرتے ہیں کہ مردے دیکھتے سنتے ہیں۔ ورنہ مذبوح پرندے کیسے دوڑے چلے آتے۔ لہٰذا مردے لازماً سنتے ہیں۔

اگر یہی بات ہے تو پھر کہا جاسکتا ہے کہ سننے دیکھنے اور بولنے کی صلاحیت صرف کانوں اور آنکھوں ہی میں نہیں بلکہ ہر عضو میں موجود ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن ہر عضو اپنے عمل کی گواہی دے گا۔ اور کہا جاسکتا ہے کہ پتھروں میں بھی زبان ہے کیونکہ حضور ﷺ کے روبرو کنکریوں نے تسبیح پڑھی تھی۔ اسی طرح حضرت عزیرؑ کے قرآنی

واقعہ پر غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کے اطمینان قلب کے لیے ایک سو برس اس کو مردہ رکھ کر پھر زندہ اٹھا کر پوچھا کہ تو کتنی مدت مردے کی حالت میں تھا؟ اس نے جواب دیا ایک دن یا اس سے کم رہا ہوں گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں تو تو ایک سو سال تک مردہ تھا۔ اپنے کھانے پینے کی چیزوں پر نظر کر نہ سڑی ہیں، نہ گلی ہیں۔ اور اپنے گدھے کو دیکھ بوسیدہ پڑا ہے۔ (البقرہ) اس واقعہ سے خوب ظاہر ہے کہ مرنے والے کو اپنی موت کی خبر نہیں رہی اور اس سو برس کے عرصہ میں جو حالات دنیا میں گزرے اس کی واقفیت نہیں۔ مثلاً بادل کی گرج، بجلی کی کڑک، بارش کا برسنا، آندھیوں کا چلنا، وغیرہ مردے کو کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ اسی طرح قرآنی قصہ اصحاب کہف پر بھی غور کر سکتے ہیں۔ کہ کتنے برس وہ مردوں کی طرح سو گئے تھے۔ ان کو دنیا کے حالات سے کچھ بھی خبر نہ تھی، پھر مردے کیسے سنتے اور مدد کر سکتے ہیں۔ ایسا عقیدہ فاسدہ باطل ہے۔ اس کے متعلق نمونۃً چند قرآنی آیات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ اللہ تعالیٰ سورۃ نمل میں اپنے حبیب سے فرماتے ہیں کہ

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى ۔۔۔ اے محمد ﷺ تم مردوں کو سنا نہیں سکتے۔

☆ اللہ جل شانہ سورۃ فاطر میں فرماتے ہیں:۔

وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۔۔ اے محمد ﷺ تم ان لوگوں کو سنا نہیں سکتے جو قبروں میں ہیں۔ تم تو صرف نیکوں کو جنت کی خوش خبری دینے والے اور بدوں کو دوزخ کے عذاب سے ڈرانے والے ہو۔

☆ سورہ فاطر کے رکوع ۳ میں ارشاد ہے:۔

زندے اور مردے برابر نہیں ہو سکتے۔ یعنی زندہ قریب کی آواز سن لیتا ہے اور مردے نہیں سن سکتے۔

☆ اور اللہ تعالیٰ سورۃ مؤمن میں فرماتے ہیں کہ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنا باطل جھوٹ ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ پہلی اور دوسری آیتیں آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگ بدر کے مقتولین کفار کی طرف مخاطب ہو کر عبرۃً مردوں کو کچھ سنانے کی نفی ہی میں وارد ہوئی ہیں، قدرت کا قانون عام۔ خدا ہی کا ارشاد ہے کہ مردے زندوں کی آواز نہیں سنتے۔ بعض لوگ انہی دو آیتوں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ حقیقتاً مردوں کے بارے میں نہیں ہیں، بلکہ کافروں و بتوں سے متعلق ہیں۔ یہ محض ان کی کم فہمی اور لا حاصل نقطہ چینی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں مقتولین بدر کو سنا دیں تھیں تو دیگر معجزات کی طرح یہ بھی ایک معجزہ تھا، اس سے مردے کے سننے کی سند نہیں ہوتی۔ کیونکہ خلاف عادت معجزے قدرت کے قانون عام کو نہیں بدل سکتے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم کا آتش نمرود سے صحیح سلامت نکل آنا، اس قانون قدرت کو نہیں بدلتا کہ آگ جلانے والی ہے۔ یا جس طرح کہ حضرت عیسیٰ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا اس قانون قدرت کو نہیں بدلتا کہ پیدائش کے لیے باپ کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح بعض مردوں تک اپنی بات پہنچا دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ خاص ہوا، جو اللہ تعالیٰ کے قانون کو بدلنے والا نہیں۔۔۔ جس طرح اللہ تعالیٰ حضرت آدم کو بغیر ماں باپ کے، اور حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کر سکتا ہے۔ درخت اور کنکریوں کو زبان و آواز عطا فرما سکتا ہے، اسی طرح جب چاہے کسی زندے کا کلام مردے کو سنا سکتا ہے۔ البتہ قانون عام یہی ہے کہ مردے نہیں سن سکتے اور دنیا کے سب سے افضل اور برتر انسان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قانون عام یہی ہے، وہی اس آیت ربانی کے مخاطب ہیں۔

(فاتحہ کا صحیح طریقہ ص:۱۱۰)

☆ اس کے بعد غرائب فی تحقیق المذاہب کے حوالہ سے فرماتے ہیں:۔

کہ حضرت امام اعظمؒ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مرحوم بزرگوں سے دعا کرنے کے لئے ان کی قبروں پر جا کر مہینوں سے عرض کرتا کرتا بیزار ہو گیا اور ان کی بے التفاتی کا گلہ بھی ان ہی سے کرنے لگا کہ کس لئے میری مدد نہیں کرتے کہ میں مہینوں سے تمہارے پاس آتا ہوں اور تم سے مخاطب ہوں میرا سوال اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں اپنے متعلق تم سے دعا کرانا چاہتا ہوں۔ کیا تم میری اس مخاطبت سے واقف ہو یا

غافل؟ (گویا وہ انہیں صفات ربانی کا شریک نہیں سمجھ رہا، بلکہ صرف التجائے دعاء کر رہا تھا) امام صاحبؒ نے اس کی گفتگو کو سنا اور فرمایا کیا تجھ کو ان اہل قبور نے جواب دیا؟ اس نے کہا نہیں، یہ سن کر آپؒ نے فرمایا تجھ کو دوری ہو، تیرا مقصد کبھی پورا نہ ہو، تو کیسے ان جسموں سے کلام کرتا ہے جو آواز سن سکتے ہیں نہ جواب دینے اور مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ وہ کسی شئی کے مالک ہیں۔ پھر بطور دلیل قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ کر سنائی: وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ، اور نہیں ہو تم سنانے والے ان لوگوں کو جو قبر میں جا چکے۔ اس کے باوجود بھی جو حضرات یہ خیال کرتے ہیں کہ ہر مردہ یا بعض (ایک مردے) یعنی مرحوم بزرگان دین ہماری ہر بات سن لیتے ہیں تو یہ کھلی قرآن کی تردید و تکذیب ہے..... الخ

(فاتحہ کا صحیح طریقہ ص:۱۱۰،۱۱۱)

فائدہ:۔

"فاتحہ کا صحیح طریقہ" رسالہ کی مندرجہ ذیل اکابر نے تصدیقات فرمائی ہیں:۔

(۱) شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ (۲) مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ (۳) مفتی محمد شفیع صاحبؒ (۴) قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دار العلوم دیوبند (۵) مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور (۶) مولانا مفتی مہدی حسن صاحبؒ (۷) مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ (۸) ناظم اعلیٰ جمعیت علماء ہند مولانا عبد الغفور صاحبؒ (۹) مولانا مفتی حاجی محمد حبیب اللہ صاحبؒ گورنمنٹ سر قاضی، مدراس۔ (۱۰) جامع شریعت و طریقت جناب مولانا حاجی سید قادر علی بادشاہ صاحبؒ آستانہ غمبیری کڑپہ۔ (۱۱) افضل العلماء مولانا الحاج سید عبد الوہاب صاحبؒ ایم اے ایل ٹی۔ پرنسپل نیو کالج مدراس۔ (۱۲) مولانا مولوی شیخ آدم صاحبؒ مفتی مدرسہ باقیات صالحات ویلور (۱۳) مولانا الحاج حافظ ابو السعود احمد صاحبؒ مہتمم دار العلوم سبیل الرشاد بنگلور۔ (۱۴) عمدۃ العلماء حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی عبد المجید خان صاحبؒ بنگلوری (۱۵) مولانا مولوی سید سلطان محی الدین صاحبؒ بمبئی۔ مدیر ہفتہ وار اخبار امام مدراس (۱۶) حضرت مولانا مولوی محمود

حسن صاحبؒ مدنی (۱۷) مولانا نثار احمد صاحبؒ دار العلوم پیارم پیٹ (فاضل دیوبند) (۱۸) حضرت خواجہ محمد بشیر احمد صاحبؒ پیارم پیٹ (خلیفہ شیخ الاسلام مدنیؒ) (۱۹) مولانا حاجی محمد عمر صاحبؒ بنگوری (۲۰) مولانا مولوی مرزا رازدار بیگ صاحب کامل (جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن) (۲۱) مولانا مولوی مفتی ابو الکمال محمد حبیب اللہ صاحب باقوی ندوی (۲۲) مولانا مولوی واعظ حافظ عبد السلام صاحبؒ فاروقی میر (۲۳) حاجی سید عبد القادر صاحبؒ مدرسہ انوار الاسلام کولار (۲۴) مولانا مولوی عامر عثانی صاحبؒ مدیر ماہنامہ "تجلی" دیوبند (۲۵) مولانا مولوی ابو الناصر ڈاکٹر حسن صاحب عبیدی مظاہری مفسر قرآن بنگور (۲۶) مولانا مولوی عبد المتین صاحبؒ مظاہری صدر مدرس مدرسہ اشرفیہ بنگور (۲۷) مولانا مولوی ابو صالح محمد عبد الجمیل صاحبؒ خطیب لال مسجد و مدیر ہفتہ وار "روشنی" بنگور (۲۸) مولانا مولوی قاضی احمد صاحبؒ قاسمی خطیب جامع مسجد بنگور (۲۹) مولانا مولوی محمد یحیٰ صاحبؒ بانی و معتمد مدرسہ اشرفیہ بنگور (۳۰) مولانا مولوی محمد عبید اللہ صاحبؒ ربانی عمری مدرسہ محمدیہ بنگور (۳۱) مولانا مولوی حافظ محمد ظہور عالم صاحبؒ چشتی بہار (۳۲) مولانا مولوی حافظ عبد الحفیظ صاحب بھوپال (۳۳) مولانا مولوی سید ابو الفیض شاہ محی الدین قادری سہروردیؒ سرپرست ماہنامہ "ذاکر" بنگور (۳۴) مولانا مولوی ارشاد احمد صاحبؒ مبلغ دار العلوم دیوبند (۳۵) واعظ خوش بیان جناب قاری سید ودود الحق صاحبؒ ندوی لکھنوی (۳۶) مولانا مولوی عبد الرحیم صاحبؒ فیضی، خطیب مسجد ابراہیم شاہ کمار پیٹ بنگور سٹی (۳۷) مولانا مولوی محمد عثمان صاحبؒ کامل نظامیہ (فاضل دیوبند) نائب شیخ التفسیر جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن (۳۸) مولانا مولوی ابو تمیم محمدی صاحبؒ صدر ادارہ اہل حدیث حیدر آباد دکن (۳۹) مولانا مولوی فضل اللہ صاحبؒ سابق پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن (۴۰) مولانا مولوی محبوب الحسن صاحبؒ (کامل شعبہ حدیث) سابق لکچرار اورنگ آباد کالج حیدر آباد دکن (۴۱) مولانا ابو المعارف محمد یوسف علی صاحبؒ خادم ہتنوروی (۴۲) مولوی سید احتشام الدین صاحبؒ ہاشمی خلف مولانا میر امام الدین

صاحبؒ خلیفہ حضرت تھانوی جدید پلک پیٹھ (۴۳) مولانا مولوی ضمیر الدین صاحبؒ موسیٰ رام باغ (۴۴) مولانا عظیم الدین صاحبؒ ساکن مشیر آباد (۴۵) حافظ مولوی احمد اللہ صاحبؒ بجنور سابق مدرس مظاہر العلوم سہارنپور۔

واہ سبحان اللہ!!

ذرا غلبہ حق کی شان تو دیکھئے کہ یہ تمام اکابر جمہور فقہائے کرام کو امام اعظم امام ابو حنیفہؒ سمیت سماع موتیٰ کا منکر بتلا رہے ہیں۔ اور ان کا استدلال قرآنی آیات بینات ذکر فرما رہے ہیں۔ اور اسی عدم سماع ہی کو احناف کا مفتیٰ بہ مذہب قرار دے رہے ہیں۔ اور یہ اوکاڑوی صاحب ہیں کہ 100% اور 98% کے چکر چلا کر لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں۔ یقین جانئے 100 اور 98 تو دور کی بات۔ ''اوکاڑوی عقیدہ'' کہ "ادراک وشعور وسماع میں مردے اور زندہ برابر ہیں" (سماع الموتیٰ ص:۲) کا قائل 01% بھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اوکاڑوی صاحب کی خدمت میں اس صریح جھوٹ کے صلہ میں ایک ہی نذرانہ پیش کرتے ہیں۔

ستم کشی کو تیرے کوئی پہنچا ہے نہ پہنچے گا
اگرچہ ہو چکے ہیں تجھ سے پہلے فتنہ گر لاکھوں

{تمام امت کی تکفیر}

☆ اتحادی پیر و مرشد اللہ یار چکڑالوی لکھتے ہیں:۔

دوسری بات جو قابل غور ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ تم کہتے ہو قرآن میں سماع موتیٰ کی نفی وارد ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کثیرہ جو حد تواتر کو پہنچی ہیں ان سے سماع موتیٰ کا اثبات ظاہر ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن جس پر نازل ہوا اس نے تو سمجھا ہی نہیں۔ البتہ ندائے حق کے مصنف اور ان کا مختصر ٹولہ قرآن فہمی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بازی لے گیا۔ قرآن و حدیث میں اتنا تعارض بلکہ اتنا واضح تضاد ان حضرات نے ہی ڈھونڈ نکالا ہے۔ (حیات برزخیہ ص:۱۶۱)

☆ نیز چکڑالوی موصوف لکھتے ہیں:۔

اہل السنت والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ میت سنتا ہے خواہ کسی بھی حالت میں ہو۔ خارجی اور معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ میت نہیں سنتا یعنی عدم سماع کے قائل ہیں۔

(حیات برزخیہ ص:۱۶۴)

☆ اللہ یار خان چکڑالوی لکھتے ہیں:۔

سماع موتی کی احادیث متواتر ہیں۔ (ص: ۲۲۶)

☆ نیز لکھتے ہیں:۔

تواتر کا منکر بلاشبہ بدعتی ہے اگر تواتر بدیہی ہے تو اس کا منکر کافر ہے۔

(ص:۱۶۵)

☆ نیز فرماتے ہیں:۔

سماع موتی اور تمام چیزوں کے سننے کا استدلال قرآن حکیم سے کیا گیا ہے اور احادیث ان آیات کی شرح بتفسیر ہیں، پھر بھی کوئی شخص اس حقیقت کا انکار کرتا ہے تو وہ منکر حدیث ہے، منکر قرآن ہے۔ (ص: ۱۷۱)

☆ نیز فرماتے ہیں:۔

معلوم ہوا کہ معتزلہ کا فرقہ پتھروں کے سننے اور کلام کرنے کا منکر ہے مگر اہل السنت والجماعۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ جمادات سنتے ہیں۔ (ص:۱۵۳)

تبصرہ:۔

چکڑالوی خرافات ملاحظہ فرمائیں، کہ چکڑالوی صاحب کے نزدیک سماع موتی کا منکر خارجی، معتزلی اور کافر ہے۔ جبکہ آپ حضرات نے اکابرین کی تحقیق بھی ملاحظہ فرمالیں۔ اب خود ہی امانت و دیانت سے فیصلہ کیجئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ سمیت اکابر اہل السنت سماع موتی کا انکار کرتے ہیں۔۔

تو چکڑالوی کی تکفیری مشین کا نشانہ کون کون بنے گا۔۔۔؟

{بغاوت نمبر 10 تحقیق جدید}

ایک اہم وضاحت:۔

قرآن وسنت کی نصوص کی روشنی میں اکابرین امت کا یہ نظریہ ہے کہ شہید کی روح کا مستقر جنت ہے۔ موت کے فوراً بعد شہید کی روح کو جنت میں داخل کردیا جاتا ہے۔ جبکہ اتحادی گروہ کے نزدیک ہر ایک مرنے والے کی روح دفن کے بعد بدن عنصری میں لوٹا دی جاتی ہے۔ اس کے بعد اتحادی گروہ کا اختلاف ہے کہ ہر ایک کی روح پھر بدن میں رہ جاتی ہے یا دوبارہ نکل جاتی ہے؟ حضرات اکابر ارواح شہداء کے جنت میں ہونے پر متعدد نصوص سے استدلال کرتے ہیں۔ جن میں ایک آیت قِيۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّةَ۔۔ بھی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ حبیب نجار کو قوم نے شہید کردیا، اس کا بدن ان کے قدموں کے نیچے تھا۔ (کما قال ابن مسعودؓ وغیرہ) اور اس کی روح کو یہ حکم ہوا کہ جنت میں داخل ہوجا۔ مزید تفصیل کے لیے راقم کی تالیف "المسلک المنصور" ملاحظہ فرمائیں۔ یہ مفہوم چونکہ اوکاڑوی صاحب کے نظریہ کے خلاف تھا، اس لیے اوکاڑوی صاحب نے جدید تحقیق دریافت کی ہے۔

اوکاڑوی جدید تحقیق:

حضرت اکاڑوی نے فرمایا کہ ایک مماتی کہنے لگا کہ قِيۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّةَ۔۔ مطلب ہے کہ وہ جنت میں جاچکا ہے۔ پہلے تو میں نے اس سے کہا ہاں جاچکے ہیں، کیونکہ وَنُفِخَ فِي الصُّوۡرِ۔ صور بھی پھونکا جاچکا ہے۔ اب وہ یہاں تاویل کرنے بیٹھا، یہاں ماضی اس لئے لائی گئی ہے کہ بعض اوقات جو بات آئندہ زمانے میں ہونی ہو اور یقینی ہو اس کو ماضی کے صیغہ سے تعبیر کرلیتے ہیں گویا ہوچکی ہے۔ حضرت نے کہا پھر یہاں بھی وہی معنی لے لو۔ قِيۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّةَ۔۔ دونوں مطلب ہوسکتے ہیں کہ

جنت سے مراد اس کی قبر بھی ہو سکتی ہے کیونکہ وہ بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا یہ بات قیامت کے دن اس کو کہی جائے گی۔

(تسکین الاذکیاء (مجموعہ خرافات حضرت اکاڑوی) ص:۲۰۰)

{خلاصہ تحقیق اوکاڑوی}

اوکاڑوی صاحب کے فرمان عالی شان سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک یا تو قیل بہ نفخ کی طرح ہے۔ یعنی قیامت کے بعد اسے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ یا پھر قیل ادخل الجنۃ کا معنی ان کے نزدیک "قبر میں داخل ہو جا" ہے۔

{تحقیق اکابر}

☆ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:۔

قوم نے اس کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کر ڈالا، ادھر شہادت واقع ہوئی، ادھر سے حکم ملا کہ فوراً بہشت میں داخل ہو جا۔ جیسا کہ ارواح شہداء کی نسبت احادیث سے ثابت ہے کہ وہ قبل از محشر جنت میں داخل ہوتی ہیں۔

(تفسیر عثمانی ص:۵۸۹)

☆ حضرت مرشد تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

اس کو پتھروں سے یا آگ میں ڈال کر یا گلہ گھوٹ کر شہید کر ڈالا، بعد شہادت ارشاد ہوا کہ جا جنت میں داخل ہو۔ (بیان القرآن)

☆ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ فرماتے ہیں:۔

شہود سے مراد حضور کے معنی لیے جائیں تو یشھدہ کی ضمیر کتاب کی بجائے علیین کی طرف راجع ہوگی اور معنی آیت کے یہ ہونگے کہ مقربین بارگاہ کی ارواح اس مقام علیین میں حاضر ہونگی۔ کیونکہ یہی مقام ان کی ارواح کا مستقر بنایا گیا ہے جس طرح سجین کفار کی ارواح کا مستقر ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شہداء کی ارواح اللہ تعالیٰ کے نزدیک سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہونگی، جو جنت کے باغات اور نہروں کی سیر کرتی ہونگی اور ان کے رہنے کی جگہ قندیل ہونگی جو عرش کے نیچے معلق ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہداء کی ارواح تحت العرش رہیں گی اور جنت کی سیر کر سکیں گی۔ اور سورۃ یٰسین میں جو حبیب نجار کے واقعہ میں آیا ہے قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ.. اس سے معلوم ہوا کہ حبیب نجار موت کے ساتھ ہی جنت میں داخل ہو گئے اور بعض روایات حدیث سے بھی ارواح مومنین کا جنت میں ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ان سب کا حاصل ایک ہی ہے کہ مستقر ان ارواح کا ساتویں آسمان پر تحت العرش ہے اور یہی مقام جنت کا بھی ہے ان ارواح کو جنت کی سیر کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ (معارف القرآن)

مزید تفصیل بندہ کی تالیف "المسلک المنصور" (شائع کردہ: مکتبہ حسینیہ، اٹک) میں ملاحظہ فرمائیں۔

تبصرہ:۔

اوکاڑوی تحقیق یا تحریف ملاحظہ فرما کر آپ نے اکابر کی تفسیر بھی ملاحظہ فرمالی۔ اب آپ ہی انصاف فرمایئے کہ کیا یہی اتباع اکابر ہے۔ ان حضرات کے نزدیک اتباع اکابر کے نعرے صرف اہل حق کو بدنام کرنے کے لیے ہیں۔ ورنہ اگر یہ لوگ اپنے اس دعویٰ میں مخلص ہوتے تو اتنی بے دردی کے ساتھ قرآن وسنت کی تحریف اور اکابر کی بغاوت کا راستہ اختیار نہ کرتے۔

یقین فرمایئے کہ اس طرح کی خود فریبیوں کا جادو توڑنے کے لیے میرے ذہن میں زیر نظر رسالہ کی ترتیب کا خیال پیدا ہوا۔ کہ اصحاب عقل وانصاف واضح طور پر محسوس فرمالیں کہ جو لوگ دوسروں پر عدم اعتماد کا الزام عائد کرتے ہیں، اپنے نامہ اعمال کے آئینے میں وہ خود کتنے باغی ہیں۔

اس موقع پر اتحادی پیر ومرشد اللہ یار خان چکڑالوی کا ایک ملفوظ پیش خدمت ہے:۔

جس طرح قرآن سمجھو، اپنی رائے سے تفسیر کر دو، یہی زندقہ ہے۔ اپنا مطلب جو تم بیان کرتے ہو ان تفسیروں سے پیش کرو ورنہ تم زندیق ہو یا ملحد۔

(سیف اویسیہ ص:۱۱۵)

{بغاوت نمبر 11}

{اکابر پر قرآن، احادیث متواترہ اور اجماع کے انکار کا الزام}

تمہید:۔

☆ اکابر علماء دیوبند قبر کے دو مفہوم بیان کرتے ہیں۔

(۱) قبر لغوی بمعنی مقر المیت (میت کے ٹھہرنے کی جگہ)

(۲) قبر شرعی بمعنی عالم برزخ۔

نیز ساتھ یہ تصریح بھی فرماتے ہیں کہ یہ زمینی گڑھا اصلی اور شرعی قبر نہیں۔ اصلی اور شرعی قبر عالم برزخ ہے۔ جبکہ غالی اتحادی گروہ زمینی گڑھا کو اصلی اور شرعی قبر قرار دیتا ہے، اور قبر بمعنیٰ عالم برزخ کا نہ صرف انکار کرتا ہے۔ بلکہ جن اکابر نے اصلی قبر عالم برزخ قرار دیا ہے، ان کو قرآن احادیث متواترہ اور اجماع امت کا منکر بھی کہتا ہے۔ البتہ براہ راست ان اکابر علماء دیوبند کا نام استعمال کرنے کے بجائے اشاعت التوحید کو ڈھال کے طور پر استعمال کر کے نشانہ اکابر کو بناتا ہے۔

﴿ضروری وضاحت﴾

☆ اتحادیوں کا اشاعت التوحید والوں کو اس قبر کے قبر ہونے کا منکر بتانا بدترین دجل اور تلبیس ابلیس ہے۔ اشاعت التوحید والسنۃ والوں میں سے کوئی بھی اس قبر کے قبر ہونے کا منکر نہیں۔ ہاں! اشاعت التوحید والے یہ ضرور کہتے ہیں کہ اس قبر کا معنی مقر المیت ہے یعنی میت کے ٹھہرنے کی جگہ۔ یہ قبر مقر الحی یعنی زندہ کے رہنے کی جگہ

نہیں۔ جیسا کہ اتحادی گروہ اس قبر کو مقر الحی قرار دینے پر زور لگا رہا ہے۔ اور اشاعت التوحید والے یہ بھی کہتے ہیں کہ جن اکابر نے قبر کا دوسرا مفہوم بیان کیا ہے ان کو قرآن، احادیث متواترہ، اور اجماع کا منکر قرار دینا انتہائی ظلم اور مذہبی دہشت گردی ہے۔

کیونکہ قرآن کریم اور احادیث متواترہ میں سے کسی آیت یا حدیث میں یہ وارد نہیں ہوا کہ قبر سے مراد عالم برزخ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی کسی دور میں امت کا اس پر اجماع منعقد ہوا ہے کہ قبر بمعنی عالم برزخ مراد لینا جائز نہیں۔ یا ایسی بھی کوئی نص موجود نہیں کہ جہاں لفظ قبر کو زمینی گڑھا کے ساتھ خاص بتلایا گیا ہو۔ اگر قرآن و سنت میں ایسی کوئی نص موجود ہوتی، تو پھر جس طرح قبر بمعنی عالم برزخ لینے کی وجہ سے اکابر علماء دیوبند پر قرآن کے انکار کا الزام عائد ہوتا۔ اسی طرح اتحادی گروہ کو بھی جو درندوں، پرندوں اور مچھلیوں کے پیٹوں کو بھی قبر قرار دیتے ہیں، قرآن و حدیث کا منکر قرار دے کر دائرہ اسلام سے خارج کیا جاتا۔ بہر حال قبر کے مسئلے میں اتحادی گروہ کا براہ راست اختلاف اکابر علماء دیوبند کے ساتھ ہے۔ چنانچہ

☆ اتحادی گروہ کے موجد ماسٹر اکاڑوی صاحب اپنی مجتہدانہ ذہنیت کو استعمال کرتے ہوئے قبر کی تحقیق میں بیان کرتے ہیں:۔

قبر وہ گڑھا ہے جو اس زمین پر ہے۔

(تسکین الاذکیاء ص:۹۸)

☆ نیز ماسٹر صاحب فرماتے ہیں:۔

کوے کو بھی پتہ ہے کہ قبر زمین پر ہوتی ہے۔ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نچر علیین میں جا کر بدکا تھا یا سجین میں جا کر یا یہیں؟ اس لئے جو اس قبر کو قبر نہیں مانتے ان کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ... وہ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ اب قبر کے بارہ میں قرآن کا انکار کر رہے ہیں حالانکہ دعویٰ ہوتا ہے کہ ہم قرآن پاک کو مانتے ہیں۔ قبر کے مسئلہ میں یہ بالکل قرآن پاک کے منکر ہیں، احادیث متواترہ کے منکر ہیں، اجماع فقہاء کے منکر ہیں، ان کی قبر

کہاں ہے۔ حضرت اکاڑوی نے ایک پمفلٹ شائع کیا تھا کہ نہ تو ان کی قبر کا (معاذ [illegible]
)اللہ کو پتہ ہے کیونکہ قرآن میں ان کی قبر کا کہیں ذکر نہیں ہے اور نہ اللہ کے نبی کو [illegible]
کہ ان کی قبر کہاں ہے کیونکہ احادیث میں اس کا ذکر نہیں۔ اب یہ نہ قرآن کو مانیں [illegible]
احادیث متواترہ کو مانیں، نہ اجماع فقہاء کو مانیں ...... اب دیکھئے قبر کے مسئلہ [illegible]
صاف طور پر قرآن پاک کے منکر ہیں۔ (تسکین الاذکیاء ص:۱۰۷،۱۰۶)

☆ نیز ص: ۱۰۸ پر فرماتے ہیں:۔

دیکھو! قبر کے مسئلہ میں یہ قطعاً قرآن کے منکر ہیں۔

[illegible] اوکاڑوی صاحب کے ہفوات کا خلاصہ یہ ہے کہ قبر کا اطلاق صرف [illegible]
گڑھے پر ہی ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص قبر کا دوسرا مفہوم مراد لے یعنی قبر سے مراد [illegible]
برزخ لے تو وہ شخص اتحادی گروہ کے نزدیک قرآن کا منکر، حدیث متواترہ اور [illegible]
امت کا منکر ہے اور جانوروں سے بدتر ہے۔

﴿لطیفہ﴾

اتحادی گروہ بے چارہ ایک طرف تو خوب زور لگا رہا ہے کہ اشاعت [illegible]
والے قرآن کے صاف منکر، احادیث متواترہ کے منکر اور اجماع امت کے منکر [illegible]
ساتھ یہ بھی فتویٰ دے رہا ہے کہ (معاذ اللہ) اشاعت التوحید والے اہل بدعت [illegible]
کافر نہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اتحادی گروہ کے نزدیک قرآن کا صاف [illegible]
احادیث متواترہ کا صاف انکار، اجماع امت کا صاف انکار بھی صرف بدعت [illegible]
نہیں۔ (معاذ اللہ) حالانکہ قرآن کے صاف انکار کو کفر نہ سمجھنا خود کافر بننا [illegible]
تعالیٰ محفوظ رکھیں۔ (آمین)

﴿لطیفہ﴾

ماسٹر صاحب نے اپنے ایک پمفلٹ میں ارشاد فرمایا، کہ مماتیوں کی قبر کا [illegible]

[illegible] تو ان کی قبر کا اللہ کو پتہ ہے ان کی قبر کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔ ماسٹر صاحب
[illegible] کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مماتیوں کی قبر کا علم نہیں، کیونکہ اس کا ذکر قرآن
[illegible] اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ماسٹر صاحب کے نزدیک جن چیزوں کا ذکر
[illegible] میں نہیں، ان چیزوں کا اللہ تعالیٰ کو بھی علم نہیں۔ (معاذ اللہ) جس سے
[illegible] لازم ہے، اللہ تعالیٰ اتحادی گروہ کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

﴿تحقیق اکابر﴾

علامہ عبد الحق حقانیؒ فرماتے ہیں:۔

ابھی ہم کہہ چکے ہیں کہ یہ گڑھا قبر اصلی نہیں جس کو تم قبر سمجھتے ہو بلکہ مراد وہ ہے جو اب بیان ہو چکا ہے خواہ کوئی غرق ہو یا جلے یا کوئی جاندار اس کو کھا جائے اس کی روح کو بہرطور یہ معاملات پیش آتے ہیں اور وہاں ہی منکر نکیر اس سے سوال و جواب کر لیتے ہیں اور وہاں ہی اس کی روح پر کشادگی و تنگی وغیرہ ثواب و عذاب ہو چکتے ہیں۔ خلاصہ عقیدہ اسلامی اس مسئلہ میں یہ ہے کہ جب انسان اس منزل فانی کو چھوڑتا ہے تو دوسرے عالم میں جا پڑتا ہے اس عالم غیر محسوس میں نیکوں کا مکان عالم بالا یعنی علیین ہے اور بدوں کا سجین ہے جن کی روحیں کثافت اور ظلمت کی وجہ سے ان پر نہیں چڑھ سکتیں۔ وہ اس ناپاک جگہ میں ڈالے جاتے ہیں۔ قبر عرف شرع میں اسی عالم کا نام ہے۔ حشر کے بعد ارواح کو ان کے ابدان سے پھر متعلق کیا جائے گا۔ (عقائد اسلام، علامہ حقانی، ص:۱۷۰، ۱۷۱) نیز دیکھیں (ص: ۱۶۶،

۱۲۸،۱۲۹)

تفصیل مزید بندہ کی کتاب "المسلک المنصور" میں ہی ملاحظہ فرمائیں۔

{عقائد اسلام کا تعارف}

مذکورہ بالا "عقائد اسلام" اکابر علماء دیوبند کی مصدقہ عقائد کی کتاب ہے، کہ اس کے شروع میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی"، خاتم المحدثین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کاشمیری"، ابو حنیفہ ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی" اور مہتمم دار العلوم دیوبند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دیوبندی کی شاندار تصدیقات ثبت ہیں۔ جس میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ یہ گڑھا قبر اصلی نہیں جس کو تم قبر سمجھتے ہو...... قبر عرف شرع میں اسی عالم برزخ کا نام ہے۔

☆ حضرت مرشد تھانوی" فرماتے ہیں:۔

قبر سے مراد حدیث میں عالم برزخ ہے نہ کہ حفرۃ (گڑھا)۔

(مجالس الحکمۃ ص:۴۳)

☆ نیز حضرت تھانوی" فرماتے ہیں:۔

اشکال تو تب ہوتا جب قبر سے مراد یہ گڑھا ہوتا جس میں لاش دفن کی جاتی ہے حالانکہ اصطلاح شریعت میں قبر گڑھے کو کہتے ہی نہیں بلکہ عالم مثال کو کہتے ہیں۔

(اشرف الجواب ص:۲۹۸، ج:۳)

☆ حضرت شیخ الہند" فرماتے ہیں:۔

اس جگہ (بحث عذاب وثواب) میں عالم قبر سے مراد عالم برزخ ہے جو دنیا و آخرت کے مابین ایک جہان ہے۔ (لمعات التنقیح ص:۱۹۸، ج:۱)

☆ علامہ محمد احسن سنبھلی دیوبندی فرماتے ہیں:۔

المراد بالقبر لیس ما یحفر ویدفن فیه المیت بل المراد به عالم البرزخ مما بعد الموت الی یوم النشور......

(نظم الفرائد حاشیہ شرح عقائد ص:۱۷۱) یعنی قبر سے مراد یہ گڑھا نہیں جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے۔

☆ مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی" فرماتے ہیں:۔

قبر سے مراد گڑھا ہی نہیں بلکہ موت کے بعد آخرت سے پہلے کا زمانہ مراد ہے۔ (جواہر الایمان ص:۹)

☆ مورخ اسلام علامہ سید سلیمان ندوی" فرماتے ہیں:۔

اس لفظ قبر سے مراد در حقیقت مخصوص خاک کا تودہ نہیں، جس کے نیچے کسی مردہ کی ہڈیاں پڑی رہتی ہیں بلکہ وہ عالم ہے کہ جس میں یہ مناظر پیش آتے ہیں اور وہ ارواح و نفوس کی دنیا ہے مادی عناصر کی نہیں۔

(سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص:۳۵۰، ج:۴)

☆ مولانا محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی" فرماتے ہیں:۔

برزخ لغت میں اس شئی کو کہتے ہیں، جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو اور اصطلاح شریعت میں وہ زمانہ ہے جو موت اور حشر کے درمیان ہو...... اسی عالم برزخ کا دوسرا نام عالم قبر ہے، قبر اسی ظاہری گڑھے کا نام نہیں ...... الخ (رسالہ عالم برزخ ص:۲۵)

☆ اسی طرح درج ذیل اکابر نے صراحت فرمائی ہے:۔

☆ امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی" (الخیر الکثیر ص:۱۵۸)

☆ علامہ شعرانیؒ (الیواقیت والجواہر ص:۱۷۶، ج:۲)

☆ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (مالابدمنہ ص:۱۲)

☆ شارح عقیدہ (شرح عقیدہ طحاویہ ص:۳۳۰، ۳۳۱)

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (اشعۃ اللمعات ص:۶۲، ج:۱)

ان عبارات اکابر سے آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو گیا کہ اکابرین اہل السنۃ کے نزدیک اصطلاح شریعت میں قبر نام ہے "عالم برزخ" کا، زمینی گھڑے کو اصطلاح شریعت میں قبر نہیں کہتے۔ جبکہ اتحادی غالی گروہ کا نظریہ قرآن واحادیث متواترہ کا صریح اور واضح انکار ہے۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں اکابر کے ہمدرد علماء کرام ومفتیان عظام کہ اتحادی گروہ کے نزدیک زمینی گڑھا کو اصلی اور شرعی قبر نہ ماننے والا قرآن کا منکر واحادیث متواترہ کا منکر اور اجماع امت کا منکر ہونے کے ساتھ کوے جیسے جانور سے بھی بدتر ہے۔ جب کہ اکابر علماء دیوبند کے نزدیک زمینی گڑھا اصلی اور شرعی قبر ہرگز نہیں۔ تو اب بتایئے کہ اکابر علماء دیوبند کو قرآن واحادیث متواترہ اور اجماع امت کا منکر قرار دیا جائے یا اتحادی گروہ کو خارجی اور اکابر کا باغی قرار دے کر اہلسنت سے خارج سمجھا جائے؟

بینوا توجروا۔

میں یقین سے کہتا ہوں کہ اکابر دشمنی کی ایسی شرمناک مثال کسی فرقے کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ اوکاڑوی صاحب اور ان کے اتحادی گروہ کا حال یہ ہے۔

اذا کان رب البیت بالطبل ضاربا
فلا تلم الاولاد فیہ علی الرقص

یعنی، جب گھر کا مالک ہی طبلہ بجانے لگ جائے تو اگر بچے ناچنے لگیں تو انہیں ملامت کیسی؟

{بغاوت نمبر 12}

{اکابر پر اعتزال کا الزام}

☆ اوکاڑوی صاحب، آیت: كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (البقرہ آیت: ۲۸) ترجمہ:۔ تھے تم محض بے جان نطفہ میں جان پڑنے سے پہلے سو تم کو جاندار کیا پھر تم کو موت دیں گے پھر زندہ کریں گے (یعنی قیامت کے دن) پھر انہی کے پاس لے جائے جاؤ گے (یعنی میدان قیامت سے حساب وکتاب کے لئے اجلاس پر حاضر کیے جاؤ گے) (بیان القرآن ص:۳۱ ج:۱)

کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

يُحْيِيكُمْ سے مراد قبر کی حیات ہے۔ قبر میں سوال وجواب کے وقت روح لوٹا دی جاتی ہے۔ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے یہ تفسیر مروی ہے، دوسرا کوئی اختلافی قول ان سے مروی نہیں ہے۔ لیکن زمخشری چونکہ بہت بڑا عالم گزرا ہے لیکن وہ عقیدۃً معتزلی تھا اور عذاب وثواب قبر کا قائل نہیں تھا، اس لئے سب سے پہلے زمخشری نے يُحْيِيكُمْ سے آخرت کی حیات مراد لی ہے۔

(تسکین الاذکیاء (خرافات اکاڑویہ) ص:۶۶، ۶۷)

☆ یہی ماسٹر صاحب اسی آیت کی تشریح میں دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ۔۔ پھر تم کو زندہ کیا جائے گا، اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس میں دوسری زندگی سے کیا مراد ہے؟ صحابہ کرامؓ کی جو تفسیر ہے وہ تو یہ ہے کہ اس سے قبر کی زندگی مراد ہے کہ قبر میں جو سوال وجواب ہوگا وہ زندگی دے کر کیا جائے گا، ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔۔ میں آخرت کی زندگی مراد ہے۔ لیکن زمخشری ایک مفسر گزرا ہے جو معتزلی تھا، عذاب قبر کا انکار کرتا تھا، وہ چونکہ قبر کی زندگی کا منکر تھا اس

نے کہا یُحۡیِیۡکُمۡ سے آخرت کی زندگی مراد ہے۔ (تسکین الاذکیاء ص:۳۴۰)

{ماسٹری تحقیق کا خلاصہ}

☆ اوکاڑوی صاحب کے نزدیک صحابہ کرامؓ نے یُحۡیِیۡکُمۡ کا ایک ہی معنیٰ کیا ہے، اور وہ ہے سوال وجواب کے لیے قبر میں زندہ کرنا۔

☆ یُحۡیِیۡکُمۡ سے قیامت کے دن زندہ ہونا مراد لینا منکرین عذاب قبر معتزلہ کی تفسیر ہے۔

{انکشاف حقیقت}

آیت مذکورہ میں یُحۡیِیۡکُمۡ سے قبر کی زندگی مراد لینا سدی کذاب، رافضی کی تفسیر ہے۔ اور یُحۡیِیۡکُمۡ سے قیامت کی زندگی مراد لینا، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ وابن مسعودؓ سمیت اکابر علماء دیوبند ودیگر محققین کی تفسیر ہے۔

{تحقیق اکابر}

☆ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:۔

قال سفیان ثوری عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبد اللہ بن مسعود ﷺ (قَالُوۡا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثۡنَتَیۡنِ وَاَحۡیَیۡتَنَا اثۡنَتَیۡنِ... سورۃ المؤمن) قال ھی التی فی البقرہ (کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ کُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡیَاکُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ ثُمَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ... البقرہ) وقال ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس ﷺ (کُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡیَاکُمۡ) امواتا فی اصلاب آباء کم لم تکونوا شیئاً حتیٰ خلقکم ثم یمیتکم موتۃ الحق ثم یحییکم حین یبعثکم قال: وھی مثل قولہ تعالیٰ: (رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثۡنَتَیۡنِ وَاَحۡیَیۡتَنَا اثۡنَتَیۡنِ) وقال ضحاک

عن ابن عباس ﷺ فی قولہ تعالیٰ (رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثۡنَتَیۡنِ وَ اَحۡیَیۡتَنَا اثۡنَتَیۡنِ...) قال کنتم ترابا قبل ان یخلقکم فھذہ میتۃ ثم احیاکم فخلقکم فھذہ حیوۃ ثم یمیتکم فترجعون الی القبور فھذہ میتۃ اخریٰ ثم یبعثکم یوم القیامۃ فھذہ حیوۃ اخریٰ فھذہ میتتان وحیاتان فھو کقولہ (کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ کُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡیَاکُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ ثُمَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ...)

ترجمہ: سفیان ثوریؒ ابی اسحقؒ سے وہ ابی الاحوص سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ کفار جو کہیں گے کہ (قَالُوۡا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثۡنَتَیۡنِ وَاَحۡیَیۡتَنَا اثۡنَتَیۡنِ. الآیۃ)) اے اللہ! دو دفعہ تو نے ہمیں مارا اور دو دفعہ زندہ کیا، اس سے مراد وہ ہے جو البقرہ (کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ کُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا) میں ہے۔ اور ابن جریج عطاء سے وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ (کُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡیَاکُمۡ) کہ تم اپنے باپوں کے پیٹھ میں مردہ تھے یعنی کچھ بھی نہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں مار ڈالے گا موت حقیقی کے ساتھ، پھر تمہیں قبروں سے اٹھا کر زندہ کریگا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول (رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثۡنَتَیۡنِ وَاَحۡیَیۡتَنَا اثۡنَتَیۡنِ...) کی طرح ہے۔ اور ضحاک ابن عباسؓ سے (رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثۡنَتَیۡنِ وَاَحۡیَیۡتَنَا اثۡنَتَیۡنِ...) کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ پیدا ہونے سے قبل مٹی یعنی کچھ بھی نہیں تھے، یہ ایک موت ہے۔ پھر تمہیں زندہ کیا یہ ایک زندگی پھر تمہیں موت دیگا قبروں کی طرف جاؤ گے، یہ دوسری بار موت پھر تم قیامت میں زندہ اٹھائے جاؤ گے یہ دوسری زندگی، یہ دو زندگیاں دو موتیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔ کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَکُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا...

امام ابن کثیر سورۃ مومن آیت:۱۱ کے تحت فرماتے ہیں:۔

وھٰذا ھو الصواب الذی لا شک فیہ ولا مریۃ، اور یہی قول حق ہے جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

آخر میں فرماتے ہیں:۔

قال السدی امیتوا فی الدنیا ثم احیوا فی قبورهم فخبطوا ثم امیتوا ثم احیوا یوم القیامة. وقال ابن زید احیوا حین اخذ علیهم المیثاق من صلب آدم ثم خلقهم فی الارحام ثم اماتهم ثم احیاهم یوم القیامة. وهذان القولان من السدی وابن زید ضعیفان لانه یلزمهما علیٰ ما قالا ثلاث احیاءات واماتات والصحیح قول ابن مسعودؓ وابن عباسؓ

ترجمہ: سدی کہتے ہیں کہ دنیا میں مار ڈالے گئے پھر قبروں میں زندہ کئے گئے پھر قیامت میں زندہ کئے گئے اور ابن زید کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کی پیٹھ سے میثاق کے لئے زندہ کئے گئے، پھر ماں کی ارحام میں زندہ کئے گئے (روح پھونکی گئی) پھر انہیں موت دی، پھر قیامت کے دن جی اٹھے۔ سدی اور ابن زید کے یہ دونوں قول ضعیف ہیں۔ اس لئے کہ اس طرح جیسے وہ دونوں کہتے ہیں تین حیاتیں اور تین موتیں لازم آتی ہیں (اور آیت میں دو موتوں اور دو زندگیوں کا ذکر ہے) اور صحیح قول حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ اور ان کے تابعداروں کا ہے کہ قیامت کے دن زندہ ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیر)

{اوکاڑوی صاحب کے امام "سدی" کا تعارف}

ماسٹر امین صاحب نے حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ اور حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کی تفسیر سے بغاوت اختیار کر کے سدی صاحب کی گود میں پناہ لی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سدی مذکور کا مختصر تعارف پیش کر دیا جائے۔

سدی صاحب کا اصل نام اسماعیل بن عبد الرحمٰن السدی ہے، جو کٹر رافضی تھا، حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کو سرعام گالیاں دیا کرتا تھا۔

جس کے متعلق حافظ عقیلی فرماتے ہیں:

اسماعیل بن عبد الرحمٰن السدی: معتمر بن سلیمان کہتے ہیں کہ کوفہ میں دو کذاب ہیں، کلبی اور سدی۔ عمرو بن علی کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے سنا کہ ابراہیم بن مہاجر اور سدی کا ذکر کیا گیا تو ابن معین نے فرمایا کہ یہ دونوں رذیل ضعیف ہیں۔

علی بن حسین اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ میں کوفہ میں آیا میں نے سدی کے پاس آ کر کتاب اللہ کی تفسیر پوچھی اس نے بیان کی تو میں اس کے پاس سے تب اٹھا جب میں نے اس کو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو گالیاں دیتے ہوئے سنا، پھر میں اس کے پاس واپس نہیں آیا۔

(الضعفاء الکبیر ص:۸۷، ج:۱، تفسیر القول المبین ص:۴۵۳)

حافظ جوزجانیؒ فرماتے ہیں کہ سدی کذاب، شتام ہیں۔ یعنی صحابہ کرامؓ کو گالیاں دینے والا (احوال الرجال ص:۴۸) شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب سدی پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام جوزجانی فرماتے ہیں: هو کذاب شتام کہ وہ بہت بڑا جھوٹا اور تبرائی تھا۔

(ازالۃ الریب ص:۳۱۴، اتمام البرہان ص:۱۸، ج:۴)

شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب بریلویوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:۔

انصاف سے فرمائیں کہ ایسے کذاب راوی کی روایت سے دینی کونسا مسئلہ ثابت ہوتا ہے یا ثابت ہو سکتا ہے۔ (دیکھئے اتمام البرہان ص:۳۸، ج:۴)

☆ حضرت مرشد تھانویؒ آیت مذکورہ کا ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

تھے تم محض بے جان نطفہ میں جان پڑنے سے پہلے سو
تم کو جاندار کیا پھر تم کو موت دیں گے پھر زندہ کریں گے
(یعنی قیامت کے دن) پھر انہی کے پاس لے جائے
جاؤ گے (یعنی میدان قیامت سے حساب و کتاب کے

لئے اجلاس پر حاضر کیے جاؤ گے)

(بیان القرآن ص:۲۱، ج:۱)

☆ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:۔

يُحْيِيكُمْ یعنی قیامت کو زندہ کیے جاؤ گے حساب لینے کے واسطے۔ (تفسیر عثمانی)

☆ علامہ عبدالماجد دریا آبادی دیوبندیؒ فرماتے ہیں:۔

يُحْيِيكُمْ وہی تمہیں زندہ کرے گا حشر میں۔ (تفسیر ماجدی)

☆ سحبان الہند علامہ احمد سعید دہلویؒ فرماتے ہیں:۔

يُحْيِيكُمْ.. پھر اس موت کے بعد قیامت کو دوبارہ زندگی میسر ہوگی۔ (تفسیر کشف الرحمٰن)

☆ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ آیت بالا کی تفسیر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

يُحْيِيكُمْ.. سے قبر کی زندگی مراد لینا "من حيث المعنى" چنداں چسپاں نہیں اس واسطے کہ اگر حیات قبر کو حیات حقیقی اعتبار کیا جائے۔ پس بیچ وقت بعث اور نشر کے آنا حیات دوسری اوپر اس حیات کے کہ قبر میں ہو چکی درست نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ زندہ کو زندہ کرنا بے معنی ہے۔ پس ضرور ایک بات دو چیزوں میں سے اختیار کرنی چاہیے یا تو قائل ہونا چاہیے موت دوسری کا کہ قبر میں ہو اور یہ خلاف اجماع کا ہے اور بھی خلاف اسلوب اس کلام کا ہے۔ اس واسطے کہ اس صورت میں ایسا فرمانا چاہیے تھا ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ.. یا قائل ہونا اس کا چاہیے کہ حیات بعث کی مجازی ہے حقیقی نہیں، هو صريح البطلان۔ بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حیات کے معنی کیا ہیں؟ تعلق پکڑنا روح کا ساتھ بدن کے اور قبر میں ہرگز تعلق روح کا ساتھ بدن کے نہیں بلکہ ادراک اور شعور روح کا کہ بعد مفارقت کے بدن سے اس کو باقی رہتا ہے اس کو حیات قرار دیا ہے، پس حمل کرنا حیات قبر کا اوپر مجاز کے متعین ہے۔

(تفسیر عزیزی اردو ص:۶۷۲، ج:۱)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تصریح فرما دی کہ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ سے قبر کی زندگی مراد لینا کسی طرح بھی درست نہیں۔ پھر شاہ صاحب نے اس کی تین وجوہات ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) ثُمَّ يُحْيِيكُمْ.. سے قبر کی زندگی مراد لینا معنی کے اعتبار سے درست نہیں (۲) ثُمَّ يُحْيِيكُمْ سے قبر کی زندگی مراد لینا اسلوب قرآنی کے اعتبار سے درست نہیں (۳) اگر يُحْيِيكُمْ سے قبر کی زندگی مراد لی جائے تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو قبر میں پھر ایک موت ماننی پڑے گی جو اجماع کے خلاف ہے اور قبر میں موت نہ مانے تو قیامت کے دن پھر زندوں کو زندہ کرنا لازم آتا ہے۔ حالانکہ زندوں کو زندہ نہیں کیا جاتا زندہ تو مردوں کو کیا جاتا ہے۔

{اہم فائدہ}

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے یہ بھی تصریح فرما دی کہ قبر میں زندگی اور موت ماننا اجماع امت کے خلاف ہے۔ حالانکہ اتحادی غالیوں کے ایک گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ سب موتی کو قبر میں اعادہ روح کے ساتھ زندہ کیا جاتا ہے اور پھر سوال وجواب کے بعد عام موتی پر قبر میں موت طاری کر دی جاتی ہے۔

شاہ صاحبؒ کے فرمان عالی شان سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اتحادیوں کا یہ عقیدہ اجماع امت کے صریح خلاف ہے اور اجماع امت کا منکر اتحادیوں کے ہاں ایک بدعتی ہے تو اتحادی گروہ اپنے فتوی کی رو سے خالص بدعتی ہیں۔

☆ حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ مجددی پانی پتیؒ فرماتے ہیں:۔

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ... کیونکر خدا کا انکار کر سکتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے پھر اس نے تم میں جان ڈالی، پھر وہی تمہیں مارتا ہے، پھر وہی تمہیں قیامت میں دوبارہ جلائے گا، پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ..... ثُمَّ يُحْيِيكُمْ یعنی جس دن صور پھونکا جائے تو پھر تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قبر

میں حیات نہ ہوگی۔ کیونکہ حیات دس اجزاء مذکورہ کی ترکیب کا نام ہے اور یہی ظاہر ہے کہ قبر میں یہ اجزاء مجتمع نہ ہونگے، اس لئے وہاں زندگی متصور نہیں ہوسکتی۔ رہی یہ بات کہ جب قبر میں حیات نہ ہوگی تو ثواب وعذاب کیسے ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے لئے خاصۃً اس حیات کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ ثواب وعقاب اجزائے بسیطہ پر بھی ہوسکتا ہے اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کی ان آیات پر ایمان رکھتا ہے اسے تو عذاب قبر کے انکار کی گنجائش ہی نہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ۔۔۔ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ ۔۔۔ الآیۃ

(تفسیر مظہری (اردو) ص:۷۰، ۶۹، ج:۱)

﴿عبارات اکابر کے روشن اشارات﴾

☆ يُحْيِيكُمْ سے قیامت کے دن زندہ کرنا حضرات صحابہ کرامؓ کی تفسیر ہے۔

☆ يُحْيِيكُمْ ۔۔ سے قبر کی حیات مراد لینا سدی کذاب کی تفسیر ہے۔

☆ علامہ ابن کثیرؒ، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، علامہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ وغیرہ نے تصریح فرمادی کہ يُحْيِيكُمْ ۔۔ سے قبر کی حیات مراد لینا کسی طرح بھی درست نہیں۔

☆ حضرت تھانویؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، علامہ عبدالماجد دریا آبادیؒ، علامہ احمد سعید دہلویؒ وغیرہ اکابر دیوبند نے يُحْيِيكُمْ ۔۔ سے مراد قیامت کے دن کی زندگی لی ہے۔ جبکہ اوکاڑوی صاحب کا دعویٰ ہے کہ يُحْيِيكُمْ ۔۔ سے قیامت کے دن کی زندگی مراد لینا منکرین عذاب قبر، معتزلہ والا معنیٰ ہے۔ حالانکہ آپ نے دیکھ لیا کہ صحابہ کرامؓ اور اکابر علماء دیوبند نے اس کا معنیٰ قیامت کے دن زندہ ہونے کا لیا ہے۔ اور اوکاڑوی صاحب کے امام سدی کذاب نے اس کا معنیٰ قبر کی زندگی سے کیا ہے۔

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ اوکاڑوی صاحب نے سدی کذاب کی اندھی

تقلید میں صریح کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے اور سینہ زوری دکھاتے ہوئے کن کن اکابرین کو معتزلی بنا ڈالا۔ کیا یہ صورت حال اس یقین کو تقویت نہیں پہنچاتی کہ ان حضرات کے اتباع اکابر کے خوش کن نعرے صرف دوسروں کو مرعوب کرنے کے لیے ہیں۔ ورنہ اگر ان حضرات میں تحقیقات اکابر کی کچھ بھی قدر ہوتی تو اکابر سے اتنی بڑی بغاوت کبھی بھی اختیار نہ کرتے۔

{اکاڑوی صاحب معتزلہ کی گود میں}

اکاڑوی صاحب نے احیاء فی القبر کی تفسیر صحابہ کرامؓ کے ذمے لگائی حالانکہ کسی صحابیؓ سے ثابت نہیں ہے، بلکہ صحابہ کرامؓ کے دشمن سدی، رافضی کا شغل ہے۔ پھر اکاڑوی صاحب نے اصحاب رسول ﷺ سمیت تمام اکابرین امت کو معتزلہ بنانے کے ذوق میں زمخشری کے ذمے لگا دیا۔ حالانکہ زمخشری معتزلی اکاڑوی صاحب کا ہم نوا ہے، چنانچہ زمخشری کشاف میں لکھتا ہے: یجوز ان یراد بالاحیاء فی القبر، لیجئے ۔۔۔! اصحاب رسول ﷺ سمیت تمام اکابرین کو معتزلی ثابت کرنے والا خود، زمخشری معتزلی کی گود میں جا بیٹھا۔

{بغاوت نمبر 13}

{اجسام مثالیہ یا فوٹوسٹیٹ}

اوکاڑوی صاحب فرماتے ہیں:۔

مفسرین یہی لکھتے ہیں کہ معراج کی رات آنحضرت ﷺ کی ملاقات سارے انبیاء کرامؑ سے ہوئی اور وہاں آپ نے تمام انبیاء کرامؑ سے پوچھا اور انہوں نے بتایا کہ ہم سب توحید ہی لے آئے ہیں۔۔۔ اب رسول پاک ﷺ کی ملاقات انبیاء کرامؑ سے ہوئی ہے تو ملاقات اسی جسم سے ہوا کرتی ہے یا فوٹو کاپیوں سے ہوا کرتی

ہے...... اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہاں انبیاء کرام کے جسم مثالی آئے تھے تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ جہاں ملاقات کا ذکر ہے وہاں یہی جسم وارد ہوا کرتا ہے نہ کہ جسم مثالی۔ یہ بات تو وہ لوگ بھی جانتے ہیں کہ حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر اصلی تھا اور آپ نے وہاں انبیاء کرام کو جماعت کرائی ہے، کیا کوئی مسئلہ قرآن و حدیث میں ہے کہ مولوی صاحب تو اصل کھڑے ہیں اور پیچھے سارے فوٹو کاپیاں کھڑے ہیں اور جماعت ہو رہی ہے۔ کیا فوٹو کاپیوں سے جماعت ہو جاتی ہے، یقیناً نہیں ہوتی...... چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کرام کو جماعت کرائی اور انبیاء کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں اصلی اجسام کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء کرام کو جماعت کروانا یہ حیات انبیاء کرام کی واضح دلیل ہے۔ (تسکین الاذکیاء)

{اوکاڑوی تحقیق کے اہم امور}

☆ اوکاڑوی صاحب کا انبیاء کرام کے اجسام مثالیہ کو فوٹو کاپیاں کہہ کر استہزاء۔

☆ اگر حضرات انبیاء کرام کے بیت المقدس میں اجسام مثالیہ تسلیم کیے جائیں تو نماز کے باطل ہونے کا فتویٰ۔

☆ بیت المقدس کی نماز کو حیات انبیاءؑ کی دلیل قرار دینا۔

{تحقیق اکابر}

☆ حکیم الامت مرشد تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

حضرت آدمؑ جمیع انبیاء میں اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ سماوات میں جو انبیاء کرامؑ کو دیکھا، سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیاء جسم مثالی کہتے ہیں روح کا تعلق ہو گیا اور اس جسد میں تعدد بھی اور

ایک وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے۔ لیکن ان کے اپنے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت و مشیت حق اور ظاہراً یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا الگ الگ شکل رکھتا تھا اس لئے باوجود لقاء بیت المقدس کے آسمان میں نہیں پہچانا، البتہ حضرت عیسیٰؑ چونکہ آسمان پر مع الجسد ہیں، ان کو وہاں دیکھنا مع الجسد ہو سکتا ہے۔ لیکن ان کو بیت المقدس میں دیکھا جیسا واقعہ ہشتم میں مذکور ہے وہ مع الجسد نہیں تھا بلکہ بالمثال سے تعلق روح کا جسد مثالی کے ساتھ قبل موت بھی بطور خرق عادت کے ممکن ہے۔

(نشر الطیب فی ذکر الحبیب ص:۵۳، از حضرت تھانویؒ)

مرشد تھانویؒ نے دوٹوک مدلل طور پر بیان فرما دیا کہ انبیاء کرام کا بیت المقدس یا آسمانوں پر ملاقات اجساد مثالیہ کے ساتھ ہی تھی۔ حتی کہ حضرت تھانوی صاحبؒ نے تو بیت المقدس میں حضرت عیسیٰؑ کے جسد عنصری کے حاضر ہونے کا بھی صاف انکار کرتے ہوئے جسد مثالی کو ثابت کیا ہے۔

☆ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اور علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں:۔

وقد رأى النبي ﷺ ليلة اسرى به جماعة من الانبياء عليهم السلام غير موسى في السموات مع ان قبورهم في الارض ولم يقل احد انهم نقلوا منها... (فتح الملهم ص:۳۷۵ ج:۱)

اور تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج حضرت موسیٰؑ کے علاوہ بھی آسمانوں میں انبیاء کرام کی ایک جماعت کو دیکھا، حالانکہ ان کی قبریں زمین میں ہیں اور امت میں سے کسی ایک آدمی نے بھی یہ نہیں کہا کہ ان کے اجساد عنصریہ قبروں سے نکالے گئے تھے۔

علامہ عثمانیؒ اور علامہ آلوسیؒ کے فرمان لم یقل احد سے واضح ہو گیا کہ اجساد عنصریہ کے ساتھ ملاقات کا کوئی ایک آدمی بھی قائل نہیں، یعنی اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء کرام کے اجساد عنصریہ قبور کے اندر ہی رہے باہر قطعاً نہیں لائے گئے۔

☆ شیخ الحدیث علامہ ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں:۔

الصحیح انہ رأی فیہا الارواح فی مثال الاجسام۔۔

یعنی صحیح بات صرف یہی ہے کہ آپ ﷺ نے معراج کی رات انبیاء کرام کو مثالی، برزخی اجسام ہی میں دیکھا اور ملاقات فرمائی۔

(التعلیق الصبیح ص:۲۲۹، ج:۲)

☆ علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں:۔

رؤیۃ النبی ارواح الانبیاء لا اجسادھم۔۔ کہ معراج کی رات آپ ﷺ نے ارواح انبیاءؑ ہی کو دیکھا نہ کہ ان کے اجساد عنصریہ کو۔

(فتاوی حدیثیہ ص:۲۳۱، ج:۴)

☆ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:۔

ھٰذہ الرؤیۃ انما ھی لارواحھم دون اجسادھم و اجسادھم فی الارض قطعاً انما تبعث یوم بعث الاجساد ولم تبعث قبل ذٰلک اذ لو بعثت قبل ذٰلک لکانت قد انشقت عنہا الارض قبل یوم القیامۃ وکانت تذوق الموت عند نفخۃ الصور وھٰذہ موتۃ ثالثۃ وھذا باطل قطعاً ولو کانت قد بعثت الاجساد من القبور لم یعدھم اللہ الیہا بل کانت فی الجنۃ وقد صح عن النبی ﷺ ان اللہ حرم الجنۃ علی الانبیاء حتی یدخلہا ھو وھو اول من یستفتح باب الجنۃ وھو اول من تنشق عنہ الارض علی الاطلاق لم تنشق عن احد قبلہ۔۔۔ (کتاب الروح ص:۶۴)

آپ ﷺ کا یہ دیکھنا انبیاء کرامؑ کی ارواح مبارکہ کا تھا نہ کہ ان کے اجساد عنصریہ کا کیونکہ ان کے اجساد عنصریہ تو یقیناً زمین میں تھے جو قیامت کے دن ہی زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اور اس سے پہلے نہیں اٹھائے جائیں گے۔ کیونکہ اگر قیامت سے پہلے زندہ کر کے اٹھائے جائیں تو ان کے خروج کے لئے زمین پھٹ چکی ہے اور نفخہ اولی کے وقت وہ پھر موت کا مزہ چکھیں گے تو یہ تیسری موت ہوگی۔ حالانکہ یہ قطعاً باطل

ہے اور اگر قبروں سے ان کے جسم اٹھا لیے گئے اور پھر قبروں میں نہیں لوٹائے گئے بلکہ جنت میں رہے تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے انبیاء کرام کا جنت میں داخل ہونا (بطور دخول خلد کے) حرام ہے آپ ﷺ ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھلوائیں گے اور علی الاطلاق آپ ﷺ ہی سب سے پہلے اپنی قبر مبارک سے نکلیں گے آپ ﷺ سے پہلے کسی کی قبر شق نہیں ہوگی۔

(کتاب الروح بحوالہ اقامۃ البرہان)

☆ مفسر بیضاویؒ فرماتے ہیں:۔

وقال مثل لی النبیون فصلیت بھم۔۔۔ یعنی نبی اکرم ﷺ نے خود وضاحت فرمادی ہے کہ میرے لئے انبیاء کرامؑ کو مثالی اجسام دیئے گئے، پس میں نے انہیں نماز پڑھائی۔

(تفسیر بیضاوی برحاشیہ حاشیہ شیخ زادہ ص:۲۰۸، ج:۲)

☆ نیز بیضاوی نے "لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا" کی تفسیر میں لکھا ہے:۔

کذھابہ برھۃ من اللیل مسیرۃ شھر و مشاھدتہ بیت المقدس وتمثل الانبیاء لہ۔۔۔ یعنی تاکہ ہم آپ کو اپنی بڑی بڑی نشانیوں سے کچھ دکھلائیں۔ مثلاً رات کے تھوڑے سے حصہ میں آپ ﷺ کا ایک ماہ کا سفر کر جانا اور بیت المقدس کو ملاحظہ فرمانا اور آپ ﷺ کی خاطر ارواح انبیاء کرام کا متمثل ہو کر لایا جانا۔ (تفسیر بیضاوی)

☆ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:۔

وفی حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عند البزار وحاکم انہ صلی بیت المقدس مع الملائکۃ وانہ اتی ھناک بارواح الانبیاء علیہم السلام فاثنوا علی اللہ وفیہ قول ابراھیم لقد فضلکم محمد۔۔۔

یعنی آنحضرت ﷺ نے بیت المقدس میں ملائکہ کے ساتھ نماز پڑھی اور انبیاء کرامؑ کے ارواح مبارکہ بھی بیت المقدس میں جمع کیے گئے پس انہوں نے اللہ تعالی

کی حمد وثناء کی حتی کہ حضرت ابراہیمؑ نے ان سے میرا تعارف کراتے ہوئے فرمایا:

دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سب حضرات پر میرے اس فرزند کو فضیلت و سرفرازی بخشی ہے۔ (فتح الباری ص:۱۵۸،ج:۷)

☆ نیز علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:۔

وارواحهم مشكلة بشكل اجسادهم كما جزم به ابو الوفاء بن عقيل...

یعنی حضرت ابوالوفاء بن عقیل یقین سے فرماتے ہیں کہ انبیاء کرامؑ کے ارواح طیبہ مطہرہ بیت المقدس میں اپنی اپنی شکل کے مثالی اجسام میں حاضر ہوئے۔ (فتح الباری)

☆ علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:۔

الصحيح انه رأى فيها الارواح في مثال الاجسام... کہ صحیح بات صرف یہی ہے کہ آپ ﷺ نے ارواح انبیاءؑ کی ان کے مثالی جسموں میں زیارت کی۔ (شرح الصدور ص:۲۲۹)

☆ حضرت مولانا شیخ الحدیث سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں:۔

حضرت تھانویؒ جسم مثالی کی بحث کرتے ہوئے واقعہ معراج میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسم سے تشریف رکھتے ہیں دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے یعنی غیر عنصری جسد جس کو صوفیاء جسم مثالی کہتے ہیں۔ حضرت تھانویؒ ہمارے اکابر میں سے ہیں اُن کی واضح عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ نہ صرف یہ کہ صورت مثالیہ کا ثبوت ہے بلکہ اس میں تعدد بھی ممکن ہے۔

(اتمام البرہان ص:۴۶۸)

☆ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب

محدثین سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

معراج کی حدیثوں میں حضرات انبیاء کرامؑ کے متعدد مقامات پر آپ ﷺ سے ملاقات کے سلسلہ میں شروح حدیث میں یہ جواب بھی منقول ہے، **بان ارواحهم تشكلت بصور اجسادهم....**

یعنی انبیاء کرامؑ کی ارواح مبارکہ مثالی اجساد میں متمثل تھیں۔ (فتح الباری ص:۱۶۲،ج:۷
عمدۃ القاری ص:۸۲،ج:۸
اتمام البرہان ص:۴۸۸)

☆ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب
علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کے حوالہ سے فرماتے ہیں:۔

بیشک آنحضرت ﷺ کو جو دکھائی دی گئی تھیں وہ حضرات انبیاء کرامؑ کی روحیں تھیں شاید کہ وہ آپ ﷺ کے سامنے مثالی صورت میں پیش کی گئی ہوں جیسے معراج کی رات آپ ﷺ کے سامنے مثالی طور پر پیش کی گئی تھیں اور حضرات انبیاء کرامؑ کے اجساد مبارکہ قبروں میں تھے۔ علامہ ابن منیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی روح کی ایک مثال بنا دیتا ہے.....الخ

(فتح الباری ص:۱۵۸،ج:۴، فتح الملہم، شیخ الاسلام علامہ عثمانی ص:۳۳۰،ج:۱، تفریح الخواطر ص:۲۲۲)

تبصرہ:۔

مرشد تھانویؒ، علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ، علامہ سید محمود آلوسیؒ، علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ، علامہ ابن حجر مکیؒ، علامہ ابن قیم جوزیؒ، علامہ مفسر بیضاویؒ، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ، علامہ جلال الدین سیوطیؒ، مولانا سرفراز خان صفدرؒ، وغیرھم تمام اکابر فرماتے ہیں کہ معراج کی رات بیت المقدس میں اور آسمانوں پر حضرات انبیاء کرامؑ کی

ارواح متمثلہ ہی سے ملاقات ہوئی ہے۔ حضرات انبیاء کرام کے اجساد عنصریہ ان کی قبروں سے قطعاً نہیں نکالے گئے۔ علامہ عثمانیؒ اور علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں: لم یقل احد انہم نقلوا منہا یعنی کسی ایک بزرگ نے بھی یہ بات نہیں کی کہ اجساد عنصریہ قبروں سے نکالے گئے تھے۔

جبکہ اوکاڑوی صاحب اور ان کی پارٹی اجسام مثالیہ کو فوٹو کا پیاں کہہ کر استہزاء کر رہی ہے۔ اور اجسام مثالیہ کی صورت میں بیت المقدس کی نماز کو باطل کہہ کر امام الانبیاء ﷺ کی امامت کے انکار کا ان تمام اکابر پر الزام لگا رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اوکاڑوی پارٹی خوف خدا، فکر آخرت اور مخلوق خدا سے شرم کرنے میں بالکل بے نیاز ہو چکے ہیں۔ اور اکابر دشمنی میں ایسے آگے نکل چکے ہیں کہ بات بات میں جب تک حضرات اکابر پر کوئی نہ کوئی الزام نہ دھریں ان کے ظالم تنور کا ایندھن پورا نہیں ہوتا۔ اکابر کی تصریحات روز روشن کی طرح واضح ہیں۔ لیکن اوکاڑوی پارٹی کی نارسا عقل میں یہ بات نہ آئے تو اس میں اکابر کا کیا قصور ہے۔

وہ پڑے سوتے ہیں، اور ان کی ہے دنیا ہی الگ
اک ہجوم جہل ہے وہ ہیں، شب دیجور ہے

{تحقیق امر ثالث}

اوکاڑوی صاحب کا یہ کہنا کہ بیت المقدس میں انبیاء کرامؑ کا نماز پڑھنا اور آپ ﷺ سے ملاقات کرنا حیات کی دلیل ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ کون سی حیات کی دلیل؟ اگر تحقیق اکابر پر اعتماد کیا جائے تب بھی اوکاڑوی پارٹی کے عقیدہ کے خلاف ہے اور اگر اوکاڑوی صاحب کی تحقیق تسلیم کی جائے تب بھی اوکاڑوی صاحب کے عقیدہ کا ستیاناس ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اکابرین امت کے نزدیک لیلۃ المعراج بیت المقدس میں اور آسمانوں پر حضرات انبیاء کرام کی ارواح متمثلہ موجود تھیں اور آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ارواح انبیاء

کرامؑ اجساد عنصریہ مدفونہ فی القبور میں قطعاً داخل نہیں ہیں اور اگر اکابر کی تحقیق کو رد کر کے ماسٹر صاحب کی تحقیق اختیار کی جائے تو پھر،،،

چند امور غور طلب ہیں:۔

(۱) اتحادی گروہ سے ایسی دلیل کا مطالبہ جس کی بنیاد پر اکابر کی تحقیق کو مسترد کیا جائے اور اصول اہل السنۃ کے مطابق اثبات عقیدہ کے لئے کافی ہو سکتی ہو۔

(۲) اتحادی گروہ سے عقیدہ کی تنقیح کہ آپ حضرات کا عقیدہ انبیاء کرامؑ کا قبروں میں زندہ ہونا اور نمازیں پڑھنا صحیح ہے یا قبروں سے باہر زمین پر چلنا پھرنا اور بیت المقدس وغیرہ مساجد میں نمازیں پڑھنے کا ہے؟ اگر قبروں میں زندہ ہونا اور نماز پڑھنا صحیح ہے تو پھر ماسٹر صاحب کی بیان کردہ دلیل اس عقیدہ کو باطل کر رہی ہے۔ اس دلیل سے تو یہ عقیدہ ثابت ہو رہا ہے کہ انبیاء کرامؑ کے اجساد مبارکہ بھی قبروں میں نہیں ہوتے بلکہ قبروں سے باہر زمین پر چلتے پھرتے ہیں اور بیت المقدس وغیرہ مساجد میں نمازیں پڑھتے ہیں، جو کہ خالص بریلویوں کا عقیدہ ہے اور ماسٹر صاحب کی بیان کردہ دلیل سے آپ کا ایک اور اہم عقیدہ عند القبور سماع کا بھی باطل ہو گیا۔ جب قبروں میں انبیاء کرامؑ کے اجساد عنصریہ موجود ہی نہیں، تو عند القبر سماع کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔

(۳) آسمانوں پر جو آپ ﷺ کی ملاقات ہوئی تھی وہ ارواح مبارکہ کے ساتھ تھی یا وہ بھی اجساد عنصریہ کے ساتھ۔ اگر وہ ارواح مبارکہ کے ساتھ تھی تو پھر بیت المقدس میں ارواح مبارکہ کے ساتھ ملاقات و نماز پڑھنے میں کون سا استحالہ عقلی یا شرعی لازم آگیا ہے کہ آسمانوں پر تو ملاقات اور گفتگو جان پہچان ارواح سے ہو اور بیت المقدس میں ارواح ہی کی آمد اور نماز محال ہو جائے۔ اور اگر آسمانوں پر بھی اجساد عنصریہ کے ساتھ ملاقات تھی، تب بھی اتحادی گروہ کا "فی القبور" والا عقیدہ باطل۔ اور اگر یہ کہیں کہ اجساد عنصریہ بیک وقت آسمانوں پر بھی موجود تھے اور قبروں میں بھی، اور بیت المقدس میں بھی، تو پھر اتحادی گروہ کو کھل کر بریلویہ کے ساتھ الحاق کا اعلان کرنا چاہئے۔ دیوبندیت کے نام پر علماء دیوبند کو بدنام کرنے کی شرارت سے باز رہنا چاہئے۔

{بغاوت نمبر 14}

اصل عقیدہ کا اظہار

☆ اوکاڑوی صاحب فرماتے ہیں:۔

اسی طرح آپ ﷺ کے روضہ اطہر کے پاس بھی آواز بلند کرنا جائز نہیں اس لئے کہ آپ ﷺ وہاں تشریف فرما ہیں اور جسد عنصری سے زندہ ہیں، حدود مسجد میں بلا کسی واسطہ کے خود سنتے ہیں...... مسجد نبوی میں جہاں سے بھی سلام عرض کیا جائے آنحضرت ﷺ سنتے ہیں...... معلوم ہوا کہ مسجد نبوی سے جہاں سے بھی سلام عرض کیا جائے سنا جاتا ہے۔ (تسکین الاذکیاء ص:۴۶۱)

☆ مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب
ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:۔

قبر اقدس پر سماع کی حدود:۔

سوال: قبر رسول مقبول ﷺ پر کھڑے ہو کر درود شریف پڑھنا حضرات اکابرین دیوبند کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ خود سماعت فرماتے ہیں، سوال یہ ہے کہ قبر اقدس پر سماع کی حدود کہاں تک ہیں؟

۱...... آیا حجرہ عائشہؓ کی حدود؟

۲...... حضور ﷺ کے دور کی مسجد کی حدود؟

۳...... دور عثمانی کی مسجد کی حدود جب کہ مسجد کی توسیع کر کے حجرہ عائشہؓ کو مسجد میں شامل کیا گیا؟

۴...... موجودہ مسجد؟

۵...... آئندہ توسیع شدہ حدود مسجد؟

۶...... موجودہ شہر مدینہ؟

۷...... آئندہ کا شہر مدینہ؟

جواب: کہیں تصریح تو یاد نہیں، اکابر سے سنا ہے کہ احاطہ مسجد شریف میں جہاں سے بھی درود و سلام پڑھا جائے خود سماعت فرماتے ہیں، مسجد کی حدود جہاں تک وسیع ہوگی وہاں تک سماعت کا حکم ہوگا اور حجرہ شریفہ کے قریب سے سلام عرض کرنا اقرب الی الادب والمحبت ہوگا۔

☆ اتحادی گروہ عام طور پر لوگوں کے سامنے اپنا عقیدہ یہ بیان کرتا ہے کہ جو شخص قبر کے قریب درود و سلام پڑھے تو آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور اگر کوئی قبر مبارک سے دور پڑھے تو آپ ﷺ خود نہیں سنتے فرشتے پہنچاتے ہیں۔ لیکن اصل عقیدہ ان حضرات کا یہ ہے جو مذکورہ بالا عبارات میں ذکر کیا گیا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک خواہ کوئی عند القبر یعنی قبر کے قریب درود پڑھے یا قبر سے دور مسجد نبوی ﷺ میں جہاں کہیں جتنی پست آواز میں درود پڑھے، آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور مسجد نبوی ﷺ کی موجودہ حد کے ساتھ بھی خاص نہیں مسجد نبوی ﷺ خواہ کتنی ہی وسیع ہوتی چلی جائے۔

شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں:۔

ادب، خشوع اور تواضع کو لازم پکڑے اور ہیبت کے مقام پر اپنی نگاہ کو نیچی رکھے، جیسا کہ آپ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کی زندگی میں کرتا تھا۔ کیونکہ آپ ﷺ زندہ ہیں اور اس بات کو ذہن میں حاضر رکھے کہ آپ ﷺ آنے والے کے اپنے سامنے کھڑا ہونے اور اس کے سلام کو سنتے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ کی زندگی کی حالت میں تھا اس لئے کہ آپ ﷺ کی موت و حیات میں اپنی امت کے مشاہدہ اور ان کے احوال و نیات وعزائم اور خیالات کو پہنچاننے میں کوئی فرق نہیں اور یہ بات آپ ﷺ کے ہاں بالکل روشن (اور) ظاہر ہے اس میں کوئی خفاء نہیں ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اس پر اطلاع دیتا ہے۔ (سماع ص:۳۶)

{تحقیق اکابر}

شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب صفدر
شیخ الاسلام ابن عبدالہادی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔

لیکن قبر مبارک سے دور باقی مسجد نبوی میں جو سلام پڑھا جاتا ہے۔ وہ آپ ﷺ خود نہیں سنتے، وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی نماز میں یا مسجد میں داخل یا اس سے خارج وقت پڑھے۔ (تسکین الصدور ص:۳۴۶)

{تنویر}

فرمان صفدری سے واضح ہوگیا کہ مسجد نبوی میں پڑھا جانے والا درود دوری سے پڑھے جانے والا درود ہے۔ موجودہ غالی اتحادی دور سے مسجد نبوی کی حدود تک کے سماع کے قائل ہیں، عند القبر کا نام صرف لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے لیتے ہیں۔ اب موجودہ صورت حال میں آپ ﷺ کی قبر کے پاس جانا ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ قبر مبارک کئی دیواروں میں مستور ہے اور زائرین ان دیواروں سے بھی کئی ہاتھ کے فاصلے پر دور کھڑے ہوتے ہیں۔ اور آداب زیارت سے پست آواز سے درود پڑھنا ہے۔ چونکہ قبر مبارک کے پاس پہنچنا جب ممکن ہی نہیں رہا، اس لیے اتحادیوں نے اب دور سے سماع کا عقیدہ اپنا لیا ہے۔ غالیوں کا مذکورہ عقیدہ بھی ملاحظہ فرمائیں، اور تحقیق اکابر بھی اور فیصلہ کریں کہ اکابر کے ہاں غالیوں کا مقام کیا ہے۔؟

☆ تمام اکابر علماء دیوبند کی مصدقہ کتاب ''عقائد اسلام'' حقانی میں ہے:۔

تیسری قسم شرک فی السمع ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح نزدیک و دور کی بات سنتا ہے، کسی اور کو بھی یوں ہی سمجھا، مشرک ہوگیا۔

(عقائد اسلام حقانی ص:۳۳۳)

☆ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ صفت سمع کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

سمع کے معنی سننا اور بصر کے معنی دیکھنا، یعنی اللہ تعالیٰ ہر بات کو سنتا اور ہر چیز کو دیکھتا ہے، لیکن مخلوق کی طرح اس کے کان نہیں ہیں اور نہ مخلوق کی طرح اس کی آنکھیں ہیں (مافوق الاسباب) نہ اس کے کانوں اور آنکھوں کی کوئی شکل وصورت ہے۔ ہلکی سے ہلکی آواز سنتا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز دیکھتا ہے۔ اس کے سننے اور دیکھنے میں نزدیک و دور، اندھیرے و اجالے کا کوئی فرق نہیں۔

☆ نیز شرک فی السمع کی بحث میں فرماتے ہیں:۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت سمع یا بصر میں کسی دوسرے کو شریک کرنا مثلاً یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی ہماری تمام باتوں کو دور و نزدیک سے سن لیتے ہیں یا ہمیں اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں، سب شرک ہے۔ (تعلیم الاسلام)

☆ مفکر اسلام مفتی محمود صاحب شیخ الحدیث قاسم العلوم ملتان فرماتے ہیں:۔

کیا حضور ﷺ درود سن سکتے ہیں؟

کیا فرماتے ہیں علماء اہل السنت والجماعت مندرجہ ذیل مسائل کے بارے قرآن مجید اور احادیث کا حوالہ ضرور دیا جائے؟

(۱) کیا نبی کریم ﷺ ہمارا درود شریف سن سکتے ہیں یا نہیں؟......الخ

جواب: ہر وقت ہر بات کا دور سے اور قریب سے سننا فقط اللہ تعالیٰ جل مجدہ کا خاصہ ہے، کسی اور کے لئے اس کا ماننا اسلامی عقیدہ نہیں۔ البتہ جس وقت اللہ

تعالیٰ کسی کو سنائے تو اس وقت سن سکتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص:۲۵۲ ج:۱)

{اکابرین علماء حرمین کا فیصلہ کن فتویٰ}

علماء حرمین کا اجماعی بورڈ "اللجنۃ الدائمۃ"

میں ایک فتویٰ سوال وجواب کی صورت میں دستیاب ہے، جو انتہائی فیصلہ کن ہے۔ اس لئے ہم سوال وجواب بعینہ نقل کرتے ہیں:۔

السوال:۔ هل يسمع النبي ﷺ كل دعآء و ندآء عند قبره الشريف او صلوٰت خاصّة حين يصلىٰ عليه كما فى الحديث "من صَلّى علىّ عند قبرى سمعته..... " الى آخر الحديث. أهذا الحديث صحيح او ضعيف او موضوع على رسول الله ﷺ؟

سوال: آپ ﷺ کی قبر شریف کے پاس دعا کی جائے، آپ ﷺ کو آواز دی جائے یا بعض مخصوص درود پڑھے جائیں تو آپ ﷺ ان سب کو سنتے ہیں یا نہیں؟ حدیث میں آیا ہے: من صلّى علىّ عند قبرى سمعته ومن صلّى علىّ نائيا..... الخ، یعنی میری قبر کے پاس جو درود پڑھے تو میں سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے تو پہنچایا جاتا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے، ضعیف یا موضوع؟

الجواب :۔ الاصل ان الاموات عموماً لا يسمعون نداء الاحيآء من بنى آدم ولا دعاؤهم كما قال تعالىٰ (وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ) ولم يثبت فى الكتاب ولا فى السنة الصحيحه ما يدلّ علىٰ انّ النّبى ﷺ يسمع كل دعآء و ندآء من البشر حتىّ يكون ذٰلك خصوصية لهٗ وانّما ثبت عنه ﷺ انه يبلغه صلوٰة وسلام من يصلّى ويسلّم عليه فقط سواء كان من يصلّى عليه عند قبره او بعيداً عنه كلاهما سواء من ذٰلك لما ثبت عن على بن الحسين بن على ﷺ انّهٗ رأى رجلا يجىء الى فرجة كانت عند قبر النبى ﷺ

فیدخل فیها فیدعوا فنهاه وقال: ألا احدّثكم حديثا سمعته من ابى عن جدى عن رسول الله ﷺ انّهٗ قال: لا تتخذوا قبرى عيدًا ولا بيوتكم قبوراً وصلّوا علىّ فانّ تسليمكم يبلغنى أين كنتم) امّا حديث "من صلّى علىّ عند قبرى سمعته ومن صلّى علىّ بعيداً ابلغته" فهو ضعيف عند اهل العلم.....

(اللّجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتآء)

الجواب: اصل یہی ہے کہ مردے زندوں کی آواز، ان کی دعا نہیں سنتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ۔ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ میں نبی ﷺ کے سماع پر ایسی کوئی دلیل نہیں جس سے کہ اس کو آپ ﷺ کی خصوصیت قرار دے دیا جائے۔ اور یقیناً یہ چیز آپ ﷺ سے ثابت ہے۔ بے شک پہنچایا جاتا ہے صلوٰۃ وسلام جو صلوٰۃ وسلام آپ ﷺ پر پڑھے۔ فقط۔ اور جو کوئی صلوٰۃ وسلام آپ ﷺ پر آپ ﷺ کی قبر کے پاس پڑھے یا قبر سے دور پڑھے۔ دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ حدیث سے ثابت ہے حضرت علی بن حسین بن علی سے کہ بے شک انہوں نے دیکھا ایک آدمی کو جو آتا تھا ایک کھڑکی کے پاس جو نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس تھی۔ پس داخل ہوتا اس میں پس دعا کرتا۔ پس منع کیا اس کو (حضرت علی بن حسین نے) اور فرمایا کیا تمہیں حدیث نہ بیان کروں جو میں نے سنی ہے اپنے باپ (حضرت حسین ؓ) سے انہوں نے میرے دادے (حضرت علی بن ابی طالب ؓ) سے انہوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ نے فرمایا: نہ بناؤ تم میری قبر کو عید، اور نہ بناؤ تم اپنے گھروں کو قبریں، درود پڑھو مجھ پر، پس بے شک تمہارا سلام مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے، تم جہاں کہیں بھی ہو۔ (قبر کے پاس ہو یا دور) باقی رہی یہ حدیث من صلّى علىّ عند قبرى سمعته ومن صلّى علىّ بعيداً الخ، تو یہ اہل علم کے نزدیک ضعیف ہے۔

(فتاویٰ اللّجنة الدآئمة ص:۲۰۷ ج:۳)

عرب کے مشہور محدث علامہ البانیؒ فرماتے ہیں:۔

قول النبی ﷺ انّ للہ ملائکۃ سیّاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السّلام اقول ووجہ الاستدلال بہ انّہ صریح فی انّ النبی ﷺ لا یسمع سلام المسلمین علیہ اذلو کان یسمعہ بنفسہ لما کان بحاجۃ الیٰ من یبلغہ الیہ کما ھو ظاھر لا یخفی علی احد ان شآء اللہ تعالیٰ واذا کان الامر کذٰلک فبالا ولیٰ انّہٗ لا یسمع غیر السّلام من الکلام. وأذا کان کذٰلک فانّہٗ لا یسمع السّلام غیرہٗ من الموتیٰ اولیٰ واحریٰ ثمّ ان الحدیث مطلق یشمل حتیٰ من سلم علیہ ﷺ عند قبرہ ولا دلیل یصرح بالتفریق بینہ وبین من صلّٰی علیہ بعیداً عنہ والحدیث المروی فی ذٰلک موضوع ۔ (مقدمہ آیات بینات ص:۵۰)

آپ ﷺ کا فرمان" بے شک اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے زمین پر پھرنے والے میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں"۔ میں (البانی) کہتا ہوں: وجہ استدلال کی بے شک وہ صریح ہے اس میں کہ نبی کریم ﷺ مسلمانوں کا سلام نہیں سنتے۔ اس لیے کہ اگر آپ ﷺ خود سنتے ہوتے تو پھر آپ ﷺ کی طرف پہنچانے والوں کی ضرورت نہ ہوتی، جیسا کہ بالکل ظاہر بات ہے، کسی پر مخفی نہیں۔ اور جب معاملہ اس طرح ہے (یعنی آپ ﷺ امت کا سلام خود نہیں سنتے تو پھر سلام کے علاوہ دوسرا کلام بطریق اولیٰ نہیں سنتے۔ اور جب آپ ﷺ سلام نہیں سنتے تو دوسرے مردے بطریق اولیٰ نہیں سنتے۔ پھر بے شک یہ حدیث مطلق ہے اس کو بھی شامل ہے جو آپ کی قبر پر بھی سلام پڑھے وہ بھی آپ خود نہیں سنتے، اور کوئی ایسی دلیل نہیں جو تصریح کرے ساتھ فرق کرنے درمیان قریب اور بعید کے، اور حدیث جو قریب کے بارے میں روایت کی گئی ہے (من صلّٰی علیّ عند قبری) من گھڑت ہے۔

* * * * * * * * * *

مفتی مکۃ المکرمۃ وخطیب مسجد الحرام کا فتویٰ

{الاستفتاء}

ترجمہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان دو فریقوں کے حق میں جن کے درمیان ہمارے ملک پاکستان میں مندرجہ ذیل مسائل میں اختلاف واقع ہوا ہے۔

"فریق اول" کہتا ہے کہ نبی پاک ﷺ کا وسیلہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد جائز نہیں (یعنی یہ جائز نہیں کہ ایک شخص یوں دعا کرے کہ اے اللہ تعالیٰ! بحق رسول اللہ ﷺ یا، رسول اللہ ﷺ کی برکت سے میرا فلاں کام کر، مترجم) کیونکہ جب آپ ﷺ وفات پا گئے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تمام صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں فرمایا تھا کہ جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا ہے تو وہ وفات پا چکے ہیں اور جو اللہ عزوجل کی عبادت کرتا ہے تو تحقیق اللہ تعالیٰ زندہ ہے نہ مرے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: حضرت محمد پاک ﷺ تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے کئی رسول ہو گزرے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری، طبقات کبریٰ ابن سعد: ۲۶۷، ج:۲، مصنف ابن ابی شیبہ ص:۵۵۳، ج:۱۴، البدایہ والنہایہ ص:۲۴۲، ج:۵، روح المعانی ص: ۲۴، ج: ۴، احیاء العلوم ص: ۴۲۳، ج: ۴ میں ہے۔

اور کسی ایک صحابیؓ سے ثابت نہیں کہ اس نے نبی پاک ﷺ سے آپ ﷺ کی وفات کے بعد توسل کیا ہو۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کی طرف (خشک سالی میں) رجوع کیا جیسا کہ بخاری میں موجود ہے۔ (مجموعۃ فتاویٰ شیخ الاسلام)

پس جو شخص نبی پاک ﷺ سے توسل آپ ﷺ کی وفات کے بعد کرتا ہے اور کہتا ہے یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے وسیلہ بناتا ہوں اور کہتا ہے کہ ہم بہت دور سے آپؐ کے

عرب کے مشہور محدث علامہ البانیؒ فرماتے ہیں:۔

قول النبی ﷺ ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام اقول ووجہ الاستدلال بہ انہ صریح فی ان النبی ﷺ لا یسمع سلام المسلمین علیہ اذلو کان یسمعہ بنفسہ لما کان بحاجۃ الی من یبلغہ الیہ کما ھو ظاھر لا یخفی علی احد ان شاء اللہ تعالیٰ واذا کان الامر کذٰلک فبالا ولی انہ لا یسمع غیر السلام من الکلام. واذا کان کذٰلک فانہ لا یسمع السلام غیرہ من الموتی اولی واحریٰ ثم ان الحدیث مطلق یشمل حتیٰ من سلم علیہ ﷺ عند قبرہ ولا دلیل یصرح بالتفریق بینہ وبین من صلی علیہ بعید اعنہ والحدیث المروی فی ذٰلک موضوع.. (مقدمہ آیات بینات ص:۵۰)

آپ ﷺ کا فرمان" بے شک اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے زمین پر پھرنے والے میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں"۔ میں (البانی) کہتا ہوں: وجہ استدلال کی بے شک وہ صریح ہے اس میں کہ نبی کریم ﷺ مسلمانوں کا سلام نہیں سنتے۔ اس لیے کہ اگر آپ ﷺ خود سنتے ہوتے تو پھر آپ ﷺ کی طرف پہنچانے والوں کی ضرورت نہ ہوتی، جیسا کہ بالکل ظاہر بات ہے، کسی پر مخفی نہیں۔ اور جب معاملہ اس طرح ہے (یعنی آپ ﷺ امت کا سلام خود نہیں سنتے تو پھر سلام کے علاوہ دوسرا کلام بطریق اولیٰ نہیں سنتے۔ اور جب آپ ﷺ سلام نہیں سنتے تو دوسرے مردے بطریق اولیٰ نہیں سنتے۔ پھر بے شک یہ حدیث مطلق ہے اس کو بھی شامل ہے جو آپ کی قبر پر بھی سلام پڑھے وہ بھی آپ خود نہیں سنتے، اور کوئی ایسی دلیل نہیں جو تصریح کرے ساتھ فرق کرنے درمیان قریب اور بعید کے، اور حدیث جو قریب کے بارے میں روایت کی گئی ہے (من صلی علی عند قبری) من گھڑت ہے۔

* * * * * * * * * * *

مفتی مکۃ المکرمۃ وخطیب مسجد الحرام کا فتویٰ

{الاستفتاء}

ترجمہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان دو فریقوں کے حق میں جن کے درمیان ہمارے ملک پاکستان میں مندرجہ ذیل مسائل میں اختلاف واقع ہوا ہے۔

"فریق اول" کہتا ہے کہ نبی پاک ﷺ کا وسیلہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد جائز نہیں (یعنی یہ جائز نہیں کہ ایک شخص یوں دعا کرے کہ اے اللہ تعالیٰ! بحق رسول اللہ ﷺ یا، رسول اللہ ﷺ کی برکت سے میرا فلاں کام کر، مترجم) کیونکہ اب آپ ﷺ وفات پا گئے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تمام صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں فرمایا تھا کہ جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا ہے تو وہ وفات پا چکے ہیں اور جو اللہ عزوجل کی عبادت کرتا ہے تو تحقیق اللہ تعالیٰ زندہ ہے نہ مرے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: حضرت محمد پاک ﷺ تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے کئی رسول ہو گزرے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری، طبقات کبریٰ ابن سعد: ۲۶۷، ج:۲، مصنف ابن ابی شیبہ ص:۵۵۳، ج: ۱۴، البدایہ والنہایہ ص:۲۴۲، ج:۵، روح المعانی ص: ۲۴، ج: ۴، احیاء العلوم ص: ۴۳۳، ج: ۴ میں ہے۔

اور کسی ایک صحابیؓ سے ثابت نہیں کہ اس نے نبی پاک ﷺ سے آپ ﷺ کی وفات کے بعد توسل کیا ہو۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کی طرف (خشک سالی میں) رجوع کیا جیسا کہ بخاری میں موجود ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام)

پس جو شخص نبی پاک ﷺ سے توسل آپ ﷺ کی وفات کے بعد کرتا ہے اور کہتا ہے یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے وسیلہ بناتا ہوں اور کہتا ہے کہ ہم بہت دور سے آپؐ کے

حرم کی زیارت کے لئے آئے ہیں تا کہ ہم آپ ﷺ کی شفاعت اور آپ ؐ کے بعض حقوق کے ادا کرنے سے فائز ہو جائیں اور آپ ﷺ کو ہم اپنے رب کے دربار میں شفیع پیش کرتے ہیں کیونکہ گناہوں نے ہماری پیٹھوں کو توڑ دیا ہے۔

یارسول اللہ! ہماری شفاعت فرمانا اور یا شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کے پاس جا کر کہہ دے کہ ہم تم دونوں کو نبی پاک ﷺ کا وسیلہ پیش کرتے ہیں کہ وہ ہماری شفاعت فرمائیں اور ہمارے رب سے سوال کریں کہ ہماری کوشش قبول فرمائیں اور آپ ﷺ کی ملت پر ہم کو زندہ رکھے اور یا یہ کہہ دے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے حق یا آپ ؐ کی برکت کے ساتھ سوال کرتا ہوں۔ یا دیگر بناوٹی دعاؤں سے دعا کرتا ہوں یہ تمام باطل اور مردود ہیں۔ کیونکہ زیارت شرعی سے مراد صرف سلام اور دعاء (مردوں کے لئے) ہے اور جو زیارت بدعی ہے جو شرک کے معنی میں ہے جیسا کہ قبر والے کے پاس آتے ہیں اس سے سوال کرتے ہیں یا اس کے واسطے سے یا اس کے پاس سوال کرتے ہیں تو یہ مشرکین اور مبتدعین کی زیارت ہے جیسا کہ شیخ المسلمین نے توسل اور وسیلہ ۲۴، ۳۲، ۲، ۷۷، ۱۵۴، اور مجموعۃ الفتاوی ۳۵۵، ج:۱ میں تصریح فرمائی ہے۔

اور شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ؐ کے صحابہ کرام ؓ میں سے ایک صحابی ؓ بھی ایسا نہیں تھا جس نے کسی نبی ؑ کی قبر کے پاس دعاء کی ہو۔ خواہ وہ قبر ابراہیم خلیل اللہ کی ہو، یا قبر ہمارے نبی ﷺ کی ہو۔ اسی وجہ سے ائمہ (مجتہدین) امام مالک ؒ وغیرہ نے فرمایا کہ (قبر کے پاس جا کر دعا کرنا) بدعت ہے (مجموعۃ الفتاوی ص:۱۱۰، ج:۲۲) اور ہر بدعت گمراہی ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے۔ تو یہ زیارت بدعیہ گمراہی ہے اور شیخ الاسلام کے تلمیذ ابن قیم ؒ فرماتے ہیں کہ مشرک کی جہالت یہ ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جس کو وہ ولی اور شفیع سمجھتا ہے تو وہ اس کے لئے اللہ تعالی کے ہاں نافع اور مفید ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ شرک کے اقسام سے ایک یہ ہے کہ مردوں سے حاجات طلب کرتے ہیں اور ان کی طرف متوجہ ہو کر ان سے مدد مانگتے ہیں یہ تو عالم کا شرک ہے

(مدارج السالکین ص:۱۹۳، ج:۱) شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ ؒ نے کتاب الاستغاثہ (جو رد علی البکری کے نام سے معروف ہے) کے ص:۳۶ تا ۴۱ اور رد علی الاخنائی کے ص:۱۲۴ تا ۱۲۸ میں وضاحت فرمائی ہے۔

اور اسی طرح آپ کے تلمیذ محمد بن عبد الہادی ؒ نے الصارم المنکی کے ص:۱۱۱، ۳۰۷ میں وضاحت فرمائی ہے۔

اور امام محمد بن عمر الرازی المتوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں کہ موجودہ زمانہ میں مشرکین کی مثال لوگوں کا مشغول ہونا ہے۔ اکابر کی تعظیم پر اس اعتقاد سے کہ جب یہ ان کی قبروں کی تعظیم کریں تو وہ قبروں والے اولیاء ان کی سفارش کریں گے (تفسیر کبیر: ۶۰، ج:۱۷) اسی طرح روح المعانی ص:۸۹، ج:۱۱ میں ہے اور شیخ الاسلام کے شاگرد نے الصارم المنکی ص:۲۴۴، ۲۵۲، ۲۸۰، ۳۰۰ میں وضاحت فرمائی ہے۔

اور یہ پہلا فریق کہتا ہے کہ نبی پاک ﷺ حیات برزخیہ کے ساتھ زندہ ہیں اور یہ برزخی زندگی، دنیوی زندگی سے اعلیٰ واکمل ہے جیسا کہ امام ذہبی ؒ نے سیر اعلام النبلاء ص:۱۶۱، ج:۹، میں وضاحت فرمائی ہے اور نبی پاک ﷺ دنیوی زندگی سے زندہ نہیں۔ اگرچہ آپ ﷺ کا جسد اطہر معطر محفوظ ہے کیونکہ زمین انبیاء علیہم السلام کے بدنوں کو نہیں کھاتی۔ جیسا کہ سید الانام کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور ہمارا درود شریف آپ ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے اور ہم اس کی کیفیت کو نہیں جانتے لیکن ہمارا درود وسلام نہیں سنتے، اگر قبر کے پاس بھی ہو۔ (یعنی اگر قبر شریف کے پاس درود شریف کوئی پڑھے یا آپ پر سلام کرے، آنحضرت ﷺ نہیں سنتے۔ مترجم)

اور جو حدیث میں آیا ہے کہ نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے مجھ پر قبر کے نزدیک درود شریف پڑھا میں سنتا ہوں، یہ حدیث موضوع (من گھڑت) ہے جیسا کہ بڑے بڑے علماء نے تصریح فرمائی ہے، مطالعہ کریں، موضاعات کبیر ص:۳۰۳، ج:۱، مجموعۃ الفتاوی لابن تیمیہ ؒ ص:۲۴۱، ج:۲۷، الصارم المنکی :۱۷۹۔ اس لئے کہ اس میں محمد بن مروان السدی ہے اور یہ کذاب (جھوٹا) ہے اور یہ من

کمزرت حدیثیں بناتا تھا اور یہ متروک الحدیث ہے جیسا کہ الضعفاء الصغیر للامام البخاری ص:۲۱۸، الضعفاء والمتروکین للنسائی: ص:۳۰۳، الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص: ۱۵۲، کتاب المجروحین لابن حبان: ص:۲۸۶، ج:۲، دیوان الضعفاء للذہبی: ص:۲۸۸، ، میزان الاعتدال للذہبی: ص:۳۲، ج:۴، الکامل لابن عدی ص:۲۲۶۶، ج:۶، تہذیب التہذیب للحافظ العسقلانی ص:۳۳۶، ج:۹، اللآلی المصنوعہ للامام سیوطیؒ ص:۲۸۳، ج:۲

''دوسرا فریق'' کہتا ہے کہ نبی پاک ﷺ کا وسیلہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد جائز ہے اور آپ ﷺ دنیوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔ جو ان امور کا منکر ہے وہ فاسق اور مبتدع ہے اور اہل السنت والجماعۃ سے خارج ہے۔ اس کے پاس ترجمہ پڑھنا (قرآن مجید کا) ناجائز ہے اور اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے اور اس کا نام پیری وہابی ہے۔

اے بیت اللہ الحرام کے علماء کرام! تم خاص اور عام کے مرجع ہو، ہمیں کھول کر بتائیں کہ کونسا فریق حق پر ہے اگر پہلا فریق حق اور سیدھی راہ پر ہو تو دوسرے گروہ کا فتویٰ پہلے فریق پر کیسا ہے، ہمیں دلیل سے بیان فرمائیں اور آپ کا اجر خالق جلیل پر ہے۔

المستفتی

خان بادشاہ۔۔۔۔دولۃ قطر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رئاسۃ عامۃ شئون المسجد الحرام

الرقم ۲/۲۳۶

والمسجد النبوی مکتب نائب الرئیس

التاریخ ۱۰/۱۰/۱۴۰۷ھ

حمد وصلوٰۃ کے بعد آپ نے توسل بالنبی ﷺ کے بارے میں فریقین کا مسلک ذکر کیا ہے اور فریق اول کے دلائل اور بعض مراجع بھی ذکر کیے ہیں اور فریق دوم کے دلائل ذکر نہیں کیے۔

خلاصہ قول کا یہ ہے کہ فریق اول کا قول جو آپ نے ذکر کیا ہے، یہی صحیح ہے اور اس قول کے سوا جو قول بھی ہو وہ ناجائز ہے۔ اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے گناہ صغیرہ وکبیرہ کے حساب کے لئے کھڑے ہونے کو یاد کریں اور اپنے قول وعمل میں سچائی کی فکر کریں اور دین میں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے علاوہ کچھ نہ کہیں اور اس پر عمل کریں جو شرع شریف کے موافق ہو۔

تو جب ہم اصول شرع کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو ہم نبی پاک ﷺ کے وسیلہ کے جواز والوں کے پاس دلیل نہیں پاتے جو ان کے مقصود پر دلالت کرے بلکہ ان کے خلاف دلیل قائم ہے۔

امام بخاریؒ وغیرہ نے انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ جب خشک سالی کی تکلیف پیش آئی تو حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عباس بن عبد المطلب کو تسلی کے طور پر پیش کر کے فرماتے تھے۔ اے اللہ! بیشک ہم تیرے سامنے اپنے نبی ﷺ کی دعا کو بطور توسل کے پیش کرتے تھے، سو تو ہم پر بارش نازل کیا کرتا تھا۔ اور اب ہم تیرے سامنے اپنے نبی پاک ﷺ کے چچا (کی دعا) کو بطور وسیلہ پیش کرتے ہیں تو ہم پر بارش فرما تو ان پر بارش برسائی جاتی۔

دیکھو تو سہی کہ حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے نبی پاک ﷺ کے بعد از وفات آپ ﷺ کو وسیلہ نہ بنایا، بلکہ حضرت عباسؓ بن عبد المطلب، حضرت نبی کریم ﷺ کے چچا کو لے گئے۔ اگر آپ کی وفات کے بعد توسل جائز اور ممکن ہوتا تو آپ کے چچا کو نہ لے جاتے، کیونکہ وہ نبی پاک ﷺ کے حقوق کو اچھی طرح جانتے تھے۔ حضرت عباسؓ کا مرتبہ جتنا بھی بلند ہو تو نبی پاک ﷺ کا مرتبہ اس سے بہت بلند وبا

لاہے اور نبی پاک ﷺ کے توسل کے مقصد کے لئے زیادہ پورا کرنے والا ہے۔

پھر واجب ہے کہ ہم واضح کریں کہ صحابہ کرامؓ کا اجماع حضرت عباسؓ کی ذات اور مرتبہ کا توسل تھا یا آپؓ کی دعا کا توسل تھا۔ بلکہ واجب ہے کہ حضرت عمرؓ کے قول اللّٰھمّ انا کنا نتوسل الیك کے معنی سمجھ لیں۔ کہ کیا وہ نبی پاک ﷺ کی ذات اور مرتبہ کا توسل کیا کرتے یا آپ ﷺ کی دعا کا توسل کرتے۔ تو واجب ہے کہ اس کے سمجھنے کے لئے نصوص شرعیہ کی طرف رجوع کریں کہ ہمارے لئے حضرت عمرؓ کے قول کی وضاحت کریں کیونکہ نصوص شریعہ ایک دوسرے کی مفسر ہیں اور یہ تو مخالفین کے نزدیک بھی معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ کے قول میں کوئی چیز محذوف ہے جس کو مقدر ماننا ضروری ہے۔

تو تقدیر عبارت یا تو یہ ہوگی کہ اے اللہ! ہم تیرے دربار میں اپنے نبی پاک ﷺ کی ذات کا وسیلہ پیش کرتے تھے اور ہم تیرے دربار میں اپنے نبی پاک ﷺ کے چچا کی ذات کا وسیلہ کرتے ہیں جیسا کہ ان لوگوں کا نظریہ ہے۔

یا عبارت کی تقدیر یہ ہوگی کہ اے اللہ! ہم تیرے دربار میں اپنے نبی پاک ﷺ کی دعا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں اور ہم تیرے دربار میں اپنے نبی پاک ﷺ کے چچا کی دعا کو وسیلہ پیش کرتے ہیں، جیسا کہ صحیح نظریہ ہے۔

تو ان دونوں میں سے ایک لفظ کو مقدر ماننا ہوگا تا کہ کلام کا معنی صحیح ہو جائے اور دونوں تقدیروں میں جو صحیح ہو وہ معلوم ہو جائے تو اس کیلئے ہمیں ضروری ہے کہ سنت شریفہ کی طرف رجوع کریں کہ ہم کو یہ واضح ہو جائے کہ نبی پاک ﷺ اور حضرت عباسؓ کا صحابہ کرامؓ کس طرح توسل کرتے تھے۔ تو کیا آپ دیکھتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کے زمانہ میں جب خشک سالی ہو جاتی تو ہر ایک اپنے گھر یا کسی مکان میں علیحدہ بیٹھ جاتے یا بغیر رسول اللہ ﷺ کے وہ جمع ہو جاتے پھر وہ اپنے رب سے دعا مانگتے کہ اے اللہ تعالیٰ! نبی پاک ﷺ کی حرمت و مرتبہ سے جو تیرے سامنے ہیں اس کی وجہ سے ہم پر بارش نازل فرما۔

یا نبی پاک ﷺ کے پاس جاتے اور اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ کی ذات اور مرتبہ کی دعا مانگتے۔

یا نبی پاک ﷺ سے سوال کرتے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور دعا کرتے اور اللہ تعالیٰ ان پر بارش کرتا۔

اول و دوم کا تو سنت نبوی ﷺ میں بالکل وجود نہیں اور نہ کسی میں یہ طاقت ہے کہ وہ صحیح دلیل پیش کر سکے کہ نبی پاک ﷺ کی زندگی میں موجودگی میں یا عدم موجودگی میں کسی صحابیؓ نے آپ ﷺ کی ذات کا توسل کیا ہو بلکہ جس پر سنت نبویہ شریفہ دلالت کرتی ہے وہ تیسرا امر ہے۔ کیونکہ ہم کو سنت نے واضح کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو جب حاجت ہوتی یا ان پر کوئی حادثہ واقع ہو جاتا تو نبی پاک ﷺ کے پاس آجاتے اور آپ ﷺ سے دعا کا کہتے کہ اللہ تعالیٰ سے وہ دعا مانگیں یعنی وہ نبی پاک ﷺ کی دعا کا وسیلہ کہتے اور آپ ﷺ کی ذات اور مرتبہ سے توسل نہیں کرتے تھے اور اس میں ان کا استدلال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے (اگر وہ لوگ جب انہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی تیرے پاس آتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور رسول اللہ ﷺ ان کو بخشواتے تو اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان) ان مثالوں میں سے جمعہ کے دن نبی پاک ﷺ کے پاس ایک بدو کا آنا ہے اور نبی پاک ﷺ خطبہ دے رہے تھے، اس نے خشک سالی اور حیوانات کی ہلاکت کی شکایت کی اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر بارش نازل کرے اور نبی پاک ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی، فرمانے لگے کہ بادل پہاڑوں کی طرح آئے اور خوب بارش ہوئی پھر دوسرا جمعہ شکوہ کرنے آیا کہ بارش بہت زیادہ ہو گئی اور حیوانات ہلاک ہو گئے اور راستے بند ہو گئے پھر دعا کی درخواست کی کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ ان سے بارش بند کرے۔ تب نبی پاک ﷺ نے دعا فرمائی اور مدینہ سے بادل چلا گیا۔

اور اسی طرح دوسرا واقعہ ہے کہ لوگوں نے بارش کی شکایت کی اور نبی پاک

صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے لئے باہر چلے گئے اور دعا فرمائی اور احادیث میں اس کی بہت مثالیں ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے طریقہ توسل کیا تھا؟ اور ہر وقت ہر جگہ اس کے جواز کا قول کرتے ہیں کہ وسیلے والا اس کو آجائے جس پر وہ توسل کرتے ہیں اور اپنا حال اس کے آگے ذکر کرتے ہیں اور ان سے دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اس کا مقصد پورا کرے اور توسل ہوتا ہے اس شخص سے جو کہ دنیوی زندگی سے زندہ ہو اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے توسل نہیں کیا ہے بلکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے پاس گئے ہیں تاکہ ان کے لئے وہ دعا کریں اور حضرت عباسؓ کو اس لئے لے گئے کہ ان کو معلوم تھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل ممکن نہیں۔

یعنی یہ تو ممکن نہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جائیں اور حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کریں یہ تو غیر معقول ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے توسل جائز ہوتا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت عباسؓ کے پاس کیوں جاتے؟ اور اسی کے قریب قریب حضرت معاویہؓ سے بھی ثابت ہے اور ابن عساکر نے صحیح سند سے تابعی جلیل سلیم بن عامر الجنائزیؒ سے روایت کی ہے کہ خشک سالی ہوئی تو حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ اور دمشق والے استسقاء کے لئے نکلے جب حضرت معاویہؓ ممبر پر بیٹھ گئے تو فرمایا کہ حضرت یزید بن الاسود جرشیؒ کہاں ہے؟ تو لوگوں نے ان کو آواز دی تو وہ آئے اور ان کو حضرت معاویہؓ نے حکم کیا کہ وہ ممبر پر چڑھے اور حضرت معاویہؓ نے فرمایا اے اللہ! آج ہم میں سے بہتر اور افضل کو تیرے سامنے شفیع پیش کرتے ہیں اور فرمایا اے یزید! ہاتھ اٹھاؤ اللہ کے سامنے۔ اس نے ہاتھ اٹھایا اور لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے تو جلد ہی مغرب کی طرف سے ڈھال کی طرح بادل آگئے اور ہوا چل پڑی اور ہم کو بارش نے سیراب کر دیا۔

اور ابن عساکر نے صحیح سند سے نقل کیا ہے کہ ضحاک بن قیس استسقاء کے لئے لوگوں کی خاطر نکلے اور یزید بن اسود کو بھی فرمایا، اٹھو اے زیادہ رونے والے! اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ تین مرتبہ دعا کی اور اتنی بارش ہوئی کہ قریب تھا کہ وہ اس میں غرق ہو جاتے۔

اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ نے توسل بذات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جاہ النبیؐ سے انکار کیا ہے اور یہی مذہب ہے حضرت امام ابوحنیفہؒ کا۔ اور درمختار جو احناف کی مشہور کتاب ہے اس میں آیا ہے کہ کسی کو یہ مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے، مگر اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کے ساتھ اور جس دعاء کی اجازت دی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں اس کو انہی ناموں کے ساتھ پکارو۔

اور اسی طرح فتاوی ہندیہ، فتاویہ عالمگیری میں ہے:۔

اور قدوری میں لکھا ہے کہ بشیر بن الولید فرماتے ہیں کہ مجھے امام ابویوسفؒ نے بتایا کہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ کسی کو جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے ناموں کے سوا کسی اور سے پکارے اور یہ مکروہ ہے کہ دعا میں اس طرح کہے، معاقد العز من عرشك اور بحق خلقك (تیری مخلوق کے حق سے)

اور یہ جو آپ نے حدیث ذکر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کرامؑ کے ابدان مبارک کھائے تو یہ حدیث صحیح ہے یہ انبیاء کرامؑ کی برزخی زندگی کی نوع فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ لیکن بہر حال یہ دنیوی زندگی سے ایک مختلف نوعیت کی زندگی ہے۔

اور یہ جو حدیث بیان کی جاتی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری قبر کے نزدیک درود شریف پڑھا میں سنتا ہوں، یہ حدیث موضوع ہے۔

جو آپ نے اس کے بطلان اور وضعی ہونے کے لئے ائمہ کا حکم ذکر کیا ہے اس سے نہ استدلال کرنا جائز ہے اور نہ اس کی روایت کرنا جائز ہے۔ البتہ اگر موضوع ہونا اس روایت کا بیان کر دے تو پھر جائز ہے۔

اور دوسرے فریق کا قول کہ نبی پاک ﷺ کی ذات کا توسل جائز ہے، اس پر کوئی دلیل موجود نہیں اور اپنے عقیدہ کے لئے استدلال کرنا کہ نبی پاک ﷺ زندگی دنیوی کے ساتھ زندہ ہیں اور ہمارا درود و سلام سنتے ہیں، اس پر کوئی دلیل نہیں، بلکہ نبی پاک ﷺ کی زندگی پر قول کرنا کہ وہ دنیوی زندگی کی طرح زندہ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے خلاف ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت محمد ﷺ ایک رسول ہیں ان سے پہلے کئی رسول ہو گزرے ہیں پھر کیا اگر یہ رسول ﷺ وفات پا جائیں یا قتل کیے جائیں تو آیا تم پھر جاؤ گے ایڑیوں کے بل الٹے پاؤں (الآیۃ)

اور نبی پاک ﷺ کا ہمارا درود و سلام سننا بھی مباشرۃً انہی کانوں سے، اس پر کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ جس پر صحیح حدیث دال ہے وہ ہے کہ نبی پاک ﷺ کو امت کا سلام فرشتے پہنچاتے ہیں۔

فریق دوم کا یہ قول کہ فریق اول فاسق ہے اور جو ان کے عقیدہ کے مخالف ہے وہ بدعتی ہے اور اہل السنت والجماعۃ سے خارج ہے اور اسی طرح وہابی وغیرہ کہہ کر اپنے گمان کے مطابق گالی گلوچ کرتے ہیں، یہ ان کی بڑی غلطی ہے۔

اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو اور ان کو ہدایت اور نیکی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، جس طرح اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ اور ہم کو اس دن فائدہ دے جس میں نہ مال فائدہ دے گا نہ بیٹے کام آئیں گے مگر وہ جو اللہ تعالیٰ کا مطیع ہو۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امام وخطیب حرم مکی شریف ونائب الرئیس

العام الشؤن المسجد الحرام والمسجد النبوی ﷺ

محمد بن عبد اللہ السبیل

(فتوی خطیب مکۃ المکرمۃ)

از محقق علی الاطلاق، ذہبی زمان،

حضرت علامہ خان بادشاہ شانگل قطر

بغاوت نمبر 15

{نرالی تحقیق}

تمہید:۔

قرآن وسنت کی روشنی میں حضرات اکابر کا نظریہ ہے کہ رفیق اعلیٰ جنت الفردوس کا ایک خاص مقام ہے، جو ارواح انبیاء کرام کا مستقر ہے۔ اور وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کی روح انور بھی ارواح انبیاء کرام کے ساتھ رفیق اعلیٰ جنت الفردوس میں قیام پذیر ہے۔ لیکن اہل اتحاد کا عقیدہ یہ ہے کہ دفن کے بعد ہر میت (نبی، غیر نبی) کی روح اس کے بدن کے اندر ہی لوٹا دی جاتی ہے۔

اس لیے اوکاڑوی صاحب، حضرت مولانا عبد الرحیم نظامی صاحب کی ایک عبارت (کہ حضور اقدس ﷺ کی روح مبارک رفیق اعلیٰ جنت الفردوس میں قیامت تک رہے گی) پر گرفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

”پھر میں نے یہ پوچھا کہ رفیق اعلیٰ ہے کہاں؟ اس کا معنی تو اعلیٰ مقام ہے اور حضرت پاک ﷺ کے روضہ پاک سے اعلیٰ مقام دنیا میں اور کوئی نہیں کہ اس کا مقام تو عرش اعظم سے بھی زیادہ ہے، تو اس کو رفیق اعلیٰ کیوں نہ مانا جائے۔ میں نے سوال اس لئے پوچھا ہے کہ جب حضرت پاک ﷺ نے فرمایا تھا: اللّٰھم من الرفیق الاعلیٰ... تو اس جسم اور روح دونوں نے کہا تھا یا جسم مثالی نے کہا تھا؟ اگر اس جسم اور روح نے کہا تھا تو پھر جہاں یہ دونوں پہنچے ہیں وہی رفیق اعلیٰ ہے۔ اب یہ بات تو نہیں ہو سکتی کہ ایک بے وفائی کرکے کہ روح تو رفیق اعلیٰ میں چلی جائے اور جسم یہیں رہ جائے۔ جب اسی جسم اور روح دونوں نے کہا ہے تو جہاں یہ دونوں پہنچے ہیں وہی رفیق اعلیٰ ہے اور وہی جگہ روضۃ من ریاض الجنۃ ہے۔“ (تسکین الاذکیاء ص:۴۸۹)

☆ اللہ یار خان چکڑالوی لکھتا ہے:۔

علماء نے اس امر کی بھی تصریح کی ہے کہ جو مرکز ہے جسم رسول اکرم ﷺ اس کی شان جنت الفردوس سے بھی افضل ہے اعلیٰ ہے، روح اقدس رسول اکرم ﷺ جنت الفردوس سے اعلیٰ مقام چھوڑ کر کسی دوسرے فضول مقام کو کیسے قبول کرے گا۔

(سیف اویسیہ ص:۲۵)

{اوکاڑوی، چکڑالوی فرامین کا خلاصہ}

☆ اوکاڑوی صاحب کے نزدیک رفیق اعلیٰ سے مدینہ منورہ کی قبر ہی مراد ہے۔

☆ آپ ﷺ کی روح مبارک آپ ﷺ کے بدن اقدس کے اندر مدینہ منورہ کی قبر میں ہی ہے۔

☆ اگر روح مبارک رفیق اعلیٰ میں چلی جائے اور بدن یہیں رہ جائے تو یہ بے وفائی ہے۔

☆ چکڑالوی کے نزدیک جنت الفردوس اور مقام پر ہے اور آپ ﷺ کا روح مبارک جنت الفردوس میں قطعاً نہیں جا سکتا۔ البتہ آپ کی روح مبارک آپ ﷺ کے جسم مبارک کے اندر مدینہ منورہ میں موجود ہے۔

نوٹ:۔ اکاڑوی، چکڑالوی بیانات کا تضاد ملاحظہ فرما کر ایک کے سچے اور دوسرے کے کذاب ہونے کی تصریح بھی کر دیں۔ ہمارے نزدیک دونوں کذاب ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

{تحقیق اکابر}

☆ نواب محمد قطب الدین خان دہلویؒ رفیق اعلیٰ کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

لفظ رفیق اسم جنس ہے کہ اس کا اطلاق فرد واحد پر بھی ہوتا ہے اور بہت سوں پر بھی۔ پس رفیق اعلیٰ سے مراد

انبیاء کرامؑ ہیں جو اعلیٰ علیین میں پہنچ چکے ہیں، اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں اس دعا کے یہ الفاظ بھی مذکور ہیں کہ یعنی انبیاء کرامؑ کے ساتھ، صدیقین کے ساتھ، شہداء کے ساتھ، صلحاء کے ساتھ، کہ وہی لوگ اچھے رفیق ہیں۔

(مظاہر حق ص:۵۳۱، ج:۵)

☆ علامہ اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ نے رفیق اعلیٰ سے، جنت میں انبیاء کی سنگت مراد لی ہے۔

(کشف المغطا ص:۲۲۰)

☆ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ رفیق اعلیٰ کی تحقیق میں فرماتے ہیں:۔

واختلفوا فی معنی الحدیث فقال الجوهری الرفیق الاعلیٰ الجنّة ویؤیده من وقع عند ابن اسحٰق الرفیق الاعلیٰ الجنّة وقال ابن عبد البر هو اعلیٰ الجنة وقیل الرفیق اسم جنس یشمل الواحد وما فوقه والمراد به من ذکر فی الایة من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین وحسن اولٰئك رفیقا۔ (اوجز المسالك ص:۲۹۶ ج:۳)

ترجمہ: محدثین کرامؒ کے اس حدیث کی تشریح میں چند اقوال ہیں، چنانچہ علامہ جوہریؒ فرماتے ہیں کہ رفیق اعلیٰ سے مراد بہشت ہے اور اسی معنیٰ کی تائید کرتی ہے ابن اسحٰق کی وہ روایت جس میں الفاظ ہیں الرفیق الاعلیٰ الجنة۔ علامہ ابن عبد البر فرماتے

ہیں کہ رفیق اعلیٰ سے مراد بہشت کا اونچا اور عمدہ درجہ
ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لفظ رفیق اسم جنس ہے جو کہ
ایک اور ایک سے زائد کو شامل ہے اور اس سے مراد وہ
لوگ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے
یعنی انبیاء کرامؑ، صدیقین، شہداء، صالحین وغیرہ۔

☆ علامہ عبدالحق حقانیؒ علماء دیوبند کی مصدقہ کتاب ''عقائد اسلام'' میں علیین کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اور شہیدوں کو قبل حشر بھی جنت میں جائے ملتی ہے اور اسی طرح جو شخص ان سے بھی زیادہ رتبہ میں ہیں جیسا کہ انبیاء و صدیقین یا جس کو چاہے اللہ اس کو بھی جنت میں مقام ملتا ہے۔ (عقائد اسلام ص:۱۶۹)

☆ امام ابن قیم حنبلیؒ اور امام ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں:۔

امّا الانبیآء علیهم السّلام فلا شكّ انّ ارواحهم عند الله فی اعلیٰ علیّین وقد ثبت فی الصحیح انّ آخر كلمة تكلّم بها رسول الله ﷺ عند موته انه قال: اللّٰهمّ الرّفیق الاعلیٰ۔ وقال رجل لابن مسعود قبض رسول الله ﷺ این هو؟ قال فی الجنّة. وامّا الشّهداء، فاكثر العلمآء علیٰ انّهم فی الجنة وقد تكاثرت الاحادیث بذٰلك، كحدیث مسلم عن ابن مسعود. وحدیث احمد وابی داوٗد عن ابن عباس وغیرهما ممّا سبق۔ (شرح الصدور ص:۲۳۹)

حاصل ترجمہ یہ ہے کہ امام ابن قیمؒ و امام ابن رجبؒ فرماتے ہیں کہ انبیاء کرامؑ کی وفات کے وقت ارواح مبارکہ ابدان عنصریہ سے نکل کر اعلیٰ علیین میں چلی جاتی ہیں اور وہی مقام جنت، ارواح انبیاء کرامؑ کا مستقر ہے اس کی دلیل بخاری شریف کی وہ حدیث ہے جس میں ام المومنینؓ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا آخری کلام وفات کے وقت یہ تھا اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ۔۔۔ اور کسی آدمی نے ابن مسعودؓ سے پوچھا

کہ نبی پاک ﷺ موت کے بعد اب کہاں ہیں؟ تو ابن مسعودؓ نے جواب دیا، جنت میں۔ جمہور علماء کا یہی نظریہ ہے کہ شہداء کی ارواح بھی جنت ہی میں ہوتی ہیں اور کثیر احادیث وارد ہوئی ہیں جیسا کہ مسلم میں ابن مسعودؓ سے، مسند احمد، ابوداؤد اور ابن عباسؓ وغیرہما جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

☆ محدث احناف ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:۔

فی الرفیق الاعلیٰ متعلق بمحذوف ای اجعلنی فی الرفیق الاعلیٰ وهم هنا الانبیاء الذین یسكنون اعلیٰ علیین،
مطلب یہ ہے کہ فی الرفیق الاعلیٰ۔۔۔ جار مجرور کا متعلق فعل اجعلنی محذوف ہے اور رفیق اعلیٰ سے مراد انبیاء کرامؑ کی وہ جماعت ہے جو اعلیٰ علیین جنت الفردوس میں رہتی ہے تو آپ ﷺ نے دعا مانگی، یا اللہ! مجھے بھی جنت الفردوس کے اندر انبیاء کرامؑ کی رفاقت میں پہنچا دے۔

☆ علامہ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں:۔

الرفیق هنا اسم جنس یشمل الواحد وما فوق والمراد الانبیاء ومن ذكر فی الآیة۔۔۔ (فتح الباری ص:۲۰۲، ج:۹)
مطلب واضح ہے رفیق اعلیٰ سے مراد انبیاء کرامؑ، صدیقین، شہداء کی ارواح کا مستقر ہے جن کا ذکر آیت میں آیا ہے اور وہ مستقر جنت ہے۔

☆ علامہ عینی حنفیؒ فرماتے ہیں:۔

قال الجوهری الرفیق الاعلیٰ الجنة ویؤیده ما وقع عند ابی اسحٰق الرفیق الاعلیٰ الجنة۔۔۔ رفیق اعلیٰ سے مراد جنت کا ٹھکانہ ہے۔
(عمدۃ القاری للعینی)

☆ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں:۔

اما الانبیاء فلا شك ان ارواحهم عند الله فی اعلیٰ علیین الخ (روح المعانی ص:۱۶۱، ج:۱۵) یعنی اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ارواح انبیاء کرام علیین ہی میں رہتی ہیں۔ اسی لئے آپ ﷺ نے آخر وقت میں اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ سے دعا کی، کہ یا اللہ! میری روح کو بھی اعلیٰ علیین، رفاقت انبیاء میں پہنچا دے۔

☆ علامہ نسفی حنفیؒ فرماتے ہیں:۔

ارواح الانبیاء تخرج من جسدها وتصیر مثل جسدها مثل المسك والكافور وتكون فی الجنة تاكل وتشرب وتتنعم وتاوی باللیل الی قنادیل معلقة تحت العرش.....

(شرح الصدور ص:۱۰۴، مظہری ص:۲۲۳، ج:۱۰)

مطلب واضح ہے کہ انبیاء کرامؑ کی ارواح مبارکہ بوقت موت ابدان عنصری سے نکلتی ہیں اور جنت کے اعلیٰ مقام اعلیٰ علیین میں ان ارواح کا مستقر ہے، نعم جنت کھاتی پیتی ہیں اور جنت کی سیر کرتی ہیں۔

☆ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:۔

انما بعد وفاته فروحه المقدسة قد استقرت فی الرفیق الاعلیٰ مع ارواح الانبیاء..... (فتح الملہم ص:۴۲۱، ج:۳)

بہر حال آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی روح مبارک کا مستقر رفیق اعلیٰ، ارواح انبیاء کرامؑ کے ساتھ جنت میں ہی ہے۔

☆ علامہ سیوطیؒ نقل کرتے ہیں:۔

هذا مع القطع بان روحه فی اعلیٰ علیین مع ارواح الانبیاء وهو فی الرفیق الاعلیٰ..... (شرح صدور ص:۱۰۰)

ترجمہ:۔ یہ قطعی بات ہے کہ آپ ﷺ کی روح انور باقی انبیاء کرامؑ کی

ارواح کے ساتھ اعلیٰ علیین میں ہے، اور یہی رفیق اعلیٰ ہے۔

☆ سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری

"حیات النبی ﷺ فی الجنة" کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

{حیات النبی ﷺ فی الجنة}

رفیق اعلیٰ میں نبی کریم ﷺ کی روحانی حیات

پہلی حقیقت، فی الرفیق الاعلیٰ:

صرف صحیح بخاری میں ایک ہی موقع پر آٹھ، نو روایات میں یہ مضمون ہے کہ بالکل آخر وقت نبی کریم ﷺ کی زبان پاک پر اللّٰھم فی الرفیق الاعلیٰ کے الفاظ تھے، یہ ساری روایات حضور ﷺ کی محبوب رفیقہ حیات ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہیں، جن کے گھر میں آپ ﷺ نے وفات پائی اور وفات کے وقت آپ ﷺ کا سر مبارک ان کی گود میں تھا۔

فرماتی ہیں:۔

توفی النبی ﷺ فی بیتی وفی یومی وبین سحری ونحری ... فرفع رأسه الی السماء وقال: فی الرفیق الاعلیٰ، فی الرفیق الاعلیٰ (صحیح بخاری، باب مرض النبی ﷺ ووفاته) نبی کریم ﷺ نے میرے گھر میری باری کے دن اور میری گود میں وفات پائی ..... آپ ﷺ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور فرمایا: فی الرفیق الاعلیٰ، فی الرفیق الاعلیٰ

دوسری روایت میں ہے کہ

ثم قال: فی الرفیق الاعلیٰ ثلاثا ثم قضی (ایضا) آپ ﷺ نے تین بار فی الرفیق الاعلیٰ۔۔ فرمایا، پھر وفات پا گئے۔

تیسری روایت میں ہے:۔ فجعل یقول فی الرفیق الاعلیٰ حتیٰ

قبض (ایضا) آپ ﷺ برابر فی الرفیق الاعلیٰ۔۔فرماتے رہے، یہاں تک کہ وفات پائی۔

چوتھی روایت کے الفاظ ہیں: فکانت آخر کلمة تکلم بها: اللّٰهم الرفیق الاعلیٰ (متفق علیہ) آپ ﷺ کا آخری کلام مبارک یہی تھا، اللّٰهم الرفیق الاعلیٰ... (مشکوۃ المصابیح)

{دوسری حقیقت، جنت کا نظارہ:}

اب دوسری حقیقت ملاحظہ ہو:۔

حضرت صدیقہؓ طاہرہ ام المومنین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تندرست تھے تو فرمایا کرتے تھے، انہ لن یقبض نبی حتی یری مقعدہ من الجنة ثم یخیر... کسی نبی کی وفات نہیں ہوتی جب تک کہ جنت میں اس کا مقام اس کو دکھا نہیں دیا جاتا، پھر اس کو اختیار دیا جاتا ہے۔

جب تک نبی کو جنت میں اس کا ٹھکانہ، نہ دکھا دیا جائے اس وقت تک کسی بھی کی روح قبض نہیں کی جاتی۔ مقعد کے معنی ہیں" جائے قیام" (مفردات القرآن ص:۵۸۷) بیٹھنے کی جگہ (لغات القرآن ص:۴۲۵، ج:۵)

{تیسری حقیقت، دنیا و آخرت میں اختیار}

وفات سے پہلے جہاں نبی کو جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے وہاں اس کے بعد اسے اختیار دیا جاتا ہے کہ دنیا و آخرت میں سے جو چاہے چن لے، چاہے تو وہ زندہ رہ کر دنیا کی رونق اور رنج وغم سے متمتع ہو اور چاہے تو اخروی نعمتوں اور عند اللہ انعامات سے مستفید و مستفیض ہو۔ حضرت ام المومنینؓ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، فرماتے تھے، ما من نبی یمرض الا خیر بین الدنیا و الآخرة... (متفق علیہ) کوئی نبی ایسا نہیں جسے مرض (وفات) میں دنیا و آخرت میں

سے کسی ایک کو چن لینے کا اختیار نہ دیا گیا ہو۔

چوتھی حقیقت

{آپ ﷺ نے اخروی نعمتیں اختیار فرمالیں}

چنانچہ آپ ﷺ کو یہ اختیار دیا گیا اور آپ ﷺ نے آخرت اور آخرت میں عند اللہ انعامات کو چن لیا۔

(۱) بروایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آپ نے (مرض وفات میں) منبر پر بیٹھ کر فرمایا: ان عبدا خیرہ اللہ بین ان یؤتیه من زهرة الدنیا ما شاء، وبین ما عندہ فاختار ما عندہ فبکی ابو بکر ...فکان رسول اللہ ﷺ هو المخیر وکان ابو بکر اعلمنا... (متفق علیہ) ایک بندہ ایسا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے اگر وہ چاہے تو دنیا کی رونق اللہ اسے دے دے اور اگر چاہے تو جو (نعمتیں) اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، (وہ لے لے) اس بندے نے عند اللہ (انعام و اکرام) کو چن لیا ہے اس پر حضرت ابو بکرؓ رو پڑے... وہ بندہ جس کو اختیار دیا گیا (خود) رسول کریم ﷺ تھے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ ہم سب (صحابہ کرامؓ) سے زیادہ عالم تھے۔

(۲) حضرت ام المومنینؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ صحت کی حالت میں فرمایا کرتے تھے" نبی کو وفات سے پہلے جنت میں اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے پھر اس کو اختیار دیا جاتا ہے"...وفات کے وقت جب آپ ﷺ نے اللّٰهم الرفیق الاعلیٰ فرمایا۔ قلت اذاً لا یختارنا۔ تو میں سمجھ گئی کہ اب آپ ﷺ ہم کو اختیار نہیں کریں گے۔ (متفق علیہ)

یعنی ام المومنینؓ کو یقین ہو گیا کہ اب رسول اللہ ﷺ ہم سے رخصت ہونے والے ہیں، اب آپ ﷺ ہمارے ہاں نہیں رہیں گے۔

{فی الرفیق الاعلیٰ کے معنیٰ}

آپ ﷺ کے اس آخری اور متواتر ارشاد کے معنیٰ کیا ہیں؟ اس پر مکمل روشنی ایک اور روایت سے پڑتی ہے۔ ام المومنین ؓ ارشاد فرماتی ہیں میں نے آپ ﷺ کی وفات سے پہلے کان لگا کر آپ ﷺ سے سنا (اصغت الیہ) فرماتے تھے: **اللّٰھمّ اغفرلی وارحمنی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ**۔۔۔ میرے اللہ! میری مغفرت فرما، میرے اوپر رحم فرما اور مجھے رفیقوں کے ساتھ ملا دے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اس وقت بھی برابر یہ دعا فرماتے رہے، جب کہ آپ ﷺ کی آواز انتہائی کمزور ہو گئی تھی اور کان لگائے بغیر سنی بھی نہیں جاتی تھی۔ اور **فی الرفیق الاعلیٰ** اور **اللّٰھمّ الرّفیق الاعلیٰ** کے معنیٰ اتنا تو معلوم ہو گئے کہ میرے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔ اب رفیق اعلیٰ سے کیا مراد ہے؟ اس کی حقیقت خود حضور ﷺ کے دوسرے فرمان سے ہو جاتی ہے۔

ام المومنین ؓ ہی فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ مرض وفات میں فرماتے تھے:۔

مع الّذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین والشھدآء والصّالحین۔۔۔ (الآیۃ) ان حضرات کے ساتھ جن پر تو نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء (سے ملا دے)۔

تو بالکل آخر وقت آپ ﷺ کی اللہ رب العزت سے دعا یہ تھی کہ الٰہی مجھے ان رفیقوں سے ملا دے، جن پر تو نے فضل و انعام فرمایا، نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صلحاء سے ملا دے جو اعلیٰ علیین میں رہتے ہیں۔

قولہ فی الرّفیق الاعلیٰ۔۔۔ **ای الجماعۃ من الانبیآء الّذین یسکنون اعلیٰ علیین**۔ (سندھی حاشیہ علی البخاری)

یعنی:۔ آپ ﷺ کے فرمان "**فی الرفیق الاعلیٰ**" کا مطلب انبیاء کی جماعت ہے، جو اعلیٰ علیین میں رہتی ہے۔

پانچویں حقیقت

{جنت، آپ ﷺ کا مسکن ہے}

بروایت حضرت انس ؓ۔۔۔

سیدۃ النساء حضرت فاطمہ ؓ نے آپ ؐ کی موت پر فرمایا:۔

یاابتاہ اجاب ربا دعاہ. یاابتاہ مَنْ جنّۃ الفردوس مأواہ۔۔

(بخاری) اے میرے باپ! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بلایا، آپ ﷺ نے اپنے رب کی دعوت قبول فرمائی۔۔ اے میرے باپ! وہ ذات کہ جنت الفردوس آپ ﷺ کا ٹھکانا ہے۔ **مأوٰی** کے معنیٰ ہیں ٹھکانا، مقام سکونت، امام راغب اصفہانی ؒ نے **مأوٰی** کے معنیٰ کیے ہیں رہنے کی جگہ۔ (مفردات القرآن)

خلاصہ:۔

ان پانچ حقائق کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو مرض وفات میں جنت میں آپ ﷺ کی جائے قیام "بیٹھے رہنے کی جگہ" دکھلائی۔ پھر آپ ﷺ کو اختیار دیا کہ چاہیں تو آپ ابھی کچھ اور دنیا میں رہیں، چاہیں اپنے اس جنتی مقام میں آ جائیں، آپ ﷺ نے دنیا سے منہ موڑ کر عند اللہ اخروی نعمتوں اور جنتی مقام کو چن لیا۔ اللہ تعالیٰ سے بار بار دعا کی کہ مجھے اعلیٰ علیین میں رہنے والے رفیقوں، جماعت انبیاء وغیرہ علیہم السلام سے ملا دے۔ اور بالفاظ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ ؓ آپ ﷺ نے اپنے رب کی دعوت الی الجنۃ کو قبول کر لیا (اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا الحاق بالرفیق کو قبول فرما لیا، آپ ﷺ کو وفات دے دی اور جنت الفردوس میں داخل فرما دیا) اب جنت الفردوس آپ ﷺ کا مقام سکونت ہے، آپ ﷺ کے رہنے کی جگہ ہے۔

نتیجہ:۔

اب ان حقائق سے نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی، ظاہر ہے کہ وفات کے بعد ذات اقدس ﷺ کا مقام سکونت جنت الفردوس ہے، اپنی رضا سے آپ ﷺ نے دنیا سے منہ موڑا، اہل دنیا سے تعلق قطع فرمایا۔ بار بار الحاق بالرفیق کی دعا کی، جس پر اللہ رب العزت نے آپ کو وفات دے کر جنت الفردوس میں بلالیا۔ اب آپ ﷺ کے روح پاک کا مقعد وماوی..... جنت الفردوس ہے۔ آپ ﷺ کے رہنے کی جگہ، آپ ﷺ کا مقام سکونت، جنت الفردوس ہے۔

(حیات الاموات ص:۱۱۲ تا۱۱۶، سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری)

تبصرہ:۔

علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلویؒ، علامہ اشفاق الرحمٰن کاندھلوی صاحبؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، علامہ ابن قیم حنبلیؒ، علامہ ابن رجب حنبلیؒ، محدث علی قاریؒ حنفی، علامہ ابن حجرؒ شافعی، علامہ عینی حنفیؒ، علامہ سید محمود آلوسی حنفیؒ، علامہ نسفی حنفیؒ علامہ شبیر احمد حنفیؒ دیوبندی، علامہ سیوطی شافعیؒ اور سید نور الحسن شاہ صاحبؒ وغیرہ تمام حضرات اکابر قرآن وسنت کے دلائل سے رفیق اعلیٰ سے مراد جنت الفردوس کا مقام لیتے ہیں، جو ارواح انبیاء کا مستقر ہے۔ اور یہ تمام اکابر تصریح فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی روح مبارک ارواح انبیاء کے ساتھ جنت الفردوس میں قیام پذیر ہے۔

جبکہ اوکاڑوی صاحب پوری امت سے الگ ہو کر رفیق اعلیٰ سے مراد مدینہ منورہ کی قبر لے رہے ہیں۔ اور ساتھ یہ دعویٰ بھی کر رہے ہیں کہ اگر آپ ﷺ کی روح مبارک آپ ﷺ کے جسد عنصری کے اندر مدینہ منورہ کی قبر مبارک میں موجود نہیں، تو یہ تو بے وفائی بنتی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے اوکاڑوی اور چکڑالوی صاحبان براہین کتاب وسنت اور تصریحات حضرات اکابر سے نڈھال بلکہ گھائل ہو کر بہکی بہکی باتیں بناتے اور کرتے ہیں۔ اور بے چارے خود بھی نہیں سمجھتے کہ کیا ہانک رہے ہیں اور لکھ رہے ہیں۔ چکڑالوی اور اوکاڑوی صاحبان کی یہ تحقیق بھی ملنگوں کی بڑھ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ اس لیے کہ عبارات اکابر کے ضمن میں دلائل بھی مذکور ہو چکے ہیں کہ رفیق اعلیٰ سے مراد جنت الفردوس ہی کا مقام ہے۔ اور آپ ﷺ کی روح مبارک کا وہی مستقر ہے۔ لیکن اوکاڑوی صاحب پر خواہ مخواہ بغاوت اکابر کا ایسا بھوت سوار ہے جو انہیں کسی طرح بھی سکون نصیب نہیں ہونے دیتا۔

اوکاڑوی پارٹی یاد رکھے!!!

حقیقت شمع و پروانہ کی کھل جائے گی دم بھر میں
الم ہونے تو دے محفل میں آثار سحر پیدا

{بغاوت نمبر 16}

{اکابر پر انکار قرآن اور قادیانی ہونے کا الزام}

اتحادی گروہ کی تقریباً 35 عدد کتب میں یہی بات دہرائی گئی ہے۔ کہ قرآن پاک میں شہید کے دنیاوی جسم کو زندہ کہا ہے، جو آدمی شہید کے دنیاوی جسم کو زندہ نہیں مانتا، وہ حیات شہداء کا منکر ہے۔

☆ اتحادی گروہ کے محسن اول ڈاکٹر خالد محمود پی ایچ ڈی لندن فرماتے ہیں:۔

قرآن عزیز میں جہاں بھی انسانی حیات کا تذکرہ ہے تو اس کا محل جسم ہی ہے۔ شہداء کے متعلق ارشاد فرمایا: وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ. (الآیۃ) یہاں احیاء انہی کو فرمایا جو مَنْ يُقْتَلُ. کے ماتحت آتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ قتل کا محل جسم ہے نہ کہ روح، پس حیات کا محل بھی جسم ہی ہے نہ کہ روح۔ اگر جسم میں زندگی ہو تو وہ زندہ ہے

اگر جسم زندہ نہیں تو کوئی زندگی نہیں۔ (مقام حیات ص:۵٦، طبع اول)

☆ چنانچہ مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب، آیت: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ..... (الآیۃ) پر خامہ فرسائی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

کتاب اللہ کی پہلی شہادت:۔

اس آیت شریفہ میں اسی وجود کو مردہ کہنے سے روکا گیا جس پر کہ فعل قتل وارد ہوتا ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ قتل جسم پر ہی وارد ہوتا ہے پس زندہ وہی ابدان مقتولہ ہوں گے اور قرآنی حکم کے مطابق ہم انہیں کو زندہ ماننے کے مکلف ہیں۔

(حیات انبیاء ص:۲۸)

☆ دوسرے مقام پر یہی مفتی صاحب فرماتے ہیں:۔

اس تسلیم شدہ حقیقت کے پیش نظر جس کا اوپر ذکر ہوا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ شہداء کے اجساد میں ان کی ارواح موجود ہوتی ہیں اور روح کے موجود ہونے کی وجہ سے ان کا جسم زندہ اور ان کو جسمانی حیات حاصل ہے، اس لئے کہ قتل فعل حسی ہے اس کا محل جسم ہے نہ کہ روح۔ اس لئے جو جسم قتل کا محل وہی جسم حیات کا بھی محل ہوگا اور جسم کی حیات روح کے تعلق کا تقاضا کرتی ہے۔ (حیات انبیاء ص:۱۲۱)

☆ اوکاڑوی صاحب فرماتے ہیں:۔

بل..... سے پہلے جس جسم کی موت اور قتل کا ذکر ہے۔ اسی جسم کو اللہ تعالیٰ نے اب حیات عطا فرمادی ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قتل تو یہی جسم ہوا تھا مگر بل کے بعد حیات کا ذکر ہے اس سے صرف روح کی حیات مراد ہے۔ یہ بالکل وہی بات ہے جو قادیانی کہتے ہیں۔ (تریاق اکبر ص:۳٦۱)

☆ اتحادی گروہ کے موجودہ امیر مولوی منیر احمد منور صاحب

ایک لمبی چوڑی تمہید کے بعد فرماتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ نے شہداء کے بارے میں حکم دیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں

قتل کیے جاتے ہیں ان کو یہ نہ کہو کہ یہ مردہ ہیں، بلکہ یہ زندہ ہیں، لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کون ہوتا ہے؟ انسان کے اندر دو ہی اجزاء ہیں، روح اور جسم۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو قتل ہوا وہ روح ہے یا جسم؟ جسم ہے، زخم جسم کو لگتے ہیں، ٹکڑے ٹکڑے جسم ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ کے راستے میں جو قتل کیے جاتے ہیں وہ اجسام ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ شہداء کے جسم مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیے گئے ہیں وہ زندہ ہیں، یعنی شہداء کے جسموں کو مردہ نہ کہو کیونکہ وہ زندہ ہیں اور یہ ظاہر بات ہے کہ جن کو مردہ کہنے سے منع کیا گیا ہے زندہ بھی وہی ہیں۔ کیونکہ شہداء کے دنیا والے جسم جو قتل ہوئے، جن پر پہلے قتل وارد ہوا، جو مقتول فی سبیل اللہ ہیں، ان کو مردہ کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ شہداء کے دنیاوی جسم ہی زندہ ہیں۔ تو زندہ کن کو کہا گیا؟ دنیا والے جسموں کو۔

(تقریر دلپذیر ص:۲۰،۲۱)

{خلاصہ تحقیقات بغاۃ}

☆ اہل اتحاد کے نزدیک قرآن نے شہید کے دنیا والے جسم کو زندہ کہا۔

☆ قرآنی بیان کے مطابق ارواح شہداء ان دنیاوی اجسام میں ہوتی ہیں۔

☆ جو شخص شہید کے دنیا والے جسم میں روح نہ مانے یا روح کے تعلق کے ساتھ حیات نہ مانے وہ قرآن کا منکر، قادیانی ہے۔

﴿تحقیق اکابر﴾

☆ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحبؒ

حیات شہداء کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

لیکن ہر چہ بادا باد بعد موت نہ ارواح شہداء کو ان ابدان کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے نہ ارواح مومنین کو۔ اتنا فرق ہے کہ بعد انقطاع علاقہ جسد اول یا بعد

چندے شہداء کی ارواح کو تو اور ابدان کے ساتھ تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور اس حساب سے ان کو حیات روحانی وجسمانی دونوں حاصل ہو جاتی ہیں اور باقی مومنین امت کے لیے اس نقصان کی کچھ مکافات نہیں کی جاتی۔ بہر حال ابدان دنیا سے دونوں کو کچھ تعلق نہیں رہتا۔ پھر اشیاء متعلقہ ابدان دنیوی سے تو تعلق کہاں جو ان کے اموال وازواج کی جوں کے توں انہیں کے ازواج واموال سمجھے جائیں اور کسی اور کو نکاح کی اجازت اور وارثوں کو تقسیم وتصرف کرنے کی نہ دیں کیونکہ اموال وازواج دنیوی دونوں کو انہیں ابدان کی ضرورت کے رفع کرنے کے لئے بنایا ہے...... الخ

(آب حیات ص: ۱۹۷، ۱۹۸)

{تحقیق نانوتویؒ کا خلاصہ}

☆ ارواح شہداء ودیگر مومنین، موت کے بعد ان کے اجسام میں نہیں ہوتیں۔
☆ ارواح شہداء اور دیگر مومنین کا ابدان عنصریہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔
☆ ارواح شہداء کو دوسرے برزخی اجسام مل جاتے ہیں۔
☆ حیات جسمانی وروحانی کا مطلب یہ ہے کہ انہیں برزخی اجسام کے ساتھ حیات ہوتی ہے، نہ کہ دنیاوی اجساد کے ساتھ۔

تبصرہ:۔

اتحادی گروہ کے نزدیک قرآن نے شہید کے دنیا والے جسم کو زندہ کہا۔ جو شخص دنیا والے جسم کے اندر روح نہ مانے یا روح کا تعلق نہ مانے وہ قرآن کا منکر اور قادیانی ہے۔ جبکہ حضرت نانوتویؒ تصریح فرما رہے ہیں کہ اروح شہداء ابدان عنصریہ میں نہیں ہوتیں۔ اور نہ ہی ارواح شہداء کا ابدان عنصریہ کے ساتھ کوئی تعلق ہوتا ہے بلکہ ارواح شہداء کو اور اجسام مل جاتے ہیں، اور دوسرے اجسام کے ساتھ شہداء کی زندگی ہوتی ہے۔

اتحادی حضرات کے تیشہ قلم کی ضرب ذرہ ملاحظہ فرمائیں، کہ کس بے دردی کے ساتھ بانی دارالعلوم دیو بند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو قرآن کا منکر اور قادیانی بنا دیا، معاذ اللہ۔ یہ ہے ان حضرات کی اکابر کے ساتھ عقیدت اور ہمدردی، کہ ان کے قلم اکابر کے خلاف کیسے کیسے زہر اگل رہے ہیں، ہم تو اتنا ہی عرض کر سکتے ہیں کہ۔

اے چشم شعلہ بار ذرا دیکھ تو سہی یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

{تحقیق حیات شہداء از حضرت علامہ سید امیر علی دیوبندیؒ}

سید صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

امواتاً... یہ دوسرا مفعول ہے حاصل آنکہ راہ خدا میں شہید ہونے والوں کو کبھی مردہ مت خیال کیجیو، بل ھم احیاء عند ربھم ارواحھم فی حواصل طیور خضر تسرح فی الجنۃ حیث شاءت کما ورد فی حدیث، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے نزدیک۔

ف: ان کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں، چرتے پھرتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ زندگی فقط روح کو ہے جسم کو نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس وقت ان کی روحیں مثل ستاروں کے زندہ ہیں (یعنی ستاروں کی طرح چمکتے ہیں، از ناقل) اور حشر میں سب کے جسم جب زندہ ہوں گے تو ان کے جسم بھی زندہ ہوں گے۔۔ الخ

(تفسیر مواہب الرحمٰن ص: ۱۴۳، ج: ۲)

{تحقیق حیات شہداء از مرشد حسین علیؒ}

حضرت مجدد وقت مولانا حسین علیؒ صاحب فرماتے ہیں:۔

تحقیق بل احیاء کی مختصر یہ ہے کہ احیاء سے مراد یہ بالکل نہیں کہ اس جسم کے ساتھ زندہ ہوں باقی روح خود زندہ ہوتے ہیں مع النفس یلبون النفس

اور نفس اور روح کی مثال آگ اور دخان (دھواں ، از ناقل) جیسی ہے باقی خاص ان (شہداء) کو اس معنی کے ساتھ زندہ کہنا اس وجہ سے ہے کہ یہ زیادہ عیش اور خوشی میں ہوتے ہیں۔ (تفسیر بلغۃ الحیران ص:۲۸)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔

سب کا حاصل یہ ہے کہ جسم تو بالکل زندہ نہیں ہے اس میں اختلاف ہے کہ آیا روح مع النفس ہے یا محض روح۔ روح آگ کی مثل ہے اور نفس دخان کی مثل ہے تمام کا خلاصہ ہے اور حق بات یہی ہے۔ (بلغۃ الحیران ص:۶۷)

تحقیق حیات شہداء

{از شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ}

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں:۔

انسان اور بدن میں فرق ہے کیونکہ بدن میں بھی فربہی اور لاغری کی وجہ سے کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے مگر انسانیت میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں ہوتی۔ قرآن کریم میں شہداء کو زندہ کہا گیا ہے حالانکہ "بدن ان کا مردہ ہے"۔

(علم الکلام ص:۲۸۰)

{تحقیق حیات شہداء از مرشد تھانویؒ}

حکیم الامت مرشد تھانویؒ سورۃ آل عمران کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

(اے مخاطب) جو لوگ اللہ کی راہ میں (یعنی دین کے واسطے) قتل کئے گئے ان کو (اور مردوں کی طرح) مردہ مت خیال کر بلکہ وہ لوگ (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں (اور) اپنے پروردگار کے مقرب (یعنی مقبول ہیں) ان کو رزق بھی ملتا ہے (اور) وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل (وکرم) سے عطا فرمائی (مثلاً درجات قرب وغیرہ یعنی رزق حسی بھی ملتا ہے اور رزق معنوی یعنی مسرت بھی)۔

نیز حضرت تھانویؒ اسی آیت کے فائدے میں فرماتے ہیں:

حیات شہداء کی تحقیق شروع سیقول رکوع سوم میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ کر لیا جاوے اور رزق ملنے کی کیفیت احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ ان کی ارواح قنادیل عرش میں رہتی ہیں اور جنت کی انہار سے پانی پیتی ہیں اور اس کے اثمار کھاتی ہیں (رواہ احمد وابوداؤد والحاکم عن ابن عباسؓ مرفوعا۔۔)

تفسیر بیان القرآن ج:۱،ص:۲۹۵،۲۹۶

فائدہ: حضرت تھانویؒ نے بھی وہی تفسیر فرمائی ہے جو احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ حضرت تھانویؒ کا ایک نکتہ قابل غور ہے کہ شہید کو معمولی مردوں کی طرح اور عام مردوں کی طرح مردہ نہ کہو۔ حضرت تھانویؒ کے نزدیک شہداء کو میت کہنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ عام مردوں کی طرح مردہ کہنے اور سمجھنے کی نفی مقصود ہے۔

چنانچہ خود فرماتے ہیں:۔

ایسے مقتول کو شہید کہتے ہیں اور اس کی نسبت گو یہ کہنا کہ وہ مر گیا صحیح اور جائز ہے۔ لیکن اس کی موت کو دوسرے مردوں کی سی موت سمجھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

(بیان القرآن ص:۹۷،ج:۱)

{تحقیق حیات شہداء از سحبان الہند علامہ احمد سعید دہلویؒ}

سحبان الہند حضرت علامہ احمد سعید دہلوی دیوبندیؒ فرماتے ہیں:۔

بہر حال جہاد میں جو لوگ قتل کر دیے جاتے ہیں اور میدان کارزار میں جو حضرات شہید ہو جاتے ہیں ان کے متعلق عوام کے خیالات کی اصلاح مقصود ہے اور منافقوں کو اور کافروں کو یہ بات بتائی ہے کہ وہ لوگ بڑے مرتبے کے ہیں تم ان کی موت کو حقیر اور معمولی موت سمجھتے ہو، حالانکہ وہ زندہ ہیں اور ایک خاص قسم کی زندگی ان کو میسر ہے اگرچہ اس زندگی کی کیفیت زندوں کی سمجھ میں نہ آئے، لاتحسبن۔ کا خطاب عام ہے اور جو خطاب کی صلاحیت رکھتا ہو وہ مخاطب ہے اور ہو سکتا ہے نبی کریم

ﷺ کے ساتھ یہ خطاب خاص ہو مگر ہم نے پہلا قول اختیار کیا ہے، عند ربھم سے مراد مرتبہ کا قرب اور ان کی مقبولیت ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ شہداء کی ارواح سبز رنگ کے یا سفید رنگ کے پرندوں کے پیٹ میں رہتی ہیں اور جنت کی نعمتوں سے متمتع ہوتی ہیں۔ جنت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی آتی ہیں شام کو ان کی ارواح عرش الٰہی کے نیچے قندیلوں میں آ کر بسیرا کرتی ہیں اور چونکہ شہداء کے بھی مختلف درجات ہیں اس لیے ہوسکتا ہے کہ بعض کی ارواح جنت میں جاتی ہوں اور بعض اس نہر پر رہتی ہوں جو جنت کے دروازے کے باہر ہے اور وہاں ان کو ان کا رزق پہنچایا جاتا ہو۔ (کشف الرحمٰن ص:۵۹۱، ج:۱)

{تحقیق حیات شہداء از علامہ عبدالحق حقانی دیوبندیؒ}

علامہ حقانیؒ فرماتے ہیں:۔

جمہور اہل السنت والجماعۃ کا یہ قول ہے کہ ان کو حیات روحانی نصیب ہوتی ہے۔ یوں تو ہر شخص کافر و مومن کی روح نہیں مرتی، اس لیے کہ اصل انسان روح کا نام ہے کہ جو ایک جوہر لطیف ہے اور جس کا علاقہ جسم سے وہ ہے جو آگ کا لکڑی دہکتی سے یا خوشبو کا پھول سے یا علاقہ تدبیر و تصرف اور مرکب کا ہے جس کو موت کہتے ہیں اس سے وہ علاقہ جسمی (یعنی روح کا جسم سے تعلق) منقطع ہو جاتا ہے اور روح قائم و سالم دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتی ہے۔ ہاں! جو کافر و منافق یا گناہ گار ہیں وہاں ان کی روح اپنے اعمال کے اس رنگ سے جو دنیا میں اس پر چڑھا تھا، عذاب پاتی ہے۔ جہنم کی آگ میں جلتی ہے اور جو ابرار اور نفوس قدسیہ ہیں (حضرات انبیاء کرامؑ، صدیقین، شہداء، صالحین۔ از ناقل) وہ انوار الٰہیہ اور عالم نورانی میں مسرور ہوتے ہیں اور مشاہدہ جمال سے لذت اٹھاتے ہیں اور ان کی روح اپنے جسم لطیف کے ساتھ جنت اور عالم قدس کے باغوں میں جہاں چاہتی ہے، عیش مناتی پھرتی ہے۔

چنانچہ وہ جو احادیث میں آیا ہے کہ شہیدوں کی روح سبز پرندوں کے قالب

میں آشیانہ عرش میں رہتی ہے اور جنت میں جہاں سے چاہتی ہے کھاتی پیتی ہے اس سے یہی مراد ہے..... الخ (تفسیر حقانی ص:۱۰۸، ج:۲)

{تحقیق حیات شہداء از سید نور الحسن شاہ صاحب}

حضرات شہداء کی حیات:۔

حضرات شہداءؓ کی حیات قرآن کریم سے ثابت ہے اور انہیں مردہ سمجھنے بلکہ مردہ کہنے تک سے روک دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ... اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو نہ کہو کہ وہ مردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔

یہاں حضرات شہداء کو مردہ کہنے کی ممانعت ہے اور آگے مردہ سمجھنے تک کی بھی نفی ہے، ارشا فرمایا:۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ... (پ:۴، آل عمران، ر:۱۷) اور تو ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے مردہ نہ سمجھ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔

بظاہر شہید فی سبیل اللہ موت کا ذائقہ چکھ چکا ہے، فوت ہو چکا ہے۔ بلکہ بسا اوقات اس کے وجود کی تکہ بوٹی ہو چکی ہے پھر اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی گئی ہے اور اسے قبر میں بھی دفن کر دیا گیا ہے لیکن بایں ہمہ اسے مردہ کہنے تک سے منع فرما دیا گیا اور کتاب اللہ میں شہید کو صراحت سے احیاء، زندہ فرمایا گیا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ شہید زندہ ہے مگر بظاہر تو زندہ معلوم نہیں ہوتا قبر میں دفن ہو چکا ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ تم اس کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے، اپنے حواس و مشاہدہ سے اس کی حیات کا ادراک نہیں کر سکتے۔ دوسری آیت شریفہ میں حیات پر رزق مستزاد ہے، حضرات شہداء صرف زندہ نہیں بلکہ عند اللہ انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ یہ بات مشاہدہ کے خلاف ہے اور ادراک و شعور سے بعید تھی اس لیے حضرات صحابہ کرامؓ نے اس کی حقیقت نبی کریم ﷺ

سے دریافت کی۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے آیت: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ... کے متعلق پوچھا تو فرمایا:۔

ارواحهم فی اجواف طیر خضر لها قنادیل معلقة بالعرش تسرح من الجنة حیث شاءت ثم تأوی الی تلك القنادیل (رواہ مسلم) ان کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹ میں ہیں، ان کے لئے عرش الٰہی سے قندیلیں لٹکائی گئی ہیں وہ بہشت میں سے جہاں سے ان کا جی چاہے (میوے) کھاتی ہیں پھر قندیلوں میں آرام کرتی ہیں۔

(۲) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا:۔ جب تمہارے بھائی (غزوہ) احد کے دن شہید کئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹ میں (داخل) کر دیا وہ جنت کی نہروں پر آتے ہیں، جنت کے میوے کھاتے ہیں اور سونے کی قندیلوں میں جو عرش الٰہی کے سایہ میں معلق ہیں، آرام کرتے ہیں۔ جب انہوں نے کھانے پینے اور آرام واستراحت کی خوشی حاصل کی تو کہنے لگے کون ہے جو ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو (یہ پیغام) پہنچائے کہ:۔

انّا احیاء فی الجنة... بیشک ہم جنت میں زندہ ہیں تا کہ وہ حصول جنت میں بے پرواہی نہ کریں اور جہاد میں سستی نہ کریں اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری طرف سے میں ان کو (یہ پیغام) پہنچاتا ہوں، فانزل الله تعالیٰ: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ۔ پس اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ آیات نازل فرمائیں۔ (رواہ ابوداؤد) حضرت عائشہؓ، حضرت جابرؓ، حضرت عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت کعبؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت ابودرداءؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت ابوقیسؓ، حضرت انسؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے بھی اس

مضمون کی روایات ہیں۔

اجلہ ومشاہیر مفسرین اور معروف ومعتبر شراح حدیث کے ساتھ اکابر اولیاء ائمہ دین رحمہم اللہ سے یہی تفسیر وشرح منقول ومروی ہے۔

حضرات شہداء کی حیات روحانی ہے اور فی الجنۃ:۔

اللہ رب العزت کے کلام پاک کی جو تفسیر اللہ تعالیٰ کے معصوم رسول ﷺ نے کی ہے اس سے واضح طور پر حقیقت سامنے آ گئی ہے کہ حضرات شہداء کرامؓ کی حیات سے مراد جنت میں ان کی روحانی حیات ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی مندرجہ بالا روایت ابوداؤد میں تو بصراحت احیاء فی الجنۃ کے الفاظ موجود ہیں۔ لہٰذا اب اس حقیقت میں کوئی شک وشبہ نہ رہا کہ حضرات شہداء کی حیات روحانی ہے اور فی الجنۃ ہے۔

سورۃ یٰسین میں جس مرد صالح کا ذکر ہے کہ۔۔ اس نے اصحاب القریۃ (گاؤں والوں) کو اتباع مرسلین اور توحید کی دعوت دی۔ خود برملا اللہ رب العزت پر ایمان لایا، جس کی پاداش میں قوم نے اسے شہید کر دیا۔ جام شہادت پیتے ہی وہ داخل جنت ہو گیا، اس مرد صالح وشہید کو بھی جنت میں اسی طرح اپنی قوم کی خیر خواہی کا خیال رہا۔ کہنے لگا کہ کسی طرح میری قوم کو میرے درجہ واکرام کا حال معلوم ہو جاتا۔

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ (پ: ۲۳، یٰسین) حکم ہوا کہ جنت میں داخل ہو جا، کہنے لگا کہ کاش میری قوم کو معلوم ہو جاتا کہ میرے پروردگار نے مجھ کو بخش دیا اور مجھ کو عزت والوں میں شامل کر لیا۔

قرآن کریم اور حدیث پاک کا مضمون کس درجہ باہم مشابہ وہم آہنگ ہے۔ جو اکرام وتکریم کا ذکر اس مرد صالح وشہید کے لئے قرآن کریم میں ہے، رسول کریم ﷺ نے اپنی امت کے شہداءؓ کے لئے بھی اسی کرامت کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا:۔

ما من احد يدخل الجنّة يحبّ ان يرجع الى الدّنيا ..... الا الشّهيد يتمنّى ان يّرجع الى الدنيا فيقتل عشر مرات لما يرى من الكرامة ... (متفق علیہ) کوئی شخص ایسا نہیں جو جنت میں داخل ہونے کے بعد دنیا کی طرف واپس آنے کو پسند کرے مگر شہید، وہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں واپس جائے اور دس بار شہید کیا جائے اس لئے کہ وہ (شہادت کی) عزت وکرامت کو دیکھ چکا ہے۔

جامع ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اس میں ليس احد من اهل الجنّة .... کے الفاظ ہیں۔ (ترمذی)

شہید کی وجہ تسمیہ:

شہید کو شہید کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ شہید فی سبیل اللہ قتل ہوتے ہی جنت میں شاہد و حاضر ہو جاتا ہے، بخلاف اس کے غیر شہید قیامت کے بعد جنت میں داخل ہوں گے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں النضر بن شمیلؒ سے نقل کرتے ہیں:

واما تسمية شهيد لانه حي فان ارواحهم شهدت و حضرت دار السلام وارواح غيرهم انما تشهدها يوم القيامة۔

(نووی شرح مسلم)

شہید دنیوی زندگی کی تمنا کرے گا، مگر پوری نہ ہوگی۔ اور تو کوئی شخص جنت سے دنیا میں واپسی کی آرزو نہیں کرے گا، صرف شہید فی سبیل اللہ یہ تمنا کریں گے، مگر وہ بھی پوری نہیں کی جائے گی۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ..... ان کے پروردگار نے ان کی طرف جھانکا اور فرمایا کیا تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہم کس چیز کی خواہش کریں جبکہ ہم جنت میں جہاں سے چاہتے ہیں (میوے) کھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے تین بار اسی طرح پوچھا، جب انہوں نے دیکھا کہ سوال کا یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا تو عرض کیا:۔

يا رَبِّ نريد ان تردّ ارواحنا فى اجسادنا حتّٰى نقتل فى سبيلك مرةً اخرٰى فلمّا رآى ان ليس لهم حاجة تركوا.. (مسلم)

پروردگار! ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیں تاکہ ہم تیری راہ میں دوسری بار قتل کئے جائیں، جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ ان کو کوئی حاجت نہیں تو انہیں چھوڑ دیا گیا۔ گویا ان کی یہ آرزو کہ دنیا میں واپس جائیں، لا یعبأ بہ کے درجے میں نا قابل التفات ہے۔ اسے کسی حساب وشمار میں نہیں لایا جاتا اور اس کا جواب دینے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی جاتی۔ ان تردّ ارواحنا فى اجسادنا... آپ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دیں تاکہ ہم تیری راہ میں پھر قتل کئے جائیں۔ یہ الفاظ صراحت سے اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ شہید جو جنت میں زندہ ہے وہ اس کی روحانی زندگی ہے جسمانی زندگی نہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو دنیا کے اندر ان کے جسموں میں واپس لوٹا دیں تاکہ وہ اپنے جسم کے ساتھ دوبارہ فی سبیل اللہ قتل ہوں۔

ترمذی میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی اسی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف جھانکا اور فرمایا:۔

هل تستزيدون شيئاً

کیا تم کوئی چیز مزید چاہتے ہو تاکہ میں تم کو مزید دوں؟

انہوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں مزید کیا چاہیے جب کہ ہم جنت میں جہاں سے چاہتے ہیں میوے کھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے پھر ان کی طرف جھانک کر دوبارہ فرمایا، جب انہوں نے دیکھا کہ (بغیر کچھ مزید مانگے) نہیں چھوڑے جائیں گے، تو عرض کیا، تعيد اروحنا فى اجسادنا، کہ آپ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیں۔

حتى نرجع الى الدنيا فنقتل فى سبيلك مرة اخرىٰ (جامع ترمذی) تاکہ ہم دنیا کی طرف واپس جائیں اور تیری راہ میں دوبارہ قتل کئے جائیں،

امام ترمذیؒ کہتا ہے یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

کس قدر صراحت موجود ہے کہ آپ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیں یہ ان کی تمنا ہے جو پوری نہ ہوئی۔ واضح ہو گیا کہ حضرات شہداء کی روحیں نہ تو جنت سے واپس دنیا میں آئیں نہ عنصری جسموں میں داخل ہوئیں لہٰذا ان کی حیات جنت میں روحانی حیات ہے۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (میرے باپ کی شہادت پر مجھے غمگین دیکھ کر) فرمایا: کیا میں تجھے اس بات کی بشارت نہ دوں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ تیرے باپ کے ساتھ پیش آئے؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! (ضرور دیجئے) فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی سے ہرگز کلام نہیں فرمایا مگر پس پردہ، واحی اباك فكلمه كفاحا وقال يا عبدي تمن علي اعطيك قال رب تحييني فاقتل فيك ثانية قال الرّب تبارك وتعالى انه قد سبق مني انهم لا يرجعون قال وانزلت هذه الآية: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا... الآية) (جامع ترمذی) اور تیرے باپ کو زندہ کیا پس اس سے بالمشافہ بات کی، فرمایا: اے میرے بندے! تو مجھ سے کوئی تمنا کر میں تجھے دوں گا (تیرے باپ نے فرمان الٰہی کے جواب میں) عرض کیا، اے میرے رب! تو مجھے زندہ کر، تا کہ میں تیری راہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا میری طرف سے یہ پہلے فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ (دوبارہ) واپس نہیں آئیں گے اور یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا۔

ارشاد نبوی ﷺ میں اس بات کی صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جابرؓ کے شہید باپ کو زندہ کر دیا (واحيى اباك) اس کے باوجود وہ تمنا کرتے ہیں کہ (یا ربِّ تحیینی) اے رب! مجھے زندہ فرمائیے تا کہ میں تیری راہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ حیات جو اللہ تعالیٰ نے حضرت جابرؓ کے شہید باپ کو دی وہ روحانی اور جنتی حیات ہے اور حضرت عبداللہؓ جو حیات طلب کر رہے ہیں وہ دنیوی

حیات ہے، جسمانی۔ یعنی میری روح کو میرے جسم عنصری میں واپس بھیج کر مجھے جسمانی طور پر زندہ کر دے تا کہ میں دنیا میں جا کر دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں۔

متعدد احادیث صحیحہ میں ہے کہ حضرات شہداءؓ اس جسمانی دنیوی حیات کی دعا کرتے ہیں کہ روح جسد عنصری میں واپس کی جائے مگر یہ منظور نہیں کی جاتی، کیونکہ اللہ رب العزت فیصلہ فرما چکے ہیں کہ موت کے بعد دوبارہ دنیا میں کوئی لوٹ کر نہیں آئے گا۔

خود نبی کریم ﷺ اپنے متعلق فرماتے ہیں:۔

والذي نفسي بيده لوددت ان اقتل في سبيل الله ثم احيي ثم اقتل ثم احيي ثم اقتل ثم احيي ثم اقتل..... (متفق علیہ) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں چاہتا ہوں کہ فی سبیل اللہ قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔

غور فرمائیے! ادھر عام شہید نہیں نبی اللہ ہیں، پھر امام الانبیاء ﷺ ہیں، پھر ایک دفعہ شہید نہیں ہوتے، دو دفعہ نہیں، تین دفعہ شہید ہو کر بھی زندگی کی تمنا کرتے ہیں، مگر وہ زندگی نہیں ملتی۔ کیونکہ فیصلہ ربی اور ارادہ الٰہی اس کے خلاف ہو چکا ہے۔

ادھر نبی اللہ۔۔۔ تو افضل و اکرم و اشرف ہیں، شہید فی سبیل اللہ کے متعلق صاف ارشاد قرآنی ہے کہ وہ زندہ ہے، بل احیاء، ایک حقیقت، حیات روحانی ہے جسمانی نہیں، تو یہ حقیقت بے غبار ہو کر سامنے آ گئی کہ یہ حیات شہداء اور نوعیت کی ہے اور حضرات شہداء اور خود امام الانبیاء ﷺ جس حیات کی خواہش و تمنا فرما رہے ہیں وہ دوسری نوعیت کی۔ پہلی حیات وہ حیات ہے کہ اس کے ساتھ انسان آخرت اور جنت سے واپس دنیا میں نہیں آ سکتا۔ دوبارہ شہادت نہیں پا سکتا، فی سبیل اللہ قتل نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہے قتل جسم ہوتا ہے تو گویا پہلی حیات جو حضرات شہداء کو حاصل ہے وہ روحانی اور جنتی ہے۔ اور دوسری حیات جس کی حضرات شہداءؓ اور خود امام الانبیاء ﷺ کو تمنا ہے

وہ دنیوی، جسمانی حیات ہے، وفات سے پہلے والی زندگی۔

قرآن کریم میں بظاہر تضاد و تعارض اور اس اشکال کا حل:۔

قرآن کریم کی ان آیات میں حضرات شہداء کرام ؒ کو مردہ کہنے کی ممانعت کر دی گئی ہے اور انہیں زندہ (احیاء) فرمایا ہے۔

ادھر حضرات انبیاء کرام ؑ کے لئے موت کی صریح نص موجود ہے:۔

(۱) حضرت یحییٰ ؑ کے متعلق فرمایا گیا:۔

وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ○

(پ:۱۶، مریم)

اور اس پر سلام ہے جس دن کہ پیدا ہوا اور جس دن مرا اور جس دن زندہ ہو کر اٹھے گا۔

(۲) حضرت عیسیٰ ؑ اپنے متعلق فرماتے ہیں:۔

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ○

(پ:۱۶، مریم)

اور میرے اوپر سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ ہو کر اٹھوں گا۔

پیدائش سے موت تک اور موت سے (قیامت میں) زندہ ہو کر اٹھنے تک ان حضرات پر سلامتی ہی سلامتی ہے۔ تو حضرات انبیاء کرام ؑ پر موت کا اطلاق فرمایا گیا ہے اور مرنے کے بعد قیامت تک یہ میت ہی میت ہیں۔ پھر قیامت کے دن زندہ ہو کر اٹھائے جائیں گے تو حضرات انبیاء کرام ؑ کو جن کی شان حضرات شہداء ؓ سے بدرجہا اعلیٰ و ارفع و افضل ہے قیامت تک میت قرار دیا گیا ہے اور حضرات شہداء ؓ جن کی شان اور جن کا درجہ و مقام حضرات انبیاء ؑ سے تیسرے نمبر پر ہے احیاء (زندہ) فرمایا گیا ہے اور انہیں اموات کہنے اور سمجھنے تک کی نہی و ممانعت کر دی گئی ہے۔

تو ان آیات و احادیث میں بھی درحقیقت کوئی تعارض و تضاد نہیں، حضرات

شہداء کے لئے جس حیات کا اثبات کیا گیا ہے وہ وہی جنتی روحانی حیات ہے، دنیوی جسمانی حیات سے مغائر، شہادت سے پہلے والی حیات مراد نہیں۔ اس حیات پر موت کا اطلاق ہو سکتا ہے اور حضرات انبیاء کرام ؑ کے لئے جو موت ثابت ہے وہ دنیوی جسمانی موت ہے۔ اس پر حیات کا اطلاق ہو سکتا ہے مگر دنیوی حیات سے مغائر، غیر کامل اور غیر مطلق حیات۔

شہداء کا جسم:

کتاب اللہ اور احادیث نبویہ صحیحہ متواترہ سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ شہید فی سبیل اللہ کی روح تو فوراً جنت میں داخل ہو جاتی ہے۔ رہا جسم تو شہید کا جسم، روح اور جان کے بغیر رہ جاتا ہے اسی لئے تو اسے جثہ کہا گیا ہے۔

علامہ ابن عبد البر ؒ، شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی ؒ نے ایک عجیب ایمان افروز تاریخی واقعہ روایت کیا ہے، ملاحظہ ہو:۔

جنگ اجنادین کے دن جب رومی پسپا ہوئے تو وہ ایک ایسی جگہ جمع ہو گئے جہاں کا راستہ ایسا تھا کہ اس میں سے صرف ایک آدمی گزر سکتا تھا وہاں رومی لڑنے لگے حضرت ہشام ؓ بن عاص آگے بڑھے اور رومیوں سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، اسی تنگ درہ میں ان کی نعش رہ گئی اور راستہ بند ہو گیا جب مسلمان مجاہدین وہاں پہنچے تو اس بات سے ڈر گئے کہ گھوڑے نعش کو روند ڈالیں (حضرت ہشام ؓ شہید کے بڑے بھائی) حضرت عمرو ؓ بن عاص نے فرمایا:۔

ايها الناس ان الله قد استشهده ورفع روحه انما هي جثة فاوطئوها الخيل ثم اوطأه هو ثم تبعه الناس حتى قطعوه....

(شرح الصدور)

اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت عطا فرمائی آپ کی روح کو (جنت کی طرف) اٹھا لیا اور یہ تو صرف جثہ ہے تم اسے روندتے ہوئے گھوڑے بڑھاؤ۔

چنانچہ پہلے خود حضرت عمرو ؓ بن عاص نے (حضرت) ہشام ؓ کی نعش کو کچلتے ہوئے گھوڑا بڑھایا، پھر دوسرے لوگوں نے آپ کے پیچھے پیچھے گھوڑے بڑھائے یہاں تک کہ نعش کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، جب رومیوں کو شکست ہو گئی اور مسلمان مجاہد واپس لوٹے تو حضرت عمرو ؓ اپنے بھائی کی نعش پر آئے اور اس کے گوشت کے بکھرے ہوئے ٹکڑے اس کے منتشر اعضاء اور اس کی بکھری ہوئی ہڈیاں جمع کرنے لگے پھر ان سب کو ایک چادر میں اٹھایا اور دفن کر دیا۔ (استیعاب)

روشن ترین مثالی کردار:۔

ایک مرد مسلمان، مجاہد عظیم و جلیل، صحابی رسول ﷺ کا جسم اطہر راستے میں پڑا ہے۔ پورا لشکر ایک شہید فی سبیل اللہ کے جسد اطہر کو اپنے گھوڑوں کے پاؤں تلے روند ڈالنے میں متامل و متردد ہے۔ مگر حضرت ہشام ؓ شہید کے بڑے بھائی حضرت عمرو بن العاص ایک سیکنڈ کے لئے تردد و تامل نہیں کرتے، اپنے چھوٹے بھائی کے لاشے پر کھڑے ہو کر اپنے زیر کمان پورے لشکر کو حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

برادر شہید کی روح تو اعلیٰ علیین میں پہنچ گئی یہ تو محض ایک جثہ ہے، بہادرو! اپنے گھوڑوں کے سموں سے اسے روندتے ہوئے آگے بڑھ کر دشمنوں کا صفایا کر دو۔

یہ کہہ کر سب سے پہلے اپنا گھوڑا بڑھاتے ہیں اور اپنے عزیز بھائی، چھوٹے بھائی کی نعش کو اپنے گھوڑے کے سموں سے کچلتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ پورا لشکر اپنے شیر دل جرنیل کی اطاعت و اتباع کرتا ہے اور دوسرے لمحے شہید فی سبیل اللہ کے وجود پاک کی تکا بوٹی ہو چکی ہوتی ہے۔

دشمن کو شکست فاش ہوتی ہے، اسلامی لشکر فتح کے علم لہراتا ہوا واپس ہوتا ہے تو مرد غازی مجاہد کبیر حضرت عمرو ؓ بن العاص نے اپنے ہاتھ سے اپنے چھوٹے بھائی کی بوٹی بوٹی، ہڈی ہڈی اکٹھی کی۔ جوڑ جوڑ بند بند جمع کیا۔ چادر میں رکھ کر گٹھڑی باندھی، اسے اٹھایا اور سپرد خاک کر دیا۔ کتنا لرزہ انگیز و تحیر خیز مگر سبق آموز، جرأت آفریں اور ایمان

افروز ہے یہ واقعہ!

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ایک اور روایت ملاحظہ ہو:۔

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر ؓ کی شہادت پر جب کہ ان کا جثہ سولی پر تھا (جثہ مصلوبۃ) ان کی والدہ محترمہ حضرت بی بی اسماء ؓ (بنت صدیق ؓ) سے حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ نے تعزیت کرتے ہوئے کہا:۔

لا تحزنی فان الارواح عند اللہ فی السماء وانما ھذہ جثۃ...

آپ غم نہ کریں بلاشبہ (شہداء کے) ارواح عند اللہ آسمانوں میں ہیں اور یہ تو محض بے جان جثہ ہے۔

ابن ابی شیبہ اور ابن ابی دنیا میں صفیہ ؓ بنت شیبہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ نے تعزیت کرتے ہوئے حضرت اسماء ؓ سے کہا: یا ھذہ اتقی اللہ و اصبری فان ھذہ الجثۃ لیست بشیء وانما الارواح عند اللہ...

(شرح الصدور)

جثہ: ایک تو دونوں روایتوں میں حضرت عبد اللہ ؓ بن عمر ؓ اور حضرت عبد اللہ ؓ بن عمرو بن عاص ایسے جلیل القدر فقہاء صحابہ ؓ کے انداز بیان و اسلوب سے بصراحت ثابت ہے کہ جثہ جسد بے روح کو کہتے ہیں پھر لغت میں جثہ کا اطلاق عموماً بے جان جسم پر ہوتا ہے الجثۃ، انسان کا بدن، اس کا زیادہ استعمال مردہ لاش کے لئے ہے۔

جہاں حضرت ہشام ؓ بن عاص اور عبد اللہ بن زبیر ؓ کی روحیں عند اللہ زندہ ہیں وہاں ان کے جسم اطہر بے روح اور بے جان ہیں، گویا شہداء رحمہم اللہ کو روحانی جنتی حیات حاصل ہے۔ (حیات الاموات ۷۹ تا ۸۸)

تبصرہ:۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود ؓ، حضرت عبد اللہ ابن عباس ؓ، حضرت عائشہ ؓ،

حضرت عباسؓ ، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ، حضرت کعبؓ ، حضرت عبداللہ ابن عمروؓ ، حضرت ابودرداؓ ، حضرت ابی ابن کعبؓ ، حضرت ابوقیسؓ ، حضرت ابوسعید خدریؓ وغیرھم صحابہ کرامؓ حیات شہداء کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی ارواح جنت میں ہوتی ہیں نہ کہ ان ابدان عنصریہ میں۔

اہم اعلان:۔

کسی ایک صحابیؓ سے بھی یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ جس میں حیات شہداء کا یہ مطلب بیان کیا ہو کہ شہید کا دنیا والا جسم زندہ ہوتا ہے۔ یا روح دنیا والے جسم میں موجود ہوتی ہے۔ تمام اتحادی قیامت تک زور لگائیں ایسا ایک حوالہ بھی پیش نہیں کر سکتے۔ انشاء اللہ۔

یہی وجہ ہے کہ اتحادی گروہ طیش میں آکر حضرات صحابہ کرامؓ کی تشریحات کو قرآن کا انکار قرار دیکر اور قادیانی نظریہ ٹھہرا کر خود خمینی کی گود میں پناہ گزین ہے۔

اب آپ خود ہی انصاف کریں کہ جو شخص فہم صحابہ کو قرآن کا انکار اور قادیانی نظریہ بتائے وہ ظالم خود کس درجے کا گمراہ اور قادیانی نواز ہوگا۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ ، حضرت مولانا امیر علی ملیح آبادیؒ ، حضرت مولانا حسین علی الوانیؒ ، تصریح فرماتے ہیں کہ یہ جسم زندہ نہیں۔ کاندھلوی صاحبؒ فرماتے ہیں ، شہید کا جسم مردہ ہے۔

حضرت مولانا نورالحسن شاہ صاحب۔۔۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ، اور عبداللہ ابن عمروؓ ، حضرات صحابہ کرامؓ سے یہی نقل فرماتے ہیں کہ ان کے نزدیک شہید کا جسم بے جان جثہ ہے اور اس کی روح جنت میں ہے۔

سحبان الہندؒ ، حضرت تھانویؒ ، حضرت حقانیؒ وغیرھم سب اکابر حیات شہداء کا مطلب وہی بیان کرتے ہیں جو ان حضرات صحابہ کرامؓ نے بیان کیا۔ اور احادیث سے ثابت ہے کہ شہید کی روح جنت میں ہوتی ہے ، اس بدن میں قطعاً نہیں ہوتی۔

جبکہ اتحادی گروہ کا اعلان ہے کہ یہ قرآن کا صریح انکار اور قادیانی نظریہ ہے۔ تو اب اہل اتحاد کے فتویٰ کے مطابق تمام حضرات صحابہؓ اور تمام اکابر قرآن کے منکر اور قادیانی ٹھہرتے ہیں۔ معاذ اللہ ، نقل کفر ، کفر نباشد

ہے کوئی دیانت وانصاف کا حامی جو ، ان غالی حضرات کے اس زہر آلود قلم کو چھین لے اور بے لگام زبانوں کو کھینچ لے۔ جو بات بات پر تمام اکابر کو قرآن کا منکر اور قادیانیت کی بھینت چڑھا رہی ہیں۔ ان بدبختوں سے بڑا باغی اور طاغی کون ہوگا ، جو تمام امت کی تکفیر کر کے بھی اتباع اکابر کا نغمہ گائے جا رہے ہیں۔

{حضرت تھانویؒ کے باغی}

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

تو جس وقت انسان مرتا ہے پہلے اس عالم مثال ہی میں جاتا ہے۔ وہاں ایک آسمان بھی ہے۔ مشابہ دنیا کے آسمان کے اور ایک زمین بھی ہے مشابہ دنیا کی زمین کے۔ اور ایک جسم بھی ہے مشابہ اس جسم کے لیکن وہ بھی ہے جسم ہی۔ تو مرنے کے بعد تو روح کے لیے ایک جسم مثالی ہوگا۔ اور آخرت میں جو جسم ہوگا وہ یہی ہوگا جو دنیا میں ہے۔ غرض یہ ایمان ہے ہمارا کہ حشر روحانی بھی ہے اور جسمانی بھی۔ یعنی یہی جسم جو ہم اب لیے بیٹھے ہیں۔ اور جو گل سڑ کر خاک ہو جائے گا ، اسی کو حق تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے پھر تازہ بنا کر محشور فرمائیں گے۔۔۔ غرض ایک تو جسم یہاں ہے ، اور ایک جسم ہے عالم مثال میں ، اور وہ مشابہ ہے اس جسم کے ، یہ جسم بعینہٖ نہیں۔ تو عالم مثال میں بدن بھی مثالی ہے ، وہاں کی دوزخ بھی مثالی ہے۔ بس اس عالم مثال ہی کا نام قبر ہے۔ اب سب اشکال رفع ہو گئے۔

کیا معنی؟ کہ قبر سے مراد یہ مخصوص گڑھا نہیں ہے۔ کیونکہ کسی کو بھیڑیا کھا گیا یا کوئی سمندر میں غرق ہو گیا ، تو اس صورت میں چونکہ وہ زمین میں دفن نہیں ہوا۔ اس لیے اس کو چاہیے کہ قبر کا عذاب ہی نہ ہو۔ لیکن اب اشکال ہی نہ رہا کیونکہ کہ وہ جو عالم

مثال ہے۔ وہیں اس کو عذاب قبر بھی ہو جائے گا۔ اشکال تو جب ہوتا جب قبر سے مراد گڑھا ہوتا جس میں لاش دفن کی جاتی ہے۔ حالانکہ اصطلاح شریعت میں قبر گڑھے کو کہتے ہی نہیں، بلکہ عالم مثال کو کہتے ہیں۔ (اشرف الجواب حصہ سوم ص:۲۰۷)

﴿اشارات﴾

☆ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:۔
قبر اس گڑھے کا نام نہیں، جس میں لاش دفن کی جاتی ہے۔
جبکہ اتحادی کہتے ہیں:۔
اس گڑھا کو قبر نہ ماننا قرآن کا قطعی انکار ہے، حدیث متواترہ کا انکار ہے۔
أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ۔۔ کا مصداق ہے۔
(تسکین الاذکیاء ص:۱۰۷تا۱۰۸)

کیا معاذ اللہ حضرت حکیم الامت تھانوی صاحبؒ۔۔۔ قرآن کے قطعی منکر، حدیث متواتر کے منکر اور جانوروں سے بدتر ہیں؟ (نعوذ باللہ من ذٰلك)

☆ حضرت تھانویؒ اس قبر کو گڑھا کہتے ہیں۔
جبکہ اتحادی کہتے ہیں:۔
اس بدنصیب طبقہ کو قبر صرف گڑھا ہی نظر آتی ہے۔۔۔ قبر سے اتنا شدید بغض ہے کہ قبر کو قبر تک کہنا روا نہیں رکھتے، گڑھا کہتے ہیں۔ گڑھے، گڑھے کی ایک گردان ہے جو جاری ہے۔ (رحمت کائنات ص:۳۶)

کیا پیر زاہد الحسینی صاحب نے حضرت تھانویؒ کو اس عبارت میں بدنصیب نہیں کہا؟ (نعوذ باللہ)

نیز زاہد الحسینی صاحب کہتے ہیں:۔
یہ گروہ اس محسوس اور مشاہد قبر سے انکار کر کے در اصل مدینہ منورہ کی حاضری سے مسلمانوں کو محروم کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ جب قبر سے مراد یہ قبر نہیں، دوسری جگہ ہے جو

نظر نہیں آتی، تو سید دو عالم ﷺ کے مزار اقدس پر جانے سے کیا حاصل۔ اسی طرح جب قبر سے مراد یہ قبر نہیں ہے تو پھر کسی نیک بندے کے پاس دفن ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ پھر تو شیخین کو سید دو عالم ﷺ کے قدموں میں جگہ کا ملنا کچھ شرف اور فضیلت نہیں رکھتا، جیسا کہ ملحدوں کا خیال ہے۔۔۔ بلکہ یہ ساری مقدس تعلیم ہی بے کار اور غیر مفید ہو جاتی ہے جو عالم آخرت کی اس پہلی منزل کے متعلق ہے۔ اور تقریباً آٹھ سو آیات کی تاویل فاسد کرنا ہوگی۔ اور کئی احادیث کا انکار کرنا ہوگا، جن سے اسلام کا بنیادی عقیدہ بعث بعد الموت ثابت ہو رہا ہے۔ (رحمت کائنات ص:۳۷)

کیا پیر زاہد الحسینی صاحب کے نزدیک حضرت تھانویؒ سمیت وہ تمام اکابر جو قبر کے دونوں مفہوم مانتے ہیں اور قبر شرعی برزخ کو قرار دیتے ہیں اور اس گڑھا کے قبر شرعی ہونے کے منکر ہیں، وہ سید دو عالم ﷺ کے گستاخ، ملحد، بے دین، آٹھ سو آیات قرآنیہ کے منکر اور کئی احادیث کا انکار کرنے والے ہیں۔۔۔؟ (نعوذ باللہ)

☆ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:۔
سوال و جواب اور عذاب و ثواب جسم مثالی کے ساتھ ہوتا ہے، اس قبر میں نہیں۔
جبکہ اتحادی پیر اللہ یار خان چکڑالوی کہتا ہے:۔
روح کو عذاب ہوا مگر روح تو بقول آپ کے جسم مثالی میں ہے تو کیا جسم مثالی بھی اس عذاب سے متاثر ہوتا ہے؟ ظاہر ہے جب روح کو عذاب ہو رہا ہے تو وہ جسم کیسے متاثر نہ ہو جس میں وہ روح موجود ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عذاب ہوتا ہے روح اور جسم مثالی کو یعنی کھائے پیئے کوکری، دھون بھنائے جمعہ۔ مزے کرے جسم عنصری اور مار کھائے جسم مثالی۔ گناہ کرے جسم عنصری اور عذاب ہو جسم مثالی کو۔ واہ رے کا فرانہ توحید۔ اللہ تعالیٰ کے عدل کا کیا خوب تصور پیش کیا ہے؟ (سیف اویسیہ ص:۴۵)
مولوی نور محمد ترنڈی فرماتے ہیں:۔
جب کتاب وسنت سے ثابت کیا جاتا ہے کہ عالم قبر کی کاروائی میں روح کے ساتھ جسد بھی شریک ہوتا ہے تو تاویل کرتے ہیں کہ جسد کے ساتھ جسد مثالی ہے ان

لوگوں کی یہ تاویل بھی درحقیقت تحریف کے برابر ہے۔۔اس لیے کہ یہ عدل خداوندی کے خلاف ہے، کیونکہ نیکی اور برائی کرنے میں اور جسد شریک کار تھا۔ جزا وسزا میں اور جسد کو شامل کیا گیا۔ حالانکہ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جو کرے وہ بھرے۔ لیکن کرے اور بھرے اور یہ تو ناانصافی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ پاک اور منزہ ہے۔

(قبر کی زندگی ص:۱۶۶)

مولوی نور محمد ترمذی صاحب فرماتے ہیں:۔

حضرت انسان کا مزاج بڑا عجیب ہے۔ نہ ماننے پر آیا تو جسد عنصری اصلی حقیقی کے تعلق کا انکار کر دیا۔ اور جب ماننے پر اترا تو جعلی اور نقلی مثالی جسم میں روح کے دخول کو مان لیا۔ کوئی ان سے پوچھے جو اصلی بدن نیکی و برائی میں شریک کار رہا، اس کو تو آپ نے بری الذمہ ٹھہرایا۔ اور جو نیکی اور برائی کرتے وقت موجود بھی نہیں تھا، آپ نے اس کو شامل تفتیش کر لیا۔ کیا یہی تمہارا انصاف ہے؟ کرے کوئی بھرے کوئی۔ کرے مونچھوں والا اور پکڑا جائے داڑھی والا۔ (قبر کی زندگی ص:۱۵۲)

اتحادیوں کی عبارات بالا کو غور سے مطالعہ فرمایئے اور انصاف کیجئے کہ کیا کافرانہ توحید کے پرچار کرنے کا الزام اور تحریف کا الزام۔۔۔۔۔اور اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کے انکار کرنے کا الزام حضرت تھانویؒ سمیت ان تمام اکابر پر نہیں عائد ہو رہا ہے، جنہوں نے عذاب وثواب روح مع الجسد المثالی کی بات اختیار کی ہے۔۔؟؟؟

پیر زاہد الحسینی صاحب لکھتے ہیں:۔

مندرجہ بالا احادیث میں یہ بات ظاہر ہے کہ فرشتے میت کو بٹھاتے ہیں۔ اس کے جسم میں روح لوٹا دیا جاتا ہے۔ (رحمت کائنات ص:۱۲۹)

☆ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

عالم برزخ عالم مثال کو کہتے ہیں، جو مستقل جہان ہے۔ جس میں ایک آسمان بھی ہے اور ایک زمین بھی۔ گویا حضرت تھانویؒ کے نزدیک برزخ ظرف زمان اور مکان دونوں کا نام ہے۔

← Next

جبکہ اتحادی کہتے ہیں:۔

برزخ صرف ظرف زمان کا نام ہے، برزخ کو ظرف مکان بتلانا دھوکہ ہے۔

(قبر کی زندگی ص:۳۷۱، تسکین الاذکیاء وغیرہ)

☆ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

آیت اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ.... نبی وغیر نبی، سب کو شامل ہے۔
تفصیل دیکھیں (بیان القرآن تحت آیت مذکورہ)

جبکہ اتحادی کہتے ہیں:۔

کہ اس آیت سے مراد انبیاءؑ لینا یہودیوں کا کام ہے۔ اور ایسی آیات انبیاءؑ پر چسپاں کرنا خوارج سے بدتر ہونا ہے۔ (فتوحات صفدر ج ۳، ص:۳۵۸)
تفصیل گزر چکی ہے۔

☆ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

آیت أَوْ كَالَّذِي مَرَّ... الآية میں حضرت عزیر نبی کا ذکر ہے۔

اتحادی کہتے ہیں:۔

یہ ایک کافر تھا۔ (تسکین الاذکیاء، تریاق اکبر)
تفصیل گزر چکی ہے۔

☆ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

معراج کی رات بیت المقدس اور آسمانوں پر آپ ﷺ کی ملاقات حضرات انبیاء کرامؑ کے اجساد مثالیہ کے ساتھ ہوئی، نہ کہ اجساد عنصریہ کے ساتھ۔ (نشر الطیب)

جبکہ اتحادی کہتے ہیں:۔

اگر اجساد مثالیہ تسلیم کیے جائیں، تو پھر تو نماز ہی باطل ہے۔ تفصیل گزر چکی ہے۔

☆ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

حبیب نجار کو شہید کیا گیا، اور موت کے بعد فوراً جنت میں داخل کر دیا گیا۔
دیکھیں (بیان القرآن)

جبکہ اتحادی کہتے ہیں:۔

کہ موت کے بعد فوراً جنت میں داخل نہیں کیا گیا، بلکہ قیامت کے دن جنت میں داخل کیا جاوے گا۔ (تفصیل گزر چکی ہے)

☆ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

حضرت یحییٰؑ، حضرت ابراہیمؑ، وغیرھم انبیاء کرام کو قیامت کے دن زندہ کیا جائے گا۔

جبکہ اتحادی کہتے ہیں:۔

حضرات انبیاء کرام کو دفن کے بعد ہی زندگی عطا کر دی جاتی ہے۔ قیامت کے دن انبیاءؑ کو زندہ نہیں کیا جائے گا، بلکہ ابھی سے جو زندگی عطا کر دی گئی ہے۔ اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ (مقام حیات، حیات انبیاء، یادگار خطبات)

☆ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

کہ جمادات میں بھی ایک قسم کا ادراک وشعور ہوتا ہے۔

(التکشف ص:۶۳۲)

جبکہ اتحادی کہتے ہیں:۔

اگر جسم میں روح کو نہ لوٹایا جائے تو بغیر روح کے ادراک کیسے۔

(اتحادی لٹریچر)

☆ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

حضرت عمرؓ کے دفن کے بعد حضرت عائشہؓ کا پردہ کر کے جانے سے زندوں کی طرح مردوں کا ادب واحترام کرنا ثابت ہوتا ہے۔ باقی اس حدیث سے موتی کے ایک خاص ادراک (سننا، دیکھنا، ازراقم) واطلاع پر استدلال کرنا اس کو قلب قبول نہیں کرتا۔

جبکہ اتحادی کہتے ہیں:۔

اس حدیث سے مردوں کا دیکھنا اور سننا ثابت ہوتا ہے۔

(تسکین الاذکیاء، آواز حق، حیات برزخیہ، سماع موتی چکڑالویہ)

{حضرت گنگوہیؒ کے باغی}

تحریر:۔

☆ قرآن کریم میں ایک آیت بھی ایسی نہیں، جس میں موت کے بعد انبیاء کرام یا غیر انبیاء کا سماع ثابت ہو۔

☆ ذخیرہ احادیث میں سے کوئی ایک بھی ایسی روایت نہیں، جس کا یہ مطلب ہو کہ انبیاء کرام موت کے بعد اہل دنیا کا کلام سنتے ہیں۔

☆ کسی صحابیؓ، تابعیؒ، تبع تابعیؒ، آئمہ اربعہ میں سے کسی امام کا یہ فرمان نہیں کہ حضرات انبیاء کرامؑ کا موت کے بعد سننا اجماعی مسئلہ ہے۔ یا حضرات انبیاء کرام کا موت کے بعد سننا ثابت ہے۔

☆ بعض حضرات تلبیس کرتے ہوئے سماع انبیاءؑ پر من صلیٰ علیّ عند قبری۔۔ وغیرہ روایت پیش کرتے ہیں، حالانکہ یہ روایت امام الانبیاءؑ کے بارے میں ہے۔ نہ کہ تمام انبیاءؑ کے بارے میں۔ جب دعویٰ تمام انبیاءؑ کے سماع کا ہے تو دلیل بھی دعویٰ کے مطابق ایسی دینی چاہیے جس میں تمام انبیاء کرام کا ذکر ہو۔ اس روایت میں صرف امام الانبیاءؑ کی بات ہے، نہ کہ تمام انبیاءؑ کی۔ اور اس کی بھی سند اور متن دونوں درست نہیں۔ اس لیے ایسی روایات سے عموم قرآنی کی تخصیص قطعاً نہیں ہو سکتی۔

☆ ام المومنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے قرآن کریم کی آیات بینات سے یہ مسئلہ روز روشن کی طرح واضح فرمادیا کہ موت کے بعد کوئی بھی اہل دنیا کا کلام نہیں سن سکتا۔ تقریباً 110ھ تک دور صحابہؓ ہے۔ 110ھ تک نہ تو کسی صحابیؓ سے ام المومنینؓ کی پیش کردہ آیات کے معنی پر اعتراض ثابت ہے اور نہ ہی ان آیات بینات کا کوئی دوسرا معنی منقول ہے۔ جیسا کہ آج کل کے ہمارے کرم فرماؤں نے ان آیات کی کئی تاویلیں گھڑ رکھی ہیں، اور یہ بات میں پورے وثوق سے کر رہا ہوں کہ ام المومنین سیدہ طاہرہؓ یا کسی صحابیؓ نے دور صحابہؓ میں انبیاءؑ وغیر انبیاء کی تقسیم ہرگز نہیں کی۔ اور نہ

ہی کسی طرح حضرات انبیاء کرامؑ کو ان آیات کے عموم سے خارج کیا، بلکہ بلا خوف تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ تیسری صدی تک حضرات حنفیین کا زمانہ ہے۔

اسلام کی ان تین صدیوں میں اہل السنت والجماعت کا کوئی فرد کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ دنیا کے کسی خطہ میں بھی اس کا قائل نہیں رہا، کہ سماع انبیاءؑ اور سماع عام اموات کے درمیان کوئی فرق ہے، یا انبیاء کرامؑ سنتے ہیں اور باقی اموات نہیں سنتے۔ یا انبیاءؑ کا سماع اجماعی ہے اور باقی اموات کا سماع اختلافی وغیرہ۔

اس دور کی کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث و تفسیر کی ہو یا شرح حدیث کی اور فقہ کی یا علم کلام کی، علم تصوف وسلوک، سیرت کی یا تاریخ کی، کہیں بھی صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ انبیاءؑ کا سماع اجماعی اور عام اموات کا اختلافی ہے، یا انبیاء کرامؑ ان آیات بینات کے عموم سے خارج ہیں۔ یا کسی صحابیؓ، تابعیؒ، تبع تابعیؒ، آئمہ اربعہؒ میں سے کسی امام یا ان کے شاگردوں میں سے کسی شاگرد سے یہ بات قطعاً ثابت نہیں کہ انبیاء کرامؑ کا سماع اجماعی ہے۔ یا حضرات انبیاء کرامؑ ان آیات کے عموم سے خارج ہیں،،، فمن ادّعیٰ خلافه فعليه البيان ولا يمكنه انشاء الله الیٰ یوم البعث والمیزان۔

اتحادی حضرات کے پاس سماع انبیاء کرامؑ پر کوئی شرعی دلیل نہیں۔ اس لیے وہ حضرات فتاوٰی رشیدیہ کی ایک مجمل عبارت کو نص قطعی کا درجہ دے کر خوب اچھالنے کی کوشش کرتے ہیں، اور وہ عبارت یہ ہے۔

”مگر انبیاءؑ کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں، اس وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا“۔

(فتاوٰی رشیدیہ ص: ۱۲۳)

دراصل حضرت گنگوہیؒ یہاں پر مسئلہ یہ ذکر فرما رہے ہیں۔ کہ کسی کی قبر پر جا کر اس سے دعا کروانا جائز ہے یا نہیں؟ اور فتاوٰی رشیدیہ کے اندر ہی اس عبارت کا جواب موجود ہے۔ حضرت گنگوہیؒ نے کئی مقام پر یہ ضابطہ ذکر فرمایا ہے کہ قبر کے پاس جا کر کہے اے فلاں! تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے، اس

میں اختلاف علماء کا ہے۔ مجوزین سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں۔ (فتاوٰی رشیدیہ ص: ۱۲۳)

"فتاوٰی رشیدیہ ص: ۱۷۲" پر ہے۔ ”دوسرے یہ کہ کہے اے فلاں! خدا تعالیٰ سے دعا کر کہ فلاں کام میرا پورا ہو جائے، یہ بھی اوپر مسئلہ سماع کے ہے۔ جو سماع موتی کے قائل ہیں، ان کے نزدیک درست اور دوسروں کے نزدیک ناجائز۔ اس کو شیخ نے لکھا ہے کہ وانّ الاستمداد بأهل القبور الیٰ قوله فقد انكره كثير من الفقهاء... حضرت گنگوہیؒ کے اس فرمان عالی شان سے واضح ہو گیا کہ جو حضرات اہل قبور سے دعا کروانے کے منکر ہیں، وہ ان کے سماع کے بھی منکر ہیں۔

اب اٹھائیے "فتاوٰی رشیدیہ ص: ۱۷۴"

استفتاء حضرت مولانا محمد اسحاق محدث دہلویؒ

سوال:۔ اہل قبور سے بطریق دعا کے حاجت مانگنا جائز ہے یا نہیں۔۔۔؟

جواب:۔ اہل قبور سے اعانت و مدد طلب کرنا جس طرح بھی ہو جائز نہیں۔ جیسا کہ شیخ عبدالحق نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں جو زبان عربی میں ہے اس طرح لکھا ہے۔ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ سوا انبیاءؑ کے اور کسی اہل قبور سے استعانت چاہنے کو اکثر فقہاء انکار اور منع فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ قبروں کی زیارت کرنی اس واسطے مقرر ہوئی ہے کہ وہاں جا کر اہل قبور کے واسطے اللہ تعالیٰ سے دعا اور استغفار کریں اور ان کو نفع پہنچاویں، دعا اور قرآن شریف پڑھ کر۔ انتہی۔ شیخ علیہ الرحمۃ والغفر ان کی عبارت سے اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی قبریں اس حکم ممانعت امداد و اعانت اہل قبور سے مستثنیٰ ہیں۔ اس لیے کہ ان کیلئے برزخ میں حیات ابدی ثابت ہو گئی ہے کہ دوسروں کو سوائے شہدائے فی سبیل اللہ کے ثابت نہیں ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس جگہ کی زندگی دنیوی زندگی کے مماثل نہیں ہے۔ بلکہ دنیا کی زندگی کے احکام اور ہیں اور اس جگہ کی زندگی کے احکام اور ہیں۔ اس لئے یہ استثناء درست نہیں، اور سچ تو یہ ہے کہ فقہاء کا انکار عام ہے۔ اس بات سے کہ انبیاء کی قبروں سے مدد طلب کریں (مدد سے مراد یہاں

دعا کی درخواست کرنا ہے۔ از راقم) یا ان کے غیر کی قبروں سے سب جائز نہیں۔ ...
کہ فقہاء کی دوسری کتابوں سے جو اس جواب میں وارد کئے جاتے ہیں، ظاہر ہوگا اور منجملہ انکے صاحب مجمع البحار نے بیان کیا ہے، جو شخص زیارت کرنے قبور انبیاء اور صلحاء کو اس نیت سے جاوے کہ وہاں جا کر ان کے پاس نماز پڑھوں گا اور دعا چاہوں گا اور اپنی حاجتیں مانگوں گا۔ سو یہ تو کسی عالم اہل اسلام کے نزدیک جائز نہیں، اس لئے کہ عبادت اور طلب حاجت اور استعانت صرف اللہ وحدہ لاشریک کا حق ہے۔ ... اصل استفتاء عربی اور فارسی میں ہے ہم نے اختصاراً ترجمہ پر ہی اکتفاء کیا ہے اور یہ ترجمہ بھی فتاویٰ رشیدیہ ہی سے لیا گیا ہے۔ دیکھیں ص:۱۷۵۔

شاہ اسحاق دہلویؒ کے فتویٰ کے اہم امور

☆ نبی، غیر نبی کسی کی بھی قبر پہ جا کر ان سے دعا کی درخواست کرنا جائز نہیں۔
☆ شیخ عبدالحق وغیرہ نے انبیاء کرامؑ کو جو مستثنیٰ فرمایا ہے یہ درست نہیں۔
☆ انبیاء کرام سے دعا کی درخواست کرنے کے لئے یہ تاویل کرنا کہ چونکہ وہ وفات کے بعد زندہ ہیں، اس لئے ان سے دعا کی درخواست درست ہے، صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ وہاں کی حیات یعنی برزخی حیات دنیا کی سی حیات نہیں ہے۔ حضرت گنگوہیؒ کے قانون کے مطابق حضرت شاہ اسحاق دہلویؒ سماع انبیاءؑ کے منکر ہیں۔ لیکن اتحادیوں کو حضرت گنگوہیؒ کا یہ قانون کبھی بھی تسلیم نہیں۔ اسی طرح اسی فتاویٰ رشیدیہ میں ص:۱۷۱ پر ایک استفتاء مفتی مکہ مکرمہ کا موجود ہے، جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

ترجمہ:۔ سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء، مدد مانگنے میں زندوں کے ساتھ مردوں کے طلب کرنے جاہ اور فراخی رزق اور اولاد میں مثلاً کہا جاوے۔ ان کے لئے قبروں کے پاس یہ کہ دعا کرو تم اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دفع کرنے فقر اور فراخی رزق اور کثرت اولاد اور شفا پانے بیماروں اور کامیاب ہونے کے دارین میں یعنی دنیا و آخرت میں اس لئے کہ تم پیش رو ہمارے ہو، تمہاری دعا قبول ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پس آیا جائز ہے مدد مانگنی اور فریاد ایسی چاہنی ساتھ مردوں کے اس طریق سے

یا نہیں؟ پس بیان کرو جائز ہونا اس کا اور نا جائز ہونا اس کا کتاب و سنت سے اور مجتہدین سے ثواب دیئے جاؤ گے۔

الجواب:۔ یعنی سب تعریف ہے اللہ کے لئے کہ جو صاحب ہے سارے جہان کا۔ اے رب میرے زیادہ دے مجھ کو علم۔ فریادرسی چاہنی ساتھ انبیاءؑ، اولیا کے یعنی ان کی زندگی کی حالت میں طلب کی گئی ہے، مگر تحقیق وہ نہیں ثابت شرع سے جگہ ذکر کی گئی میں، یعنی قبر پر۔ اور اللہ سبحان وتعالیٰ خوب جانتا ہے۔ حکم کیا اس کے لکھنے کا تقصیر دار عبداللہ بیٹے محمد کے، لقب اس کا میر غنی ہے۔ مذہب میں حنفی، مفتی مکہ مکرمہ کا۔ ہو اللہ کارساز ان دونوں کا۔ دعا کرتا ہوں حمد کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی اور درود بھیجتا ہوں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص:۱۷۲)

فائدہ:۔

اس سوال و جواب سے واضح ہے کہ انبیاء کرامؑ اور اولیاءؒ سے ان کی زندگی میں دعا کرنے کی درخواست کی جاسکتی ہے۔ لیکن موت کے بعد انبیاء کرام یا غیر انبیاء کرام سے دعا کرنے کی درخواست کرنا جائز نہیں۔ اس فتویٰ پر مندرجہ ذیل اکابر کی تصدیقات ہیں۔

(۱) مفتی مکہ مکرمہ عبداللہ میر غنیؒ (۲) الجواب صحیح (محمد ہدایت علی) مقیم مراد آباد (۳) الحق احق بالاتباع احقر الزمن محمود حسن (۴) الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ مدرس اول مدرسہ دیوبند (۵) الجواب صحیح خادم الموحدین محمد احتشام الدین ۱۲۹۲ھ مراد آبادی (۶) محمد صدیق عفی عنہ مدرس مدرسہ شاہ مراد آباد (۷) محی الدین احمد قاضی حال ریاست بھوپال (۸) خادم شریعت مفتی محمد لطیف اللہ (۹) مولانا احمد حسن امروہی (۱۰) احمد (۱۱) محمد حسن عفی عنہ پہلے دس علماء کرام نے بغیر کسی قید کے اس فتویٰ مذکورہ کی تصدیق فرمائی ہے۔ البتہ مولانا محمد حسن صاحب نے اپنا اختلافی نوٹ درج کیا ہے۔ حضرت گنگوہیؒ کے قانون کے مطابق مفتی مکہ مکرمہ سمیت 10 علماء کرام، انبیاء کرامؑ کی وفات کے بعد دعا کروانے کے منکر ہیں، تو سماع کے بھی منکر ہیں۔

لیکن اتحادی بزرگ حضرت گنگوہیؒ کے صرف ایک جملہ کو دانتوں سے پکڑے ہوئے ہیں اور حضرت گنگوہیؒ کی کسی دوسری تحقیق کو ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔

یہاں ہم صرف چند باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اتحادی گروہ حضرت گنگوہیؒ کا بہت بڑا باغی ہے۔

☆ حضرت گنگوہیؒ، شاہ اسحاق دہلویؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ انبیاءؑ کی حیات برزخی، حیات دنیوی کے مماثل نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

جبکہ اتحادی حضرات کہتے ہیں:۔

کہ موت کے بعد انبیاءؑ کی حیات بعینہٖ حیات دنیوی ہے یا دنیا کی سی ہے۔

(رحمت کائنات، تسکین الاذکیاء وغیرہ)

☆ حضرت گنگوہی فرماتے ہیں:۔

اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود خطاب سلام کا سنتے ہیں وہ کفر ہے خواہ السلام علیک کہے یا السلام علی النبی۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص:۲۱۶)

جبکہ اتحادی کہتے ہیں:۔

سلام، خطاب اور ندا اس کے لئے ہوتا ہے جس میں سننے سمجھنے اور جواب دینے کی صلاحیت موجود ہو۔ (قبر کی زندگی ص ۲۷۲۔ تسکین الاذکیاء، وغیرہ)

☆ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں:۔

قرع نعال کی روایت سے سماع موتی ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ جلدی حساب کتاب سے کنایہ ہے۔ (الکوکب الدری)

جبکہ اتحادی کہتے ہیں:۔

کہ قرع نعال کی روایت سماع موتی کی اصل دلیل ہے۔

(تریاق اکبر وغیرہ)

☆ حضرت گنگوہی فرماتے ہیں:۔

قلیب بدر کے مردوں کا سننا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا، اس سے دوسرے

اوقات میں سماع موتی ثابت نہیں ہو سکتا۔ (الکوکب الدری ص:۳۱۹)

جبکہ اتحادی کہتے ہیں:۔

قلیب بدر والی روایت سے ہی ثابت ہے کہ تمام مردے سنتے ہیں۔

(سماع الموتیٰ، حیات برزخیہ وغیرہ)

☆ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں:۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ سماع موتی کے منکر ہیں۔ اور اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى سے استدلال کرتے ہیں۔ (الکوکب الدری ص:۳۱۹)

جبکہ اتحادی کہتے ہیں:۔

امام ابو حنیفہؒ کو سماع موتی کا منکر بتلانا امام صاحبؒ پر بہتان ہے۔

(حیات برزخیہ مصنفہ اللہ یار چکڑالوی، ص:۱۳۰)

نیز یہی حضرت چکڑالوی لکھتے ہیں:۔

کسی آیت سے یہ نہیں مفہوم ہوتا کہ میت نہیں سنتا۔ بلکہ ان آیات اور ایسی بے شمار آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کافر نہیں سنتے، کیونکہ سننے کا مقصد فائدہ اٹھانا ہوتا ہے..... مگر ہمارے ان ملحدین کو قرآن کی معنوی تحریف کر کے نئی تفسیر تیار کر دی اور ان کے بدھو واعظوں نے چیخنا شروع کر دیا کہ مردے نہیں سنتے۔

(سیف اویسیہ ص:۱۵۱)

اتحادی پیر و مرشد چکڑالوی کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں:۔

چکڑالوی صاحب کے نزدیک اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔۔۔ سے عدم سماع پر استدلال کرنے والا ملحد، محرف قرآن اور بدھو ہے۔ جبکہ حضرت سیدہ کائنات عائشہ صدیقہؓ اور امام اعظم ابو حنیفہؒ سے لیکر حضرت گنگوہیؒ جیسے تمام اکابرین انہیں آیات سے عدم سماع موتی پر استدلال فرما رہے ہیں۔ تو چکڑالوی ملحد کے اس ناپاک فتویٰ سے سیدہ کائنات، امام اعظم سے لے کر حضرت گنگوہیؒ تک کوئی اکابر بھی نہیں بچ سکتا۔ جو شخص اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم، امہات المومنینؓ اور جملہ اکابرؒ پر اس طرح ملحدانہ فتوے چسپاں

کرے، اسے اتحادی پیر و مرشد ہونے کی ڈگری حاصل ہے۔

☆ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں:۔

حضرت سیدہ عائشہؓ سماع موتی کی منکرہ تھیں، اور دلیل میں قرآنی آیات پیش کرتی تھیں۔ (الکوکب الدری)

جبکہ اتحادی کہتے ہیں:۔

حضرت عائشہؓ کو سماع موتی کا منکر بتلانا مرزائیوں کا کام ہے، بحث گزر چکی ہے۔

☆ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں: اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔۔۔۔ میں وجہ تشبیہ عدم انتفاع بنانا درست نہیں۔ (الکوکب الدری، تالیفات رشیدیہ وغیرہ)

جبکہ مولانا سرفراز خان صاحب فرماتے ہیں:۔

رہا یہ سوال کہ جب مردوں کے لئے سماع ثابت ہے تو پھر ان زندوں کو مردوں کے ساتھ تشبیہ کیوں دی گئی ہے؟ تو یہ سوال نری جہالت اور خالص حماقت ہے۔ (سماع الموتی ص:۱۸۱)

تو کیا یہ نری جہالت اور خالص حماقت کے ارتکاب کا الزام حضرت گنگوہیؒ پر عائد نہیں ہو رہا (معاذ اللہ)۔۔۔؟ کیا اسی کا نام اتباع اکابر ہے؟

☆ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں:۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔۔۔ وغیرہ سے عدم سماع موتی ثابت ہے۔

جبکہ اتحادی کہتے ہیں:۔

ان آیات سے سماع موتی ثابت ہے، بحث گزر چکی ہے۔

☆ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں:۔

غیر اللہ کے لئے علم غیب اور حاضر ناظر کا قائل کافر ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ)

جبکہ اتحادی کہتے ہیں:۔

بریلویوں کے ساتھ ہمارا عقائد میں کوئی اختلاف نہیں، بحث گزر چکی ہے۔

☆ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں:۔

بہر حال یہ تاویل یا مثل اس کے کلام بزرگوں میں ضروری ہے جو کسی کی فہم میں معنی مراد نہ آویں تو سکوت کرنا چاہیے، حجت ان کے کلام سے نہیں ہے۔ حجت کلام اللہ و سنت و مجتہدین کے اقوال سے ہے۔ فقط۔

نیز فرماتے ہیں:۔ حجت قول و فعل مشائخ سے نہیں ہوتی بلکہ قول و فعل شارع صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اقوال مجتہدین سے ہوتی ہے۔

حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: جب ان کے پیر سلطان نظام الدین صاحب کے فعل کی حجت کوئی لاتا کہ وہ ایسا کرتے ہیں، تم کیوں نہیں کرتے؟ تو فرماتے کہ فعل مشائخ حجت نباشد۔ اور اس کے جواب کو حضرت سلطان الاولیاء بھی پسند فرماتے۔ لہٰذا جناب حاجی صاحب (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سلمہ اللہ کا) ذکر کرنا سوالات شرعیہ میں بے جا ہے۔

جبکہ اتحادی حضرات قرآن و سنت کے بجائے بعض بزرگوں کی عبارات ہی کو حجت اور دلیل قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اتحادیوں کا کہنا ہے:

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے جو کچھ بھی تحریر کیا اس سے سر مو انحراف کی گمراہی ہے۔ (مجلہ المصطفیٰ ص:۲۹۹۔۔۔ امام اہل سنت نمبر)

{حضرت نانوتویؒ کے باغی}

تمام اتحادی بزرگ بانی دار العلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی بیسیوں تحقیقات کے باغی ہیں، جن میں سے چند یہاں ذکر کی جاتی ہے۔

☆ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں:۔

حضرات شہداء اور تمام دیگر مومنین کی ارواح کا ابدان عنصریہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ (آب حیات)

جبکہ اتحادی غالی، حضرت کی اس تحقیق کو قرآن کا انکار اور قادیانی نظریہ قرار

دیتے ہیں جیسا کہ حیات شہداء میں بیان ہو چکا ہے۔

☆ حضرت نانوتویؒ حضرات انبیاء کرامؑ کی کیفیت موت میں عدم اخراج ارواح کے قائل ہیں۔ (تسکین الصدور)

جبکہ مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ حضرت نانوتویؒ کے اس نظریہ کو قرآن اور حدیث کی نصوص اور دلائل صریحہ کے خلاف قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

> پہلی بات، موت کا مفہوم: عرف عام میں موت جان نکل جانے کا نام ہے یعنی جب روح جسم سے نکل جاتی ہے تو اس کو موت کہتے ہیں۔ علماء نے معنی کیا ہے کہ روح کا تعلق جسم سے منقطع ہو جائے، قرآن وحدیث کے نصوص واشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے وقت روح نکالی جاتی ہے، آسمانوں کی طرف لے جائی جاتی ہے پھر اپنی مقررہ جگہ پر رکھی جاتی ہے۔
> (تسکین الصدور ص:۲۱۲)

نیز فرماتے ہیں:۔

> جمہور علماء اسلام موت کا معنی ''انقطاع الروح عن البدن'' ہی کرتے ہیں۔ (تسکین الصدور ص:۲۱۶)

مزید فرماتے ہیں:۔

> دلائل صریحہ سے ثابت ہے کہ موت کے وقت روح جسم سے نکالی جاتی ہے۔ تسکین الصدور ص:۱۰۲

تسکین الصدور کی مندرجہ ذیل حضرات نے تصدیق کی ہے۔ حضرت مولانا فخر الدین صاحب شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند، مفتی سید مہدی حسن صاحب مفتی اعظم دیوبند، قاری محمد طیب صاحب مہتمم دیوبند، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب، مولانا خیر محمد جالندھری صاحب، مولانا شمس الحق افغانی صاحب، مولانا السید محمد یوسف بنوری

صاحب، مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب، مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب، مولانا محمد عبداللہ درخواستی صاحب، مولانا عبدالحق صاحب، مولانا عبدالخالق صاحب، مولانا خان محمد صاحب خانقاہ سراجیہ، مولانا سید گل بادشاہ صاحب، مولانا دوست محمد قریشی صاحب، مفتی احمد سعید صاحب سرگودھا، مولانا محمد نذیر اللہ خان صاحب، مولانا محمد غلام غوث ہزاروی صاحب وغیرہ حضرات شامل ہیں۔

یہ تمام حضرات حضرت نانوتویؒ کے نظریہ کیفیت موت کو قرآن وحدیث اور دلائل صریحہ کے خلاف بتلاتے ہیں۔

☆ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں:۔

اول تو آپ ﷺ کی وفات اور آپ کا انتقال ہزاروں آدمیوں نے آنکھوں سے دیکھا، دوسرے جناب باری عز اسمہ خود رسول اللہ ﷺ کو مخاطب فرماتے ہیں: إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ تم بھی مرنے والے ہو اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر جب جناب باری عز اسمہ رسول اللہ ﷺ کی موت کی خبر دیں، ادھر ہزاروں کے سامنے آپ ﷺ کا انتقال ہو چکا ہو، متواتر قرناً بعد قرن یہ خبر چلی آتی ہو کہ آپ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں، تو پھر آپ ﷺ کا زندہ ہونا کیونکر مسلم ہو سکتا ہے۔ ہاں خدا کی خبر اور خبر متواتر سے زیادہ اگر کوئی دلیل قوی ہو اور اس سے آپ ﷺ کی حیات ثابت ہو جائے تو بحکم قواعد تعارض تسلیم بھی کیا جائے۔ اب اگر آپ ﷺ کی حیات مسلم بھی ہو تو بعد اس کے کہ آپ ﷺ کا انتقال حسب فرمودہ خداوند ہزاروں نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اور ان کے واسطے سے ہم کو خبر پہنچ گئی۔ اس حیات کو حیات ثانی کہا جائے گا، یا مثل حیات شہداء سمجھا جائے گا۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ دونوں صورتیں مفید مطلب صاحب رسالہ نہیں۔ اس کی غرض تو اس رو کد سے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے اس میں انقطاع یا تبدل وتغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا۔ چنانچہ بعض مضامین دیباچہ اس پر شاہد ہیں۔ یعنی غرض اصل تحریر سے مدافعت طعن

میراث فدک تھی۔ سو وہ جب ہی ہو سکتی ہے کہ حیات نبوی، حیات دنیوی ہو۔ اور پھر وہ بھی علی الاتصال برابر بدستور چلی آتی ہو، ورنہ حیات شہداء اور حیات ثانی مانع ترتب میراث نہیں۔ اور علیٰ ھذا القیاس مانع اجازت نکاح ازواج نہیں، چنانچہ ظاہر ہے۔

(آب حیات)

{تحقیق نانوتوی ؒ کے اہم امور}

☆ آپ ﷺ کی وفات نصوص متواترہ سے ثابت ہے اب اگر کوئی قبر کی حیات ثابت کرے تو اسے خدا کی خبر یعنی قرآن اور خبر متواتر سے بھی قوی دلیل پیش کرنا ہوگی۔ جبکہ اتحادی غالی حضرت نانوتوی ؒ کی اس تحقیق کی بغاوت کرتے ہوئے بجائے قرآن اور خبر متواتر سے قوی دلیل پیش کرنے کے۔۔ ضعیف، موضوع اور اخبار آحاد پیش کرتے ہیں، جو کہ حضرت نانوتوی ؒ کی خطرناک بغاوت ہے۔

☆ حضرت نانوتوی ؒ کی تحقیق کے مطابق آپ ﷺ کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے۔ اور حیات دنیوی ہی ہے برزخی نہیں۔ جبکہ تمام غالی حضرات حضرت نانوتوی ؒ کی اس تحقیق کے بھی باغی ہیں۔ حضرت نانوتوی ؒ تو فرماتے ہیں کہ حیات برزخی نہیں، دنیوی علی الاتصال ہے۔

جب کہ غالی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی حیات دنیوی بھی ہے اور برزخی بھی ہے اور علی الاتصال بھی نہیں، بلکہ ایک دفعہ انقطاع بھی ضرور ہوا ہے۔

☆ اگر آپ ﷺ کی روح مبارک کو ایک لمحہ کے لیے بھی بدن اقدس سے خارج تسلیم کیا جائے اور وفات کے بعد آپ ﷺ کی حیات ثانی برزخی تسلیم کی جائے تو یہ چیز مانع ترتب میراث اور مانع اجازت نکاح ازواج نہیں ہو سکتی۔

جبکہ غالی حضرات حضرت نانوتوی ؒ کی اس تحقیق کے بھی پرخچے اڑاتے ہوئے کہتے ہوئے ہیں کہ آپ کی روح مبارک بدن سے نکلی بھی اور نکل بھی تین دن اور دفن کے بعد پھر لوٹائی گئی، لیکن پھر بھی یہ چیز مانع میراث اور مانع اجازت نکاح ازواج قطعاً نہیں۔

☆ حضرت نانوتوی ؒ فرماتے ہیں:۔

روح کی حیات اور صفات حیات یعنی وہ صفات جو حیات پر موقوف ہیں، مثل سمع و بصر اصلی اور ذاتی ہیں۔ یعنی یہ صفات روح سے صادر ہوتی ہیں اور عالم اسباب میں اس کے حق میں خانہ زاد ہیں، اور جسم کی حیات اور صفات مذکورہ عرضی ہیں۔ یعنی عطا روح ہیں، روح سے صادر ہو کر اس پر واقع ہوتی ہیں۔ اتنا فرق ہے کہ حیات جو صفات روحانی کی اصل ہے۔ تمام جسم کو محیط ہوتی ہے اور قوت باصرہ اور قوت سامعہ وغیرہ قوئی خاصہ اعضائے مخصوصہ کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں، مگر ہرچہ باداباد جو کچھ ہے وہ فیض روحانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک تعلق روحانی ہے، جبھی تک حیات جسمانی اور صفات روحانی کی بھی جسم میں جلوہ گری ہے، ورنہ جیسے قبل تعلق کچھ نہ تھا ایسے ہی بعد انفکاک تعلق بھی کچھ نہیں رہتا۔ (جمال قاسمی ص:۱۰)

{ارشاد نانوتوی ؒ کے روشن اشارات}

☆ سننا، دیکھنا، حیات وغیرہ اصل صفات روح کی ہیں۔

☆ جسم کا سننا، دیکھنا اصل نہیں بلکہ عارضی ہے۔

☆ روح کے جسم سے انفکاک یعنی موت کے بعد روح کا جسم سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔

تبصـــرہ:۔

☆ حضرت نانوتوی ؒ فرماتے ہیں:۔

سننا، دیکھنا دراصل روح کا کام ہے، جسم کا نہیں۔

جبکہ اتحادی کہتے ہیں:۔

روح کی آنکھیں نہیں ہیں جن سے دیکھ سکے وہ تو جسد کی آنکھوں سے دیکھتی ہے۔ اگر جسد کی آنکھیں بند کر دی جائیں تو روح اندھی ہے دیکھ نہیں سکتی۔ روح کی زبان نہیں جس سے بولے۔ وہ تو جسد کی زبان سے بولتی ہے ورنہ گونگی ہے۔ روح کے کان نہیں، جن سے وہ سنے وہ تو جسد کے کانوں سے سنتی ہے، ورنہ بہری۔

(قبر کی زندگی ص:۱۴۱)

☆ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں:۔

موت کے بعد روح کا جسم سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔

جبکہ اتحادی کہتے ہیں:۔

صرف روح کو جزا سزا دینا اور جسد کو جزا و سزا سے مستثنیٰ کر دینا ظلم اور ناانصافی ہے۔

(قبر کی زندگی ص:۱۳۹)

نیز اتحادی کہتے ہیں:۔

سب سلف امت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے، مردوں کو قبروں میں زندہ کیا جاتا ہے اور ارواح اجساد میں لوٹائی جاتی ہیں۔

(قبر کی زندگی ص:۱۳۵)

☆ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں:۔

عوام اپنے خیال خام میں اولیاء کو قادر اور متصرف یعنی غنی، محتاج الیہ سمجھتے ہیں تو اگر اس زمانہ میں اس امکان استماع کا بھی چرچا کیا جائے تو اس غل سے نفع دینی تو کچھ متصور نہیں البتہ قوت مضامین شرکیہ کا گمان غالب ہے۔ اس لیے یوں مناسب ہے کہ عوام کو فقط طریقہ مسنونہ زیارت قبور تعلیم کیا جائے۔ اس سے زیادہ کی اطلاع نہ ہونے دے، ورنہ اس علم امکان سے ترقی مدارج تو معلوم ہے۔ کیونکہ ضروریات دین میں سے نہیں، البتہ مواخذہ نقصان مذکورہ کا احتمال ہے۔ (جمال قاسمی ص:۱۲)

ارشاد نانوتویؒ کا حاصل یہ ہے کہ اس زمانے میں صرف اتنا کہنا کہ ہو سکتا ہے مردے سن لیں، اس غل سے دینی نفع کی بجائے شرک کو تقویت ملے گی۔ اس لئے عوام کے سامنے مردوں کے سننے پر تقریریں کرنا سخت نقصان دہ ہے۔

جبکہ اتحادی گروہ تمام مردوں کے سنانے کا ٹھیکیدار بنا ہوا ہے اور دن رات مردوں کو سنانے میں سر دھڑ کی بازی لگا کر اکابر کی محنت پر پانی پھیر رہا ہے، حتیٰ کہ سماع موتی مصنفہ اللہ یار خان چکڑالوی وغیرہ جیسی کتابیں لکھ کر اس نوکری کو پورا کر رہا ہے۔

☆ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں:۔

مگر ایسا یاد پڑتا ہے کہ اکثر احادیث باب حیات ضعیف ہیں۔

(لطائف قاسمی ص:۵)

جبکہ اتحادی کہتے ہیں:۔

احادیث باب حیات میں متواتر ہیں۔

(قبر کی زندگی، تسکین الاذکیاء، یادگار خطبات وغیرہ)

☆ حضرت نانوتویؒ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

اس عقیدہ کو عقائد ضروریہ میں سے نہیں سمجھتا، نہ تعلیم ایسی باتوں کی کرتا ہوں، نہ منکروں سے دست و گریبان ہوتا ہوں۔ خود کسی سے کہتا نہیں پھرتا، کوئی پوچھتا ہے اور اندیشہ فساد نہیں ہوتا تو اظہار میں دریغ بھی نہیں کرتا، آپ بھی اس امر کو ملحوظ رکھیں تو بہتر ہے۔ (لطائف قاسمی ص:۵)

جبکہ اتحادی کہتے ہیں:۔

جس طرح سید الانبیاء ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح یہ عقیدہ بھی بنیادی اور ضروری ہے۔

(رحمت کائنات مصنفہ پیر زاہد الحسینی صاحب ص:۴۹۷)

نیز یہی پیر زاہد الحسینی صاحب لکھتے ہیں:۔

جب یہ عقیدہ قرآن و حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہو چکا ہے، تو اس کا انکار کسی معمولی عقیدہ کا انکار نہیں بلکہ اس کا انکار ایک بڑے عقیدہ کا انکار ہے، اس لیے علم عقائد کے علماء اور فقہاء ملت اسلامیہ نے ایسے شخص کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ اسلام سے خارج ہے۔ (رحمت کائنات ص:۱۸۰)

مولوی نور محمد ترنڈی لکھتے ہیں:۔

قبر کی زندگی آیات بینات اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع امت مستزاد ہے۔ اسی لئے علماء اہلسنت والجماعت نے اس عقیدہ کو ضروریات

دین میں سے شمار کیا ہے۔ اور اس عقیدہ کے منکر کو کافر قرار دیا ہے۔
(قبر کی زندگی ص:۱۶۰)

{بغاوت نمبر 17}

{اصول اکابر اور غالی اتحادی}

تمام غالی اتحادی حضرات، حضرات اکابر کے عقائد کے بارے میں بیان کردہ تمام اصولوں کے خطرناک باغی ہیں۔ تمام اکابر اہلسنت نے تصریح فرمائی ہے کہ کسی عقیدہ کے ثابت کرنے کے لیے قطعی دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن غالی صاحبان اپنے مخصوص مسائل میں قطعی دلیل سے بالکل خالی ہیں۔ وہ اپنے مخصوص عقائد کے ثابت کرنے کے لیے موضوع، من گھڑت، ضعیف روایات یا اخبار آحاد بزرگوں کی حکایات اور خوابیں وغیرہ پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہم اختصار کے ساتھ اصول اکابر تحریر کرتے ہیں۔ تا کہ قارئین دیکھ سکیں کہ اکابر، اکابر کا شور کرنے والے اصول اکابر کے کیسے خطرناک باغی ہیں۔

☆ شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں:۔

اہل السنت والجماعت اور علماء عقائد جن امور کو عقائد کہتے ہیں ان کے ہاں وہ سب قطعی ہیں اور ان کے دلائل بھی قطعی ہیں اور وہ سب کے سب ضروریات دین سے ہیں اور ضروریات دین کا انکار یا تاویل دونوں کفر ہیں۔ عقیدہ کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو غیر قطعی ہو یا جس کا انکار یا تاویل کفر نہ ہو یا جس کا ثبوت ظنی دلیل سے ہوسکتا ہے۔ ہم نے ضروریات دین اور ان کے اندر تاویل اور عقائد کے اثبات کے لئے جن دلائل کی ضرورت پیش آتی ہے اپنی کتاب "ازالۃ الریب" میں قدرے بسط سے کر دی ہے وہاں ہی ملاحظہ کرلیں۔

وثانیاً ہمارے اکابر پر یہ الزام کہ وہ متعدد مسائل اعتقادیہ میں حدیث صحیح تو

درکنار ضعیف کو بھی پیش کرتے چلے آئے ہیں ایک سفید جھوٹ، صریح بہتان اور خالص افتراء ہے۔ تعجب ہے کہ فریق مخالف نے ایسا خالص جھوٹ کہنے پر کیوں کمر باندھ لی ہے۔ ہمارے اکابر عقیدہ کو قطعی دلائل سے پیش کرتے ہیں اور قطعی دلائل یہ ہیں۔

(۱) قرآن کریم (۲) خبر متواتر (عام اس سے کہ تواتر لفظی ہو یا تواتر طبقہ، تواتر قدر مشترک ہو یا تواتر توارث۔۔ ان میں سے ہر ایک کا انکار ہمارے اکابر کے نزدیک کفر ہے)...... بس دریافت طلب صرف اتنی بات ہے کہ ہوں وہ عقائد اور ہوں بھی ضروریات اور ہوں وہ عقائد اہل السنۃ کے، مگر ان کا انکار کفر نہ ہو۔ ذرا سنبھل کر پھر سوچ کر ہوش وحواس کو قائم رکھ کر جواب دینا۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ اہل السنۃ کے آپس میں کون کون سے عقائد میں اختلافات ہیں؟ عقائد کی کیفیات یا تفصیلات یا دیگر فرعی مسائل محل نزاع نہیں ہیں۔

وساد وسا خبر واحد صحیح کے بارے میں یہ کس کتاب میں ملے گا کہ اس سے عقیدہ ثابت ہوسکتا ہے؟ عقیدہ اور خبر کی تصریح ہو۔ نزاع اس میں نہیں ہے کہ کیا کوئی مسئلہ بھی خبر واحد سے ثابت ہے یا نہیں؟ مسئلہ کے اثبات کا جھگڑا نہیں ہے۔ جھگڑا صرف عقیدہ کے اثبات کا ہے۔ اور ہماری دلیل آپ ان کتب میں ملاحظہ کرلیں، شرح مواقف ص:۷۲۷، طبع نول کشور۔ شرح فقہ اکبر ص:۶۸، طبع کانپور۔ مسامرہ ص:۸۷، ج:۲، طبع مصر اور شرح عقائد: ص:۱۰۱، طبع کانپور اور ملاحظہ کرلیں کہ ان تمام کتب میں خبر واحد اور عقیدہ کی تصریح موجود ہے بایں طور کہ خبر واحد اگرچہ صحیح بھی ہو اثبات عقیدہ کے لئے بالکل ناکافی ہے...... اور اصول شاشی سے لے کر توضیح تلویح تک اصول کی جملہ کتابوں میں نیز اصول حدیث کی کتابوں میں مثلاً فتح المغیث، تدریب الراوی، شرح نخبۃ الفکر، مقدمہ ابن صلاح، توجیہ النظر وغیرہ میں اس کی تشریح ملاحظہ کریں کہ خبر واحد صرف مفید ظن ہوتی ہے۔ حضرت امام نوویؒ نے بھی جو کچھ فرمایا ہے وہ بھی صرف یہ ہے کہ اعمال میں خبر واحد حجت ہے، امام نوویؒ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ عقائد میں خبر واحد حجت ہے...... الخ (راہ ہدایت ص:۱۶۲ تا ۱۶۳)

☆ صاحب "المہند" حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ فرماتے ہیں:۔

عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جاویں بلکہ قطعی ہیں، قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد جہاں مفید نہیں۔

(براہین قاطعہ ص:۵۵)

☆ اول تو یہ حکایات حجت شرعیہ، مثبت حکم کی نہیں۔ خصوصاً باب عقائد میں ان حکایات کو قبول کر کے نصوص کا رد کرنا کسی جاہل سے بھی متوقع نہیں چہ جائیکہ عالم سے۔

(براہین قاطعہ ص:۵۶)

☆ اعتقادیات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے نہ ظنیات صحاح کا، چہ جائیکہ ضعاف اور موضوعات کا۔ (براہین قاطعہ ص:۹۳)

☆ مسئلہ فاتحہ اعتقادیہ ہے اس میں ضعاف تو کیا آحاد صحاح بھی قابل اعتماد نہیں۔

(براہین قاطعہ ص:۱۰۰)

☆ الہام اور کشف اولیاءؒ کا، مفید حکم اور حجت علی الغیر نہیں ہوتا۔

(براہین قاطعہ ص:۲۰۶)

☆ عقائد کا ثبوت نص قطعی سے ہوتا ہے۔

(براہین قاطعہ ص:۲۰۷)

☆ حکیم الامت مرشد تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

مسائل بعض قطعی ہوتے ہیں ان میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی۔ بعض اجتہادی وظنی ہوتے ہیں ان میں سلف سے خلف تک شاگرد نے استاد کے ساتھ، مرید نے پیر کے ساتھ، قلیل جماعت نے کثیر جماعت کے ساتھ، واحد نے متعدد کے ساتھ اختلاف کیا ہے اور علماء امت نے اس پر نکیر نہیں کی اور نہ ایک نے

دوسرے کو ضال اور عاصی کہا، نہ کسی نے دوسرے کو اپنے ساتھ متفق ہونے پر مجبور کیا۔

(تحفۃ العلماء، ص:۷۵)

☆ خواب یا بے خودی حجت شرعیہ نہیں اس سے نہ غیر ثابت ہو سکتا ہے نہ راجح مرجوح، نہ مرجوح راجح۔ سب احکام اپنے حال پر رہیں گے، البتہ اتنا اثر لینا شرع کے موافق ہے کہ جناب احوط کو پہلے سے زیادہ لے لیا جائے۔

(بوادر النوادر ص:۷۵۱)

☆ خواب پر مسائل میں اعتماد کرنا جائز نہیں۔

(انفاس عیسیٰ ص:۱۵۳، ج:۱)

☆ خوابوں کا کیا اعتبار، اول تو خود خواب ہی کا حجت ہونا ثابت نہیں پھر اس کی صحیح تعبیر کا سمجھ آ جانا ضروری نہیں۔ خواب کسی حالت کی علت نہیں ایک قسم کی علامت ہے اور علامت کبھی صحیح ہوتی ہے اور کبھی غلط۔ اس لئے جس چیز کی علامت ہے اس کی حقیقت دیکھنی چاہئے۔ (افاضات ص:۲۰۸، ۲۱۰، ج:۹، تحفہ ص:۶۸)

کشف کا حکم

☆ بہت سے امور جو کہ صرف مکشوف و مشہور ہیں جن کے حجت نہ ہونے پر دلائل شرعیہ موجود ہیں۔ (بوادر النوادر ص:۷۱)

☆ ڈاکٹر خالد محمود صاحب پی ایچ ڈی لندن۔۔

شیعوں کے مقابلہ میں فرماتے ہیں:۔

ہمارے اہل السنت والجماعت کے نزدیک علی الاطلاق اطاعت صرف کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لازم اور واجب ہے۔

(حدیث ثقلین ص:۲۹)

☆ اکابر امت اور علماء دین کی پیروی ہو یا بزرگان اہل بیت کی فرمانبرداری۔ یہ

سب اطاعتیں کتاب وسنت کی اطاعت کے تابع رہیں گی ان کی اطاعت معروف امر میں ہوگی، غیر معروف یا کتاب وسنت کی مخالفت میں ان کی اطاعت ہرگز جائز نہیں چہ جائیکہ لازم ہو۔ (مقدمہ حدیث ثقلین، از علامہ خالد محمود صاحب)

☆ قرآن کریم واحادیث متواترہ یہی وہ دو بنیادیں ہیں جن پر عقائد کی بناء ہو سکتی ہے، اخبار آحاد گو کیسی ہی صحیح کیوں نہ ہو کسی قطعی عقیدے کے اثبات کے لئے کافی نہیں، لا یخفیٰ ان المعتبر فی العقائد ھو الادلۃ الیقینیۃ واحادیث الآحاد لو ثبتت انما یکون ظنیۃ۔ (شرح فقہ اکبر ص:۱۲۲) مخفی نہ ہے کہ عقائد کے باب میں صرف دلائل یقینیہ کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ احادیث آحاد اگر ثابت بھی ہو جائیں تو بھی ظنی الثبوت رہیں گی۔ (حدیث ثقلین ص:۱۵)

{اہم اعلان}

ہم ببانگ دہل اعلان عام کرتے ہیں کہ تمام غالی صاحبان مل کر اصول اکابر کے مطابق قرآن کریم کی صرف ایک آیت یا صرف ایک حدیث متواتر پیش کریں، جس میں تصریح ہو کہ وفات کے بعد حضرات انبیاء کرامؑ یا عام اموات کی ارواح ان کے ابدان عنصریہ میں ہوتی ہیں۔ اور موت کے بعد حضرات انبیاء کرامؑ یا عام اموات اہل دنیا کا کلام عادۃً سنتے ہیں۔ جو غالی صاحب اصول اکابر کے مطابق ہمارا یہ مطالبہ پورا کر دے گا۔ ہم اس کو منہ مانگا انعام بھی دیں گے اور اس کے عقیدہ کو بھی قبول کر لیں گے۔ لیکن وثوق سے کہتے ہیں کہ اگلے پچھلے غالی مل جائیں، اکابر کے ان اصولوں کے مطابق ایک بھی قطعی دلیل اپنے دعویٰ پر

پیش نہیں کر سکتے۔ اب اہل دیانت خود ہی فیصلہ کریں کہ اصول اکابر کو چھوڑ کر عقائد تراشنا اور اس پر اپنے اوہام کو دلیل قرار دینا کتنی بڑی بغاوت اور بدقسمتی ہے۔

{بغاوت نمبر 18}

{ذخیرہ احادیث کا انکار}

☆ اتحادی گروہ کے امام اوکاڑوی صاحب کتب اسماء رجال کے متعلق لکھتے ہیں:۔

تہذیب التہذیب میں صحاح ستہ کے رواۃ کا ذکر ہے، جن کی تعداد قریباً ساڑھے بارہ ہزار ہے اور میزان الاعتدال ضعیف راویوں کے لئے مرتب کی گئی ہے جس میں تعداد تقریباً گیارہ ہزار ہے۔ گویا صحاح ستہ کے رواۃ کا اگر یہ حال ہے تو باقی کتب حدیث کا کیا حال ہوگا؟ اور سند کی تحقیق وتنقید میں اولیت راوی ہی کو حاصل ہے باقی عیوب سند الگ رہے۔

تبصرہ:۔

اکاڑوی صاحب کی تحقیق کے مطابق صحاح ستہ کے ساڑھے بارہ ہزار راویوں میں سے گیارہ ہزار راوی ضعیف ہیں، تو باقی کتب حدیث کا کیا حال ہوگا؟ اور سند کی تحقیق وتنقید میں اولیت راوی کو ہی حاصل ہے، باقی عیوب سند الگ رہے۔ ماسٹری تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔ تمام ذخیرہ حدیث سے چھٹی ہو گئی۔ تعجب ہے کہ ایک طرف تو تمام ذخیرہ حدیث کو ناقابل اعتماد ٹھہرانے کی سازش کی جا رہی ہے اور دوسری طرف قرآن کریم کے مقابلہ میں روایتیں پیش کر کے اور ان کا مطلب بگاڑ کر اپنے مخصوص مسائل کو ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے۔ اگر اوکاڑوی صاحب کی یہ تحقیق صحیح ہے تو آئندہ کسی اتحادی کو کوئی روایت پیش کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

{بغاوت نمبر 19 تا 65}

بخاری شریف، ماسٹر صاحب کی نظر میں

اتحادی گروہ کے موجد ماسٹر اکاڑوی صاحب بخاری شریف پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

(۱) رہا آپ کا یہ کہنا کہ صحیح بخاری شریف بھی قرآن کی طرح ہے ہر قسم کے شک و وہم سے بالا ہے، غلو ہے۔ (تجلیات صفدر جلد ششم ص:۲۹۷)

(۲) امام بخاریؒ عطاء الخراسانی کو خود ضعیف فرماتے ہیں (ضعفاء صغیر ص:۲۷۳) مگر بخاری ج:۲،ص:۷۳۲ پر اسی کی حدیث لی ہے۔

(۳) امام بخاریؒ مقسم کو ضعیف فرماتے ہیں اور مقسم عن ابن عباسؓ کی سند سے حدیث صحیح بخاری میں لی ہے۔

(۴) ایوب بن عائذ کو ارجاء کی وجہ سے ضعیف بھی فرمایا ہے اور صحیح بخاری میں اس سے حدیث بھی لی ہے۔

(۵) امام بخاریؒ امام حکم بن عتیبہ اور حکم بن عتیبہ بن ناس مجہول راوی میں فرق نہیں کر سکے اور وہم کا شکار ہوئے۔

(۶) امام بخاریؒ ابی العباس الانصاری کو ضعیف بھی فرماتے ہیں اور صحیح بخاری ج:۱،ص:۴۰۰ پر اس سے حدیث بھی لیتے ہیں۔

(۷) امام بخاریؒ نے ج:۱،ص:۲۹۳ پر حضرت انسؓ کے قول کو حدیث رسول ﷺ بنا کر پیش کر دیا ہے۔

(۸) امام بخاریؒ کے استاد امام ابو حاتمؒ نے مستقل کتاب "خطاء البخاری" لکھی ہے، جس میں بتایا کہ ۷۰ راویوں کے بارے میں امام بخاریؒ نے غلطی کھائی ہے۔

(۹) امام دار قطنیؒ نے مستقل کتاب "الالزامات والتتبع" میں بخاری شریف کی ۲۱۸ احادیث پر اعتراض کیے ہیں۔

(۱۰) امام بخاریؒ نے غلطی سے حضرت زینبؓ کا ایک مشہور واقعہ حضرت حفصہؓ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ (بخاری ج:۲،ص:۷۹۳)

(۱۱) امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کے نام سے روایت کر دی۔

(۱۲) امام بخاریؒ نے غلطی سے حضرت حمزہؓ کے قاتل کا نام تبدیل کر دیا۔

(۱۳) امام بخاریؒ نے مدینہ منورہ کے ایک مشہور واقعہ کو مکہ کا واقعہ قرار دے دیا۔

(۱۴) امام بخاریؒ نے ایک حدیث میں غلطی سے ثمّ انصرف حتیٰ اتی چھوڑ دیا۔ جس سے بی بی فاطمہؓ کے گھر کی جگہ غلط ہو گئی۔

(۱۵) امام بخاریؒ نے ایک پیشگوئی کو ایسے مبہم الفاظ میں نقل کیا کہ جس سے اس کے غلط ہونے کا احتمال ہو گیا۔

(۱۶) امام بخاریؒ نے حضرت ام رومان کو مسروق کا استاد بنا دیا جبکہ وہ مسروق کے آنے سے کئی سال پہلے فوت ہو چکی تھیں۔

(۱۷) امام بخاریؒ کے اساتذہ حدیث امام ابو حاتمؒ، امام ابو زرعہؒ اور محمد بن یحییٰ نے ان سے روایت لینی چھوڑ دی تھی۔

(۱۸) امام مسلمؒ کو امام بخاریؒ کے محدث ہونے میں تردد تھا۔

(۱۹) امام بخاریؒ سے انہوں نے صحیح مسلم میں کوئی حدیث نہ لی۔

(۲۰) امام بخاریؒ سے امام ابو داؤد اور ابن ماجہؒ نے اپنی کتاب میں کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

(۲۱) امام بخاریؒ کی صحیح ص:۹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بے عمل کو کافر کہتے ہیں۔ مگر ج:۲،ص:۱۰۰۲ میں اس کو کافر نہیں کہتے۔

(۲۲) امام بخاریؒ نے صحیح میں عوف اعرابی سے حدیث لی جو قدری رافضی، شیطان تھا۔ مگر امام ابوحنیفہؒ سے حدیث نہیں لی۔

(۲۳) امام بخاریؒ نے حریز بن عثمان سے حدیث لی ہے جو صبح وشام حضرت علیؓ پر ستر بار لعنت کرتا تھا۔ مگر امام جعفر صادقؒ سے حدیث نہیں لی۔

(۲۴) امام بخاریؒ نے جریر بن عبد الحمید جو حضرت معاویہؓ کو اعلانیہ گالیاں بکتا تھا اس کی حدیث لی اور قاضی ابو یوسفؒ سے حدیث نہ لی۔

(۲۵) عباد بن یعقوب ''جو حضرت عثمانؓ کو گالیاں بکتا تھا'' سے حدیث لی، مگر امام محمدؒ سے حدیث نہ لی

(۲۶) عبد الملک بن اعین اخبث رافضی سے حدیث لی۔ مگر امام زفرؒ سے حدیث نہ لی۔

(۲۷) محمد بن خازم خبیث مرجئہ سے حدیث لی۔ مگر امام حسن بن زیاد سے حدیث نہ لی۔

(۲۸) امام بخاریؒ نے محمد بن ثابت الکوفی، زہیر بن محمد التمیمی، زیاد بن ربیع، سعید بن عبید اللہ الثقفی، عباد بن راشد، محمد بن یزید کو خود ہی ضعیف فرمایا ہے۔ خود ہی صحیح بخاری میں ان سے حدیث لی ہے۔

(۲۹) بخاری ص:۸۳۸ پر بعض صحابہ کرامؓ کا النصف الطلای جو شرابیں ہیں ان کا پینا ثابت کیا ہے۔

(۳۰) بخاری میں شراب سے نشہ آجائے تو بھی کوئی معین حد درج نہیں ہے۔

(۳۱) بخاری ترجمہ وحید الزمان پڑھیے، جس میں عورت کے غیر فطری استعمال کو قرآنی حکم قرار دیا ہے۔

(۳۲) صحیح بخاری پر مینڈک اور کچھوے کا حلال ہونا مذکور ہے مگر بھینس کے گوشت، دودھ، گھی، مکھن کا حلال ہونا مذکور نہیں۔

(۳۳) صحیح بخاری ص:۳۶ پر اونٹوں کے پیشاب پینے کا حکم ہے مگر

چائے، قہوہ پینے کا حکم بالکل نہیں۔

(۳۴) خیر القرون والوں نے اپنے قیاس سے یہ اصول بنایا کہ اہل بدعت سے حدیث نہ لی جائے۔ مگر بعد والوں نے خصوصاً اصحاب صحاح ستہ نے اس اصول کو نہیں مانا مثلاً امام بخاریؒ مندرجہ ذیل راویوں سے حدیث لاتے ہیں۔

(تجلیات صفدر ج: ششم، ص: ۱۸۴)

(۳۵) عمر بن ذر الہمدانی جو مرجئہ کے سردار تھے۔

(تجلیات صفدر ج: ششم، ص: ۱۸۴)

(۳۶) ابومعاویہ بھی خبیث مرجئہ کے رئیس تھے۔

(تجلیات صفدر ج: ششم، ص: ۱۸۴)

(۳۷) عبد العزیز بن ابی رواد غالی مرجئہ سے تھے۔

(تجلیات صفدر ج: ششم، ص: ۱۸۴)

(۳۸) اسحٰق بن سوید حضرت علیؓ کا سخت دشمن تھا۔

(تجلیات صفدر ج: ششم، ص: ۱۸۴)

(۳۹) بہز بن اسد حضرت عثمانؓ کا مخالف بدمذہب تھا۔

(تجلیات صفدر ج: ششم، ص: ۱۸۴)

(۴۰) عباد بن یعقوب غالی شیعہ تھا، حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیتا تھا۔

(تجلیات صفدر ج: ششم، ص: ۱۸۴)

(۴۱) عوف بن ابی جمیلہ قدری، رافضی، شیطان تھا۔

(تجلیات صفدر ج: ششم، ص: ۱۸۴)

☆ اتحادی گروہ کے موجد ماسٹر امین صاحب

امام بخاریؒ پر برستے ہوئے لکھتے ہیں:۔

(۴۲) آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں جس نے ہمیشہ روزہ رکھا تو اس کا روزہ ہی نہیں ہوگا، مگر امام بخاریؒ خود ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔

(۴۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی شخص مصیبت کے وقت اپنی موت کی تمنا ہرگز نہ کرے...... مگر امام بخاریؒ اس حدیث کے خلاف اپنی موت کی دعا مانگا کرتے تھے۔

(۴۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہفتہ میں ایک قرآن پاک پڑھو اس پر زیادہ مت کرو۔ بعض میں تین دن اور بعض میں پانچ دن بھی آیا ہے، مگر اکثر میں سات دن ہے۔ مگر امام بخاریؒ اس صحیح صریح حدیث کے خلاف رمضان شریف میں روزانہ ایک قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔

(۴۵) خود امام بخاریؒ نے حدیث روایت فرمائی ہے کہ کتا برتن میں منہ ڈال دے تو سات مرتبہ دھولو۔ ظاہر ہے کہ کتے کے منہ ڈالنے سے پانی کا نہ رنگ بدلتا ہے اور نہ مزہ اور نہ ہی بو، مگر امام بخاریؒ اس صحیح حدیث کے خلاف کہتے ہیں کہ جب تک رنگ، بو، مزہ نہ بدلے وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

(۴۶) حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کتے کا جوٹھا ناپاک ہے، مگر امام بخاریؒ اس کے خلاف کتے کے جوٹھے پانی سے وضو جائز کہتے ہیں۔

(تجلیات صفدر حصہ ششم، ص: ۴۵۲، ۴۵۳)

{بغاوت نمبر 66}

ماسٹر صاحب کا امام ابن الہمامؒ کے ساتھ رویہ

اتحادی گروہ کے موجد ماسٹر اکاڑوی صاحب، محقق علی الاطلاق امام ابن الہمام حنفیؒ کی ایک حدیث پر تحقیق کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

پس حدیث ابن عباسؓ کے متعلق علامہ ابن الہمام کا یہ فرمانا: انّ ھٰذا الاثر ضعیف بأبی شیبة ابراھیم بن عثمان متفق علی ضعفه مع مخالفته لصحیح...... جس طرح خلاف تحقیق ہے اسی طرح علامہ صاحب کے مسلمات کے بھی

خلاف ہے۔ (تجلیات صفدر ص: ۲۴۵، ج: سوم)

{بغاوت نمبر 67}

ماسٹر صاحب کا حضرت معاویہؓ پر بدترین تبرا

اتحادی گروہ کے موجد ماسٹر اکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایک رکعت وتر کے اتنے مخالف ہو گئے تھے کہ ایک رکعت وتر پڑھنے والے کو الحمار (گدھا) فرمایا۔ (طحاوی ص: ۱۹۹، ج: ۱)

ماسٹر موصوف شیعہ شنیعہ کا لباس تقیہ اوڑھتے ہوئے اصل بات گول کر گئے ہیں۔ طحاوی شریف کے جس صفحہ کا حوالہ پیش کیا ہے اس صفحہ میں ایک وتر پڑھنے والے حضرت سیدنا امیر معاویہؓ ہیں اور کتابت کی غلطی سے فقیہ کی جگہ حمار کا لفظ غلط طور پر لکھا گیا ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں اس کی تصریح ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا: دع انّه فقیه...... کہ چھوڑ دو حضرت معاویہؓ فقیہ ہیں۔

لیکن ماسٹر اکاڑوی نے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے اور اپنے پیر و مرشد قاضی مظہر حسین اور اس کی پارٹی کو خوش کرنے کے لئے لفظ حمار کو صحیح قرار دے کر حضرت سیدنا امیر معاویہؓ کو گدھا اور حمار کہنے جیسی ناپاک جسارت کی ہے۔ ماسٹر اکاڑوی کی دوسری بھی اس طرح کی کئی مسموم رافضیت بھری خبیث تحریریں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنام کرنے کے لئے دستیاب ہیں۔ جن کا حوالہ ہم نے اپنی کئی دوسری کتابوں میں دے دیا ہے۔

حالانکہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

کہ اگر کوئی خبر واحد صحیح بھی ایسی ہو جس سے کسی صحابیؓ کی عظمت مجروح ہوتی ہو تو اس کو رد کر دیا جائے گا۔ (ملخصاً از مقام صحابہؓ)

{بغاوت نمبر 68}

تمیذ مولانا سرفراز صاحب، حبیب اللہ ڈیروی صاحب کی محدثین پر تنقید

شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کے خصوصی تلمیذ اور اتحادی گروہ کے شیخ الحدیث حافظ حبیب اللہ ڈیروی (شکست خوردہ مناظرہ منڈیالہ تیگہ گوجرانوالہ) کی کتاب نور الصباح "مصدقہ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب" کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں:۔

{حافظ ابن حجرؒ پر تنقید}

☆ حافظ حبیب اللہ ڈیروی صاحب علامہ ابن حجر عسقلانیؒ پر برستے ہوئے سرخی قائم کرتے ہیں:۔

"حافظ ابن حجر کی ایک عبارت میں تین بڑی غلطیاں"
تفصیل دیکھیں نور الصباح ص:۳۶

☆ حافظ حبیب اللہ صاحب فرماتے ہیں:۔
حافظ ابن حجرؒ کی ایک عبارت میں اور ایک غلطی۔ (ص:۳۷)

☆ حافظ حبیب اللہ صاحب علامہ ابن حجرؒ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

امام شافعیؒ کی مدح میں تو حافظ ابن حجرؒ موضوع حدیث بیان کرنے سے دریغ نہیں کرتے پھر سکوت کر جاتے ہیں۔ پتہ نہیں اس صحیح حدیث کو موضوع کیوں کہتے ہیں؟ شاید کہ ان کے امام کے مذہب کے خلاف ہے...... معلوم نہیں کہ حافظ ابن حجرؒ کے پاس حدیث پرکھنے کا کون سا آلہ ہے؟ شاید کہ یہی ہو کہ جو حدیث موضوع ان کے امام کی مدح میں ہو اور ان کے مذہب کی تائید کرتی ہو تو وہاں بیان کرنے کے بعد خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اور جو حدیث ان کے مذہب کے خلاف ہو کوئی نہ کوئی جرح کر ڈالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور ان کی لغزشوں کو معاف فرماوے۔ (آمین)

☆ نیز فرماتے ہیں:۔ حافظ ابن حجرؒ کی یہ پانچویں غلطی ثابت ہوئی۔ کیونکہ چار پہلے باب میں ذکر ہو چکی ہیں۔ (نور الصباح ص:۶۶)

فائدہ:

قارئین کرام!

آپ حضرات نے حافظ حبیب اللہ ڈیروی کے نزدیک علامہ ابن حجرؒ کا مقام ملاحظہ فرما لیا۔ لیکن جب یہی حافظ ابن حجرؒ مسئلہ سماع کی کسی روایت کی تائید کرتے ہیں تو پھر اتحادی گروہ کے نزدیک صرف حافظ نہیں بلکہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بن جاتے ہیں۔

{بغاوت نمبر 69}

حافظ حبیب اللہ صاحب کی امام بخاری پر بد اعتمادی

حافظ حبیب اللہ صاحب امام بخاریؒ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

باقی امام بخاریؒ نے یہ مکالمہ بلا سند نقل کیا ہے جو قابل اعتبار نہیں۔ یہ تو جزء رفع الیدین میں انہوں نے بلا سند نقل کیا ہے۔ اگر صحیح بخاری میں بھی وہ بلا سند نقل کرتے تو پھر بھی کچھ قابل اعتبار نہ تھا۔ (نور الصباح ص:۸۴)

{بغاوت نمبر 70}

حافظ حبیب اللہ صاحب کی امام ابن حبانؒ پر تنقید

حافظ حبیب اللہ ڈیروی صاحب امام ابن حبانؒ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

امام ابن حبانؒ کی یہ جرح کئی وجوہ سے مردود ہے، ابن حبانؒ متشدد ہیں...... ابن حبانؒ طعنہ باز اور فتنہ انگیز ہے...... ابن حبانؒ نے اکثر فحش غلطیاں کی ہیں جو ان کے اپنے تصرفات کا نتیجہ ہیں...... قارئین! اس حدیث پر ان کی جرح بھی زبردست

{بغاوت نمبر 68}

تلمیذ مولانا سرفراز صاحب، حبیب اللہ ڈیروی صاحب کی محدثین پر تنقید

شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کے خصوصی تلمیذ اور اتحادی گروہ کے شیخ الحدیث حافظ حبیب اللہ ڈیروی (شکست خوردہ مناظرہ منڈیالہ تیگہ گوجرانوالہ) کی کتاب نور الصباح "مصدقہ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب" کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں:۔

{حافظ ابن حجرؒ پر تنقید}

☆ حافظ حبیب اللہ ڈیروی صاحب علامہ ابن حجر عسقلانیؒ پر برستے ہوئے سرخی قائم کرتے ہیں:۔

"حافظ ابن حجر کی ایک عبارت میں تین بڑی غلطیاں"

تفصیل دیکھیں نور الصباح ص:۳۶

☆ حافظ حبیب اللہ صاحب فرماتے ہیں:۔

حافظ ابن حجرؒ کی ایک عبارت میں اور ایک غلطی۔ (ص:۳۷)

☆ حافظ حبیب اللہ صاحب علامہ ابن حجرؒ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

امام شافعیؒ کی مدح میں تو حافظ ابن حجرؒ موضوع حدیث بیان کرنے سے دریغ نہیں کرتے پھر سکوت کر جاتے ہیں۔ پتہ نہیں اس صحیح حدیث کو موضوع کیوں کہتے ہیں؟ شاید کہ ان کے امام کے مذہب کے خلاف ہے...... معلوم نہیں کہ حافظ ابن حجرؒ کے پاس حدیث پرکھنے کا کون سا آلہ ہے؟ شاید کہ یہی ہو کہ جو حدیث موضوع ان کے امام کی مدح میں ہو اور ان کے مذہب کی تائید کرتی ہو تو وہاں بیان کرنے کے بعد خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اور جو حدیث ان کے مذہب کے خلاف ہو کوئی نہ کوئی جرح کر ڈالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور ان کی لغزشوں کو معاف فرماوے۔ (آمین)

☆ نیز فرماتے ہیں:۔ حافظ ابن حجرؒ کی یہ پانچویں غلطی ثابت ہوئی۔ کیونکہ چار پہلے باب میں ذکر ہو چکی ہیں۔ (نور الصباح ص:۶۶)

فائدہ:

قارئین کرام!

آپ حضرات نے حافظ حبیب اللہ ڈیروی کے نزدیک علامہ ابن حجرؒ کا مقام ملاحظہ فرمالیا۔ لیکن جب یہی حافظ ابن حجرؒ مسئلہ سماع کی کسی روایت کی تائید کرتے ہیں تو پھر اتحادی گروہ کے نزدیک صرف حافظ نہیں بلکہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بن جاتے ہیں۔

{بغاوت نمبر 69}

حافظ حبیب اللہ صاحب کی امام بخاری پر بداعتمادی

حافظ حبیب اللہ صاحب امام بخاریؒ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

باقی امام بخاریؒ نے یہ مکالمہ بلا سند نقل کیا ہے جو قابل اعتبار نہیں۔ یہ تو جزء رفع الیدین میں انہوں نے بلا سند نقل کیا ہے۔ اگر صحیح بخاری میں بھی وہ بلا سند نقل کرتے تو پھر بھی کچھ قابل اعتبار نہ تھا۔ (نور الصباح ص:۸۴)

{بغاوت نمبر 70}

حافظ حبیب اللہ صاحب کی امام ابن حبانؒ پر تنقید

حافظ حبیب اللہ ڈیروی صاحب امام ابن حبانؒ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

امام ابن حبانؒ کی یہ جرح کئی وجوہ سے مردود ہے، ابن حبانؒ متشدد ہیں...... ابن حبانؒ طعنہ باز اور فتنہ انگیز ہے...... ابن حبانؒ نے اکثر فحش غلطیاں کی ہیں جو ان کے اپنے تصرفات کا نتیجہ ہیں...... قارئین! اس حدیث پر ان کی جرح بھی زبردست

اور فحش غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرماوے۔ (نور الصباح ص:۱۱۱)

{بغاوت نمبر 71}

حافظ حبیب اللہ کی امام حاکمؒ پر جرح

حافظ حبیب اللہ ڈیروی صاحب

امام حاکمؒ کی ایک تحقیق پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

امام حاکم کی یہ سخت غلطی ہے...... اور جب سند ہوگی تو کسی کو غلط بات کرنے کی جرأت نہ ہوگی جیسے کہ امام حاکم نے غلطی کی ہے۔ امام حاکم کثیر الغلط ہے، مستدرک میں انہوں نے کافی غلطیاں کی ہیں، بعض دفعہ ضعیف بلکہ موضوع حدیث کو صحیح علی شرط الشیخین کہہ دیتے ہیں۔ علامہ ذہبی نے اس لئے تلخیص المستدرک لکھ کر ان اغلاط کو ظاہر کیا ہے۔ بعض دفعہ امام ذہبیؒ اغلاط بیان کرتے کرتے تھک جاتے ہیں اور غصہ میں آ کر امام حاکم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں، تجھے اے مؤلف! حیاء نہیں آتی ایسی غلط باتیں کرتے ہو۔ (نور الصباح ص:۶۳)

{بغاوت نمبر 72}

حافظ حبیب اللہ صاحب کی امام بیہقیؒ پر کڑی جرح

حافظ حبیب اللہ ڈیروی، امام بیہقیؒ پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

امام بیہقیؒ کی سینہ زوری کی بدترین مثال ہے کہ انہوں نے سینہ زوری اور تنگ بندی سے زیادہ کام لیا ہے۔ (رسالہ ایک نظر ص:۱۳۹، ۱۴۰)

ایک مقام پر ڈیروی موصوف

امام بیہقیؒ پر تحریف کا الزام قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

اس روایت میں بہت زبردست تحریف کی گئی ہے...... یہ الفاظ محرف شدہ ہیں

......تو کتاب القراۃ میں یوں تحریف کی گئی...... اب اس تحریف کی ذمہ داری کس پر ڈالی جائے؟ میرے خیال میں تو اصل ذمہ دار مصنف ہوتا ہے۔

(ایک نظر ص:۱۳۵، ۱۳۶)

ایک مقام پر امام بیہقیؒ پر جھوٹ کی تہمت لگاتے ہوئے

ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت بیہقیؒ نے جان بوجھ کر یہ جھوٹی روایت اپنے مذہب کو سہارا دینے کے لئے ذکر کی ہے...... من کذب علی متعمدا، یہ متواتر حدیث ہے، اللہ تعالیٰ مذہبی تعصب سے محفوظ رکھے۔ (ایک نظر ص:۱۲۹)

یہی ڈیری موصوف لکھتے ہیں:۔

امام بیہقی عجب کارنامے سرانجام دے رہے ہیں کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑہ بھان متی نے کنبہ جوڑا۔ (ایک نظر ص:۱۳۰، ۱۳۱)

ڈیری موصوف لکھتے ہیں:۔

ماشاء اللہ۔ امام بیہقیؒ، امام حاکم، ابو العلی الحافظ ان سب حضرات کو مبارک ہو، وہ جھوٹی روایتیں اور جھوٹے دعوے کرتے ہیں۔ (ایک نظر ص:۱۳۹)

حضرت امام بیہقی نے زبردست خیانت کا ارتکاب کیا۔

(ایک نظر ص:۱۳۶)

امام بیہقیؒ نے اس مسئلہ میں سینہ زوری اور تنگ بندی سے زیادہ کام لیا ہے مگر اپنی مراد میں وہ نامراد ثابت ہوئے ہیں۔ (ایک نظر ص:۱۴۹۰)

حضرت بیہقیؒ جھوٹے اور مجہول راویوں سے اپنا دین حاصل کر رہے ہیں۔

(ایک نظر ص:۱۳۱)

﴿فائدہ﴾

یہی بیہقیؒ جس پر خائن، محرف اور کذب بیانی کا الزام قائم کیا جا رہا ہے۔ جب مسئلہ حیات میں آئیں، تو اتحادی غالی گروہ کے نزدیک حضرت امام بیہقیؒ تمام

محدثین سے بڑے اور حجت قاطعہ بن جاتے ہیں۔ فیا للعجب

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو جا یا بالکل سنگ ہو جا

{بغاوت نمبر 73}

اوکاڑوی صاحب کی امام دارقطنی پر جرح

اتحادی گروہ کے ماسٹر امین صاحب لکھتے ہیں:۔

امام دارقطنی متعصب شافعی تھے، امام صاحب کو ضعیف کہہ ڈالا، ان کے شیعہ ہونے میں اختلاف ہے۔ (تجلیات صفدر ص:۲۷)

{بغاوت نمبر 74}

اکاڑوی صاحب کی امام بیہقی پر جرح

امام بیہقی حاکم کی زبان سے احناف سے، بہت تعصب رکھتے تھے، امام طحاوی کے رد کے شوق میں سنن میں ہر قسم کی صحیح، حسن، ضعیف روایات بھر دیں اور شافعیوں کو باور کرایا کہ میں نے حنفیت کا خوب رد کیا۔ لیکن ماردینی حنفی نے "الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی" لکھ کر اس کی پوری حقیقت واضح فرما دی۔ تقریباً 7 صدیاں گزر چکی ہیں، کوئی شافعی اس کا رد نہیں لکھ سکا۔

{بغاوت نمبر 75}

حاکم ابونعیم پر اوکاڑوی صاحب کی جرح

خطیب بغدادی محمد بن طاہر مقدسی فرماتے ہیں:۔

مشہور محدث اسماعیل بن فضل فرمایا کرتے تھے کہ تین حفاظ حدیث ایسے ہیں کہ جن سے مجھے کوئی محبت نہیں۔ کیونکہ وہ بہت ہی متعصب ہیں اور ان میں انصاف بہت کم ہے، حاکم، ابو عبداللہ، ابونعیم اور خطیب مقدسی فرماتے ہیں: انہوں نے بجا فرمایا ہے۔ (تجلیات: ص:۲۷)

{بغاوت نمبر 76}

ابن حزم اور قرطبی پر اوکاڑوی صاحب کی جرح

امام ابن حزمؒ ظاہری، قرطبی یہ ناصبی تھے، زبان درازی میں حجاج کی تلوار کی مثال تھے۔ انہوں نے نہ جامع ترمذی دیکھی، نہ ابن ماجہ بلکہ امام ترمذی کو مجہول قرار دے دیا، فقہاء کے خلاف، بہت تعصب رکھتے تھے۔

(تجلیات صفدر)

{بغاوت نمبر 77}

امام جوزقانیؒ پر اوکاڑوی صاحب کی جرح

امام جوزقانیؒ ۔۔آپ نے ایک کتاب الاباطیل لکھی جس میں کچھ اوہام بھی ہیں، طبیعت میں تشدد اور تعصب تھا۔ (تجلیات صفدر)

{بغاوت نمبر 78}

امام ابن عساکر پر تنقید

امام ابن عساکر دمشقی آپ نے صغیر کتاب تاریخ دمشق تحریر فرمائی۔ جس میں رطب و یابس سب جمع کر دیا۔ (تجلیات صفدر)

{بغاوت نمبر 79}

امام ابن جوزیؒ پر تنقید

امام ابن جوزی حنبلیؒ جرح میں بہت متشدد تھے۔ بخاری، مسلم تک کی احادیث کو موضوعات میں شامل کر دیا۔ (تجلیات صفدر)

{بغاوت نمبر 80}

امام ابن تیمیہؒ پر جرح

امام ابن تیمیہؒ۔آپ بہت متشدد تھے، بہت سی صحیح احادیث کو محض ضد میں رد کر دیتے تھے، رافضی کے رد میں تنقیص علیؓ تک کر گزرتے ہیں۔

(تجلیات صفدر)

فائدہ:۔

اعادہ روح کی روایات میں یہی ابن تیمیہ شیخ الاسلام بن جاتے ہیں اور اعادہ روح کی متناً وسنداً مخدوش روایت کو متواتر ثابت کرنے کے لئے اسی ابن تیمیہ کا ہی آسرا تلاش کیا جاتا ہے۔ دیکھیں تسکین الصدور، بحث اعادہ روح

{بغاوت نمبر 81}

امام ذہبیؒ پر تنقید

☆ امام ذہبیؒ۔۔ان کے شاگرد علامہ سبکیؒ نے اپنے اس استاد کے بارہ میں جو فرمایا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ذہبیؒ ہمارے استاد ہیں۔اللہ ان کو معاف کرے مگر انہوں نے کسی حنفی، شافعی، مالکی کو معاف نہیں کیا نہ کسی اشعری کو۔وہ تعصب میں اس حد تک پہنچے ہوئے تھے کہ مسخرہ اطفال (بچوں کی ہنسی) بن گئے تھے۔وہ جب صوفیاء

کرام، اشاعرہ، احناف، شوافع اور مالکیوں کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے کپڑے اتارتے ہیں۔ ان کے تمام محاسن سے ان کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ان کو ان کی کوئی خطا مل جائے تو خوب اچھالتے ہیں اور اہل تجسیم کے محاسن خوب لکھتے ہیں اور اغلاط سے درگزر فرماتے ہیں۔ (تجلیات صفدر ص:۵:۷)

{بغاوت نمبر 82}

حافظ ابن حجرؒ پر تنقید

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ۔۔آپ حافظ الحدیث تھے اور جوں جوں ان کا علم حدیث ترقی کرتا گیا ان کے دل میں حنفیت کی صداقت گھر کرتی گئی۔مگر ایک خواب پر انہوں نے سارے مطالعہ حدیث کو قربان کر دیا۔وہ اپنی کتاب المجمع المؤسس میں لکھتے ہیں کہ میں نے ابن البرہان کو موت کے بعد خواب میں دیکھا۔میں نے پوچھا کہ تو مردہ ہے؟ اس نے کہا، ہاں۔میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو اس میں ایسا شدید تغیر ہوا کہ میں سمجھا وہ چھپ گیا پھر وہ اپنی حالت پر آ گیا اور کہا کہ اب ہم خیریت سے ہیں، لیکن نبی پاک ﷺ تجھ پر ناراض ہیں۔میں نے پوچھا کیوں، تو کہا کہ تیرا میلان حنفیوں کی طرف ہے، اس پر میری آنکھ کھل گئی اور میں بڑا حیران تھا۔میں نے بہت سے حنفیوں کو یہ کہا تھا کہ میری دلی خواہش ہے کہ میں حنفی ہو جاؤں، انہوں نے کہا کس وجہ سے؟ تو میں کہتا کہ آپ کے مذہب کے فروع، اصول پر مبنی ہیں۔اب میں اس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار کرتا ہوں، اس خواب نے ابن حجرؒ میں وہ تعصب بھرا کہ۔۔الامان والحفیظ

☆ حافظ ابن حجرؒ کے شاگرد امام سخاویؒ نے الدرر الکامنہ میں اس تعصب کو واضح کیا ہے اس لئے قاضی القضاۃ ابن شہبہ، ابن حجر کے بارے میں یوں فیصلہ دیتے ہیں کہ حافظ ابن حجر احناف کے فضائل کو چھپاتے ہیں اور ان کی لغزشوں کو گاتے ہیں۔

حافظ صاحب کا حنفیوں کے ساتھ وہی وطیرہ ہے جو ذہبی کا حنفیوں اور شافعیوں کے ساتھ۔ اس لئے ذہبی کے شاگرد سبکی نے کہا کہ ذہبی سے نہ کسی حنفی کے حالات ذکر کرنے چاہئیں اور نہ شافعی کے۔ اسی طرح میں (اوکاڑوی) کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجرؒ کے کلام سے نہ کسی متقدم حنفی کے حالات لینے چاہیے اور نہ کسی متاخر کے۔

(تجلیات ص:۷۶)

{بغاوت نمبر 83}

اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا انکار

ماسٹر محمد امین صاحب بخاری شریف کے متعلق

''اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری'' کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

امام حازمی شافعی ہمدانی متوفی ۵۸۴ ھ۔۔آپ نے وجوہ ترجیح پر ایک مستقل تحریر فرمائی ہے مگر ان وجوہ ترجیح میں کہیں نہیں فرمایا کہ بخاری و مسلم یعنی صحیحین کی حدیث کو دوسری کتابوں کی احادیث پر ترجیح ہوگی، اسلام کی پہلی چھ صدیوں میں اس کا نشان تک نہیں ملتا۔ یعنی پہلی چھ صدیوں میں کہیں اس جملہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری کا نام ونشان تک نہ تھا، بلکہ یہ بعد کی پیداوار ہے۔۔ امام ابن صلاح شہر زوری شافعیؒ اس نے سب سے پہلے یہ دعویٰ کیا کہ بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے اور بخاری مسلم کی احادیث بحیثیت سند دوسری کتابوں پر مقدم ہیں۔ مگر اس بات کو خود ابن کثیر شافعیؒ نے بھی درخور اعتناء نہیں سمجھا، اور نہ احناف نے اپنی اصول کی کتابوں میں اس کا ذکر کیا بلکہ شیخ ابن الہمام نے صاف صاف اس کا رد کیا۔

(تجلیات صفدر ص:۷۳)

یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ بخاری اصح الکتب ہے تحکماً لایجوز تقلید فیہ ... بالکل ناانصافی کی بات ہے اس کے ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔

(فتوحات صفدر ص:۵۹، ج:۱)

نیز ماسٹر صاحب امام بخاریؒ پر برستے ہوئے کہتے ہیں:۔

کہتا ہے کہ انہوں نے کتاب مدینے میں بیٹھ کر لکھی، ٹھیک۔ پھر کتاب کا نام مدنی نہیں رکھا بخاری رکھ دیا۔ اگر مدینے کی محبت ہوتی تو مدینے کا نام رکھتے۔

(فتوحات صفدر ص:۱۷۱، ج:۱)

{بغاوت نمبر 84}

محدثین پر صفدری اعتماد

باقی رہے حافظ ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم، علامہ ابن عبد الہادی اور امام ابن رجب وغیرہ حضرات تو ایک تو متاخرین میں شامل ہیں، ان کا قول بلا دلیل حجت نہیں ہے۔ (سماع الموتی ص:۱۶۸)

فائدہ:

امام ابن تیمیہؒ وغیرہ تو متاخرین میں شامل ہیں اس لئے ان کا قول بلا دلیل حجت نہیں لیکن سیوطی، بیہقی، سمہودی وغیرہ تو شاید خیر القرون کے ہیں کہ ان کی ہر بات خلاف دلیل نص قطعی کا درجہ رکھتی ہے،،، سبحان اللہ!

امام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، علامہ ابن عبد الہادی، امام ابن رجب، بدر الدین بالی اور علامہ آلوسی کے نزدیک حضرت ﷺ کی قبر سے استشفاع طلب کرنا صریح شرک ہے۔

(سماع موتی ص:۱۳۲)

تبصرہ:۔

جب اتنے بڑے اکابر بقول حضرت استشفاع عند القبر کو صریح شرک کہتے ہیں تو تسکین الصدور میں استشفاع عند القبر ثابت کرنے کے لئے اتنا زور صرف کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور ان اکابر کے نزدیک صریح شرک کا ارتکاب کرنے اور عوام الناس کو شرک کی ترغیب دینے کی کونسی مجبوری تھی؟

﴿استفتاء﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان اتحاد کہ امام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، علامہ ابن عبد الہادی، امام ابن رجب، بدر الدین بالی، علامہ آلوسی اور تمام علماء حرمین وغیرہ اکابر اہل السنہ کے نزدیک "تسکین الصدور کے مطابق" استشفاع کا نظریہ رکھنے والا بقول مولانا سرفراز خان صفدر شرک صریح کا مرتکب ہے۔ جبکہ آپ حضرات کے نزدیک تسکین الصدور ہی معیار اہل السنت ہے۔ اب جو شخص آپ حضرات کے عقیدہ استشفاع وغیرہ کو صریح شرک کہے وہ اہل السنہ میں داخل ہے یا نہیں؟ اور اگر اہل السنہ میں داخل نہیں تو آج کے علماء حرمین کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

{بغاوت نمبر 85}

مرید کی پیر پر بداعتمادی

حضرت مولانا حسین علی الوانی نے واقعہ حضرت عزیر سے عدم سماع موتی پر استدلال کیا، تو مولانا سرفراز خان صفدر اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

حضرت مولانا حسین علی صاحب بلا شک بڑے محقق، موحد اور حق گو عالم تھے اور ہمارے پیر و مرشد ہیں، لیکن معصوم تو نہیں۔

(شہاب مبین ص:۱۶۷) سبحان اللہ!!

امام رازی پر صفدری تبصرہ

یہ ٹھیک ہے کہ حضرت امام رازی منطق و فلسفہ و عقلیات وغیرہ کے مسلم امام تھے، لیکن فن روایت اور نقلیات میں ان کا پایہ نہایت کمزور تھا...... یہی وجہ ہے کہ ان کی تفسیر میں رطب و یابس سب ہی کچھ موجود ہے۔ امام سیوطی نقل کرتے ہیں کہ تفسیر کبیر میں سب ہی کچھ ہے، مگر اس میں تفسیر نہیں۔

(احسن الکلام)

{بغاوت نمبر 86}

بخاری و بیہقی پر صفدری تنقید

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب

حضرت امام بخاری اور امام بیہقی کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

ان اکابر کا یہ اعتراض بھی سطحی قسم کا ہے اور قابل التفات نہیں ہے۔

(احسن الکلام ص:۲۲۶)

علامہ لکھنوی پر صفدری تبصرہ

مولانا سرفراز خان صاحب

علامہ عبد الحی لکھنوی پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

مولانا ابو الحسنات محمد عبد الحی صاحب لکھنوی اپنے وقت کے متبحر عالم اور وسیع النظر فقیہ اور مفتی تھے۔ لیکن نہ تو وہ ائمہ جرح و تعدیل میں تھے اور نہ بغیر کسی سند کے ان

کا کوئی قول معتبر ہو سکتا ہے۔ رواۃ کی جرح و تعدیل میں وہ صرف ہماری طرح کے ناقل ہیں۔ لہٰذا ان اکابر کا اس حدیث کو صحیح، حسن، جید اور قوی کہنا کوئی معنی اور پوزیشن نہیں رکھتا اور نہ ان کے کہنے سے کذاب و دجال، مجہول و مستور راوی ثقہ ہو سکتے ہیں۔

(احسن الکلام ص:۱۱۶)

{بغاوت نمبر 87}

امام بیہقی پر صفدری تنقید

مولانا سرفراز خان صفدر، امام بیہقی کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کی تصحیح کی ہے مگر ان کی یہ تصحیح بھی قابل اعتماد نہیں ہے کیونکہ سند کا حال آپ دیکھ ہی چکے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ قاعدہ جلیلہ میں لکھتے ہیں کہ امام بیہقی تعصب سے کام لیتے ہیں اور بسا اوقات ایسی روایتوں سے احتجاج کرتے ہیں کہ اگر ان کا کوئی مخالف ان سے استدلال کرے تو اس کی تمام کمزوریاں ظاہر کیے بغیر ان کو چین نہ آئے۔ (احسن الکلام ص:۱۱۷)

{بغاوت نمبر 88}

امام حاکم پر جرح صفدری

امام حاکم پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں:۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ امام حاکم مستدرک میں موضوع اور جعلی حدیثوں تک کی تصدیق کر جاتے ہیں، علامہ ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں، امام حاکم کثیر الغلط تھے، ان کے قول سے گریز کرنا چاہیے۔

(احسن الکلام ص:۱۱۵،۱۱۶)

{بغاوت نمبر 89}

امام ترمذی پر صفدری تبصرہ

امام ترمذیؒ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

محدثین امام ترمذیؒ کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے۔ (احسن الکلام ص:۲۳۰)

{بغاوت نمبر 90}

امام دارقطنی کا اعتبار نہیں

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب

امام دارقطنی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

امام دارقطنی کی تصدیق کا بھی چنداں اعتبار نہیں وہ ایک ہی راوی کو کبھی ثقہ اور کبھی ضعیف کہہ دیتے ہیں۔ (احسن الکلام ص:۱۱۶)

{بغاوت نمبر 91}

امام خطابی پر صفدری تنقید

مولانا سرفراز خان صفدر، امام خطابی پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

امام خطابی کا یہ فرمانا کہ اس حدیث کی سند جید ہے، محل تعجب ہے۔

(احسن الکلام ص:۱۱۶)

{بغاوت نمبر 92}

امام نوویؒ پر رد صفدری

مولانا سرفراز خان صفدر، امام نوویؒ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔
امام نوویؒ کا یہ کھلا قصور ہے کہ اس کو غیر مسند قرار دیتے ہیں۔
(احسن الکلام ص:۲۶۲)

{بغاوت نمبر 93}

اکابر پر عدم اعتماد

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب امام بیہقیؒ، علامہ حازمیؒ، علامہ ابن حزمؒ اور امام نوویؒ وغیرہ کا ایک اعتراض نقل کرنے کے بعد جواب دیتے ہیں:۔
ان اکابر کا یہ اعتراض بے بنیاد ہے۔ (ص:۲۸۰)

{بغاوت نمبر 94}

ابن حجرؒ پر صفدری رد

مولانا سرفراز خان صفدر
علامہ ابن حجرؒ کی ایک تحقیق پر بیچ پا ہو کر فرماتے ہیں:۔
محض تعصب مذہبی میں آکر اس کا انکار کرنا کس قدر ناانصافی ہے اور ایسے ٹھوس ثبوت اور علم ہی کی وجہ سے ہم حافظ ابن حجرؒ کی اس بات کو رد کرتے ہیں۔
(احسن الکلام ص:۲۲۹)

{بغاوت نمبر 95}

بخاری کی کیا وقعت ہے؟

ایک روایت کی سندی تحقیق پر مولانا صفدر صاحب
امام بخاریؒ پر یوں غصہ نکالتے ہیں:۔

ایسے کذاب اور دجال راوی کے بارے میں امام بخاریؒ کی رائے کیا وقعت رکھتی ہے۔ (احسن الکلام ص:۸۳، ج:۲)

{بغاوت نمبر 96}

دارقطنی کا کیا اعتبار؟

امام دارقطنی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔
رہا دارقطنی کا اس سند کو حسن کہنا اور روایت کی توثیق کرنا تو لا حاصل ہے۔
(احسن الکلام ص:۹۶، ج:۲)

{بغاوت نمبر 97}

اکابر کی محنت پر خاک

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب
اکابرین اہل السنۃ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔
بلاشبہ ان اکابرین کا امت محمدیہ پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کے علاوہ اپنے پیارے نبی کی پیاری حدیثیں بھی امت تک پہنچائیں اور ساری عمریں اس خدمت میں صرف کر دیں۔ لیکن تحقیق اور تفحص کے میدان میں جب قدم آگے بڑھایا تو بسا اوقات کسی راوی اور حدیث کے متعلق ان کا نظریہ بدلنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اپنی سابق رائے کو ترک کرنا پڑا اور کسی موقع پر بمقتضائے بشریت فروعی مسائل میں تعصب سے بھی کام لیا گیا ہے...... ہمارے لئے وہ قابل صد احترام ہیں جہاں انہوں نے سونے کی بوریاں کمائیں، مٹھی خاک کی بھی ان میں ڈال دی۔

قائین کرام!!

شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کی تحقیقات کی چند جھلکیاں ہم نے پیش کر دی ہیں اور ان پر احتراماً ہم کچھ تبصرہ بھی نہیں کرتے۔

البتہ اتحادی گروہ سے ہم ضرور ان کی ذہنیت کے مطابق پوچھنے کے مجاز ہیں کہ اتحادی سوچ وضابطہ کے مطابق ان اکابرین امت سے قرآن وحدیث اور دین، مولانا سرفراز خان صاحب نے زیادہ سمجھا ہے یا انہوں نے زیادہ سمجھا ہے؟

اگر کوئی مظلوم داعی توحید وسنت قرآن وسنت کے دلائل وبراہین کی روشنی میں بعض حضرات کے اقوال کو حجت نہ مانیں تو اس پر تو کئی قسم کی الزام تراشی والزام بازی کی جاتی ہے، اب مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کا آپ کے دھرم میں حکم کیا ہے؟؟

جو اتنے بڑے بڑے اکابرین پر نہ صرف اعتراض کر رہے ہیں بلکہ نام لے کر ان کی تحقیقات کی تردید بھی فرما رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

{بغاوت نمبر 98}

تمام اہل السنت پر کفر کا فتویٰ

ماسٹر امین صاحب کے برادر زادے مولوی محمود عالم صاحب، علماء کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔

جس نے ابن تیمیہ پر شیخ الاسلام کا اطلاق کیا، وہ کافر ہے۔

(تسکین الاتقیاء ص:۱۲۴)

اور ابن تیمیہ حدیث کے رد کرنے میں جری ہے، غرضیکہ ان کی غرض کے موافق نہ ہو۔

(تسکین الاتقیاء ص:۱۲۲)

اور دوسری بات جو ابن تیمیہؒ میں ہے وہ حضرت علیؓ سے انحراف ہے اور اسی وجہ سے ان کے ہم عصر علماء نے ابن تیمیہ کو...... منافق کہا ہے۔ یہ سزا من جانب اللہ

ابن تیمیہ" کو ملی۔ جو البانی شیخ الاسلام کہتا ہے: اور ہم نہیں جانتے کہ اس نے یہ لقب کیسے دے دیا؟ حالانکہ ابن تیمیہؒ وہ عقیدہ رکھتا ہے جو اسلام کے مخالف ہے۔

(تسکین الاتقیاء)

ابن تیمیہؒ نے نبی اقدس ﷺ کی زیارت کے سنت ہونے کا انکار کیا اس سے تم دھوکہ میں نہ پڑو اس لئے کہ وہ ایسا آدمی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا ہے۔ جیسا کہ عز بن جماعہ نے فرمایا اور تقی سبکی نے مستقل تصنیف میں اس پر رد کیا ہے اور اس کا نبی اقدس ﷺ کے حق میں کوتاہی کرنا کوئی تعجب خیز نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے حق میں بھی وہ کچھ کہہ چکا ہے جو ظالم اور منکرین کہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کی شان ان باتوں سے بلند ہے، اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف اعضاء کی نسبت کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے جہت، ہاتھ، ٹانگیں، آنکھیں وغیرہ دوسرے قبائح کا استعمال کیا ہے اس وجہ سے بہت سے اہل علم نے اس کی تکفیر کی ہے۔ (حوالہ بالا)

نوٹ:

مولوی محمود اس طرح کے کئی حوالہ جات ذکر کرنے کے بعد انتہائی نفاق والی پالیسی کے تحت دھوکہ دینے کے لئے لکھتا ہے:۔

ہمارا مقصد ان حوالوں سے حافظ ابن تیمیہؒ کی توہین وتنقیص نہیں ہے، سبحان اللہ اگر کوئی کہے کہ ماسٹر اوکاڑوی پرلے درجے کا منافق، بے ایمان اور کافر تھا اور جو شخص ماسٹر اوکاڑوی کو زبدۃ المحدثین کہے وہ بھی کافر ہے اور آخر میں لکھ دے کہ میرا مقصد ان باتوں سے ماسٹر اوکاڑوی کی توہین نہیں، تو کیا اس آخری خلاف حقیقت جملہ سے اسے ماسٹر اوکاڑوی کا مؤدب سمجھا جائے گا۔۔۔۔؟؟

خلاصہ ہفوات محمود

امام ابن تیمیہؒ منافق، گمراہ تھا اور علماء نے ابن تیمیہؒ کی تکفیر کی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اعضاء وغیرہ ثابت کرتا تھا اور نبی اکرم ﷺ کے حق میں کوتاہی کرتا،

حضرت علیؓ سے منحرف تھا اور جو شخص ابن تیمیہؒ کو شیخ الاسلام کہے وہ کافر ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں:۔

اکثر اہل بدعت حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم کی رفیع شان میں بہت ہی گستاخی کرتے ہیں۔ مگر حضرت ملا علی القاری الحنفیؒ ان کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں: **کانا من اکابر اھل السنۃ والجماعۃ ومن اولیاء ھذہ الامۃ**... کہ حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن القیمؒ دونوں اہل السنت والجماعۃ کے اکابر ہیں اور اس امت کے اولیاء میں تھے۔ (باب جنت ص:۲۹، راہ سنت ص:۱۷۷)

بے شمار اکابرین نے امام ابن تیمیہؒ کو شیخ الاسلام کا لقب دیا ہے جن میں امام ذہبیؒ، امام ابن کثیرؒ، علامہ انور شاہ صاحب کاشمیریؒ، سید محمود آلوسیؒ اور خود شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر شامل ہیں۔ علامہ شامیؒ اور نبہانیؒ آپ کو شیخ الاسلام لکھتے ہیں۔ (دیکھیں فتاوی شامی) علامہ نبہانی فرماتے ہیں: **فانہ شیخ الاسلام بلا ریب**... بلاشبہ وہ شیخ الاسلام ہیں۔ (شواہد الحق ص:۱۴۵)

ماسٹر صاحب کے برادر زادے کے علائی فتوے کے مطابق ابن تیمیہؒ کو شیخ الاسلام کہنے والا کافر ہے۔ اس ظالمانہ فتوے کے نشانات ملاحظہ فرمائیں کہ کتنے مظلوم اکابرین اس کی زد میں ہیں اور کون کون اکابر علماء دیوبند شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر سمیت کفر کے مرتکب ہوئے ہیں۔

العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ

اس سے بڑی اکابر کی بغاوت کیا ہوگی کہ تمام اکابرین کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر اپنے آپ کو محقق باور کرایا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اوکاڑوی چیلوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

{بغاوت نمبر 99 تا 119}

اتحادی گروہ اور امام بخاریؒ

ماسٹر امین کے بھتیجے ماسٹر محمود عالم سے تمام اتحادیوں نے مل کر ایک رسالہ لکھوایا، جس کا نام "قطرات العطر" ہے۔ رسالے کی تصدیق امیر اتحاد مولوی منیر احمد، مفتی عبد الستار خیر المدارس، مولوی منظور فاضل حدیث خیر المدارس، مولوی شمشاد اور مولوی امین شاہ وغیرہ کی تصدیقات ہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ خاص سوچی سمجھی سکیم کے ساتھ شائع کیا گیا ہے جس کا مقصد محدثین پر تبرا اور کتب حدیث پر یلغار کرنا ہے۔ جس کے چند اقتباسات امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام بخاریؒ اور اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری کے متعلق ہم ذکر کرتے ہیں:۔

(۱) امام بخاریؒ نے 430 سے کچھ زائد ایسے راویوں سے روایت کی ہے کہ جن سے امام مسلمؒ نے نہیں لی، ان میں سے 80 پر ضعف کی جرح کی گئی ہے۔

(۲) امام مسلمؒ نے 620 ایسے راویوں سے روایت لی ہے جن سے بخاریؒ نے نہیں لی، ان میں سے 160 پر جرح کی گئی ہے۔ (قطرات العطر ص:۱۱۴)

(۳) حافظ ابن حجرؒ نے بخاری کی تقدیم کو جو نقل کیا ہے، سارا زور اس پر لگایا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ کس درجہ کی صحیح ہے، یہ بات نہ قرآن پاک کی آیت ہے، نہ آنحضرت ﷺ کی حدیث، نہ کسی خلیفہ راشدؓ، یا کسی صحابیؓ، یا تابعیؒ، یا تبع تابعیؒ کا ارشاد ہے۔ نہ ہی یہ قول امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ، امام ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ میں سے کسی کا ہے۔ اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ یہ بات سب سے پہلے ابن صلاح نے کی اور ابن صلاح کی بات کو بعض شوافعؒ نے اتنا مشہور کیا کہ بعض حنفی علماء بھی اس سے متاثر ہو کر ان کے ہمنوا ہو گئے اور غیر مقلدین نے تو اس کو اپنے خود ساختہ پر چار کے لئے بطور ہتھیار استعمال کیا اور کر رہے ہیں جبکہ اس بات کا حقیقت سے دور کا واسطہ بھی

نہیں۔ امام مسلمؒ نے نہ صرف یہ کہ امام بخاریؒ سے حدیث نہ لی بلکہ منتحلی الحدیث فرما دیا۔ (قطرات العطر ص:۱۱۴)

(۴) امام ابوداؤدؒ اور امام ابن ماجہؒ نے بھی امام بخاریؒ سے کوئی حدیث نہ لی۔

(۵) امام نسائیؒ نے صرف ایک حدیث لی ہے ہاں امام ترمذیؒ نے ان سے حدیث لی ہے مگر کم۔

(۶) امام دارقطنیؒ نے بخاری اور مسلم کی دو سو حدیث پر طعن کیا ہے اور مستقل کتاب الالزامات والتتبع لکھی۔

(۷) ابوالولید الباجی المالکی نے مستقل کتاب "التعدیل والتجریح فی من رواہ عنہ البخاری فی الصحیح" لکھی۔

(۸) امام بخاریؒ اپنی صحیح میں ان راویوں سے روایت لائے ہیں جن میں سے بعض پر نواصب، بعض پر مرجئہ، بعض پر روافض ہونے کا طعن کیا گیا ہے۔

(قطرات العطر ص:۱۱۴)

(۹) امام بخاریؒ نے امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ سے بخاری میں کوئی حدیث نہیں لی، امام احمدؒ سے دو روایات لی ہیں اور امام مالکؒ سے بکثرت احادیث لی ہیں۔ عجیب بات ہے کہ امام اعظمؒ سے روایت نہ لی اور بہت سے بدعتیوں سے روایت لے لی۔ حتیٰ کہ جس راوی کو اسماء الرجال نے رافضی اور شیطان کہا، اس سے بھی لے لی۔

(۱۰) قاضی ابو یوسفؒ سے حدیث نہ لی، سیدنا عثمانؓ اور حضرت معاویہؓ کو گالیاں دینے والے سے لے لی۔

(۱۱) امام محمدؒ سے روایت نہ لی اور امام حسینؓ کے قتل کا مشورہ دینے والے مروان سے حدیث لے لی۔

(۱۲) امام جعفر صادقؒ سے حدیث نہ لی اور حضرت سیدنا علیؓ پر ستر دفعہ روزانہ لعنت کرنے والے سے حدیث لے لی۔

(۱۳) امام بخاریؒ کو جب ضرورت پڑتی ہے تو کچھ اصولوں کو چھوڑ بھی جاتے ہیں، خود ہی ایک راوی کو ضعیف بھی کہتے ہیں اور خود ہی اس سے روایت بھی لیتے ہیں۔

(۱۴) امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں جو انداز اپنایا ہے اس کی کچھ تصویر آپ کے سامنے رکھی ہے تاکہ ابن صلاح کے اس قول کی تردید ہو سکے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری ہے۔

(۱۵) اس اعتبار سے کتاب الآثار اور موطا کو بخاری و مسلم پر ترجیح ہوگی۔ اگر ہم کتاب الآثار کو دیکھیں تو اس کے رواۃ میں ناصبی، رافضی، قدری وغیرہ راوی بخاری کی بنسبت کالعدم ہیں۔ نیز کتاب الآثار کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ یہ قرن ثانی میں لکھی جا چکی تھی۔

(۱۶) امام بخاریؒ، امام اعظمؒ کی وفات کے ۴۴ سال بعد پیدا ہوئے، پھر بڑے ہوئے پھر صحیح بخاری لکھنی شروع کی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب الآثار ۱۵۰ھ سے قبل یقیناً لکھی جا چکی تھی۔ بخاری اس کے قریباً ۸۰ سال بعد لکھی گئی اور وہ زمانہ خیر القرون کے بعد کا ہے، لہٰذا امام بخاریؒ کی کتاب کو کتاب الآثار سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔

(قطرات ص:۱۲۳)

(۱۷) امام بخاریؒ نے قدریہ، روافض اور نواصب سے روایت لے کر امام ابن سیرین کی مخالفت کی۔ آپ کے سامنے بخاری کے بدعتی راویوں کے کچھ نام نمونے کے طور پر واضح کیے گئے۔ کیا اب بھی بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جا سکتا ہے، ہرگز نہیں، اصح الکتب بعد کتاب اللہ کتاب الآثار ہے۔

(۱۷) بخاری میں مرجئہ رواۃ کی تفصیل:۔

(۱) ابراہیم بن طہمان (۲) شبابہ بن سوار (۳) عبد الحمید بن عبد الرحمن الحمانی (۴) عثمان غیاث البصری (۵) عمر بن ذر الہمدانی (۶) محمد بن حازم ابو معاویہ الضریر (۷) ورقاء بن عمر الیشکری (۸) یونس بن بکیر (۹) ابراہیم تیمی (۱۰) عبد العزیز بن ابی رواد (۱۱) سالم بن عجلان (۱۲) قیس بن مسلم الجدلی (۱۳) خلاد بن یحییٰ بن

نہیں۔ امام مسلمؒ نے نہ صرف یہ کہ امام بخاریؒ سے حدیث نہ لی بلکہ منتحلی الحدیث (ر) دیا۔ (قطرات العطر ص: ۱۱۳)

(۴) امام ابوداؤدؒ اور امام ابن ماجہؒ نے بھی امام بخاریؒ سے کوئی حدیث نہ لی۔

(۵) امام نسائیؒ نے صرف ایک حدیث لی ہے ہاں امام ترمذیؒ نے ان سے حدیث لی ہے مگر کم۔

(۶) امام دار قطنیؒ نے بخاری اور مسلم کی دو سو حدیث پر طعن کیا ہے اور مستقل کتاب الالزامات والتتبع لکھی۔

(۷) ابو الولید الباجی المالکی نے مستقل کتاب "التعدیل والتجریح فی من رواہ عنہ البخاری فی الصحیح" لکھی۔

(۸) امام بخاریؒ اپنی صحیح میں ان راویوں سے روایت لائے ہیں جن میں سے بعض پر نواصب، بعض پر مرجئہ بعض پر روافض ہونے کا طعن کیا گیا ہے۔
(قطرات العطر ص: ۱۱۴)

(۹) امام بخاریؒ نے امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ سے بخاری میں کوئی حدیث نہیں لی، امام احمدؒ سے دو روایات لی ہیں اور امام مالکؒ سے بکثرت احادیث لی ہیں۔ عجیب بات ہے کہ امام اعظمؒ سے روایت نہ لی اور بہت سے بدعتیوں سے روایت لے لی۔ حتیٰ کہ جس راوی کو اسماء الرجال نے رافضی اور شیطان کہا، اس سے بھی لے لی۔

(۱۰) قاضی ابو یوسفؒ سے حدیث نہ لی، سیدنا عثمانؓ اور حضرت معاویہؓ کو گالیاں دینے والے سے لے لی۔

(۱۱) امام محمدؒ سے روایت نہ لی اور امام حسینؓ کے قتل کا مشورہ دینے والے مروان سے حدیث لے لی۔

(۱۲) امام جعفر صادقؒ سے حدیث نہ لی اور حضرت سیدنا علیؓ پر ستر دفعہ روزانہ لعنت کرنے والے سے حدیث لے لی۔

(۱۳) امام بخاریؒ کو جب ضرورت پڑتی ہے تو کچھ اصولوں کو چھوڑ بھی جاتے ہیں، خود ہی ایک راوی کو ضعیف بھی کہتے ہیں اور خود ہی اس سے روایت بھی لیتے ہیں۔

(۱۴) امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں جو انداز اپنایا ہے اس کی کچھ تصویر آپ کے سامنے رکھی ہے تا کہ ابن صلاح کے اس قول کی تردید ہو سکے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری ہے۔

(۱۵) اس اعتبار سے کتاب الآثار اور مؤطا کو بخاری و مسلم پر ترجیح ہوگی۔ اگر ہم کتاب الآثار کو دیکھیں تو اس کے رواۃ میں ناصبی، رافضی، قدری وغیرہ راوی بخاری کی بنسبت کالعدم ہیں۔ نیز کتاب الآثار کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ یہ قرن ثانی میں لکھی جا چکی تھی۔

(۱۶) امام بخاریؒ، امام اعظمؒ کی وفات کے ۴۴ سال بعد پیدا ہوئے، پھر بڑے ہوئے پھر صحیح بخاری لکھنی شروع کی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب الآثار ۱۵۰ھ سے قبل یقیناً لکھی جا چکی تھی۔ بخاری اس کے قریباً ۸۰ سال بعد لکھی گئی اور وہ زمانہ خیر القرون کے بعد کا ہے، لہذا امام بخاریؒ کی کتاب کو کتاب الآثار سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ (قطرات ص: ۱۲۳)

(۱۷) امام بخاریؒ نے قدریہ، روافض اور نواصب سے روایت لے کر امام ابن سیرین کی مخالفت کی۔ آپ کے سامنے بخاری کے بدعتی راویوں کے کچھ نام نمونے کے طور پر واضح کیے گئے۔ کیا اب بھی بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جا سکتا ہے، ہرگز نہیں، اصح الکتب بعد کتاب اللہ کتاب الآثار ہے۔

(۱۷) بخاری میں مرجئہ رواۃ کی تفصیل:۔

(۱) ابراہیم بن طہمان (۲) شبابہ بن سوار (۳) عبد الحمید بن عبد الرحمٰن الحمانی (۴) عثمان غیاث البصری (۵) عمر بن ذر الہمدانی (۶) محمد بن حازم ابو معاویہ الضریر (۷) ورقاء بن عمر الیشکری (۸) یونس بن بکیر (۹) ابراہیم تیمی (۱۰) عبد العزیز بن ابی رواد (۱۱) سالم بن عجلان (۱۲) قیس بن مسلم الجدلی (۱۳) خلاد بن یحییٰ بن

صفوان (۱۴) بشر بن محمد السختیانی (۱۵) شعیب بن الحٰق بن عبد الرحمٰن۔

(۱۸) بخاری میں ناصبی رواۃ کی تفصیل:۔

(۱) الحٰق بن سوید العدوی (۲) حریز بن عثمان (۳) حصین بن نمیر الواسطی (۴) قیس بن ابی حازم (۵) اسماعیل بن ابان (۶) جریر بن عبد الحمید (۷) خالد بن مخلد القطوانی (۸) سعید بن فیروز (۹) سعید بن عمرو (۱۰) عباد بن یعقوب الاسدی (۱۱) بنہز بن اسد (۱۲) عبد الملک بن اعین (۱۳) عبید اللہ بن موسیٰ العبسی (۱۴) عوف بن ابی جمیلۃ۔

(۱۹) بخاری میں قدری رواۃ کی تفصیل:۔

(۱) ثور بن یزید الحمصی (۲) حسان بن عطیہ محاربی (۳) حسن بن ذکوان قدری (۴) زکریا بن الحٰق (۵) شبل بن عباد المکی (۶) شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر (۷) عبد اللہ بن ابی لبید المدنی (۸) عبد اللہ بن ابی نجیح (۹) عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ (۱۰) عبد الرحمٰن بن الحٰق بن الحارث (۱۱) عبد الوارث بن سعید التنوری (۱۲) عطاء بن ابی میمونہ (۱۳) عمر بن ابی زائدہ (۱۴) عمران بن مسلم القیصر (۱۵) عمیر بن ہانی العنسی (۱۶) کہمس بن المنہال (۱۷) محمد بن سواء العنبری (۱۸) ہارون بن موسیٰ الاعور (۱۹) ہشام بن ابی عبد اللہ (۲۰) یحییٰ بن حمزہ الحضرمی (۲۱) ہمام بن یحییٰ (۲۲) معاذ بن ہشام الدستوائی

(۲۰) بخاری میں خارجی رواۃ کی تفصیل:۔

(۱) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۲) عمران بن حطان (۳) داؤد بن الحصین

(۲۱) بخاری میں جہمیہ رواۃ کی تفصیل:۔

(۱) بشر بن السری البصری (۲) فطر بن خلیفہ القرشی المخزومی (۳) یحییٰ بن صالح الوحاظی۔ (قطرات العطر)

{ضمیمہ}

﴿افکار پریشاں﴾

حضرات گرامی!!

اب تک آپ نے اتحادی حضرات کی اکابر سے وفاداری کے عبرتناک نمونے ملاحظہ فرمائے ہیں۔ اب ہم چند نمونے ان کی آپس کی خانہ جنگی کے پیش کرتے ہیں۔ جس کی تفصیل آپ کو کتاب کے حصہ ثانی میں ملے گی۔

{ کیفیت موت اور خانہ جنگی}

حضرات انبیاء کرام کی موت ہر فرد بشر کی طرح خروج روح کے ساتھ ہوتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اتحادیوں کے چار نظریات ملاحظہ فرمائیں۔

{ کیفیت موت کے بارے میں پہلا نظریہ}

☆ آب حیات میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ حضرات انبیاء کرامؑ کی ارواح مبارکہ کا ابدان طاہرہ سے خروج نہیں ہوتا۔ چنانچہ مولانا غلام غوث ہزاروی فرماتے ہیں:

”مگر انبیاء کی موت کے بارے میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ حیات، انبیاءؑ کی ذاتی صفت ہے، اور اوروں کی عارضی۔ اس لیے پیغمبروں سے حیات کا انقطاع نہیں ہوتا اور نہ روح نکلتی ہے۔ بلکہ جسم سے سمٹ کر دل میں مرکوز ہو جاتی ہے“۔ (تسکین الصدور ص: ۲۱۳)

{شکوری دعویٰ اجماع}

اتحادی گروہ کے فقیہ العصر مفتی عبدالشکور ترمذی فرماتے ہیں کہ آب حیات کے اس نظریہ پر تمام علماء دیوبند کا اجماع ہے، جو شخص اس نظریہ کو حضرت نانوتویؒ کا تفرد بتلاتا ہے اس کے پاس اس بات کی کوئی سند یا دلیل موجود نہیں ہے۔

چنانچہ مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب "المہند" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

اس کے ساتھ دوسری بات اس عبارت سے یہ معلوم ہوئی کہ آب حیات میں اس مسئلہ حیات النبی ﷺ کو جس دقیق اور انوکھے طرز پر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے ان سب حضرات دستخط کنندگان نے اس کو اسی طرز پر تسلیم فرمالیا ہے۔ گویا اسی وقت علماء دیوبند کا اجماع آب حیات کی تصدیق پر بھی منعقد ہو چکا تھا...... اس وقت جو لوگ آب حیات کی تحقیق کو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہ کا تفرد بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علماء دیوبند کے اندر آب حیات کی تحقیق کے بارے میں اختلاف ہے وہ غور کریں اور بتلاویں کہ ان کے اس خیال کی آخر ان کے پاس کون سی سند ہے؟ آب حیات میں جس طرز سے حیات النبی ﷺ کا اثبات کیا گیا ہے اس کی تمام اکابر نے تصدیق فرمائی ہے، اس طرز کا مسلمہ اکابر دیوبند میں سے کس نے انکار کیا ہے؟

(ہدایۃ الحیران، مصنفہ مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب ص:۳۲۹)

{کیفیت موت کے بارے میں دوسرا نظریہ}

کیفیت موت میں دوسرا نظریہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر اور ان کے مقرظین و مصدقین کا ہے جن میں حضرت مولانا فخر الدین شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند، مفتی سید مہدی حسن صاحب مفتی اعظم دیوبند، قاری محمد طیب صاحب مہتمم دیوبند، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب، مولانا خیر محمد جالندھری صاحب، مولانا شمس

الحق افغانی، مولانا السید یوسف محمد بنوری، مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی جمیل احمد تھانوی، مولانا محمد عبداللہ درخواستی، مولانا عبدالحق صاحب، مولانا عبدالخالق صاحب، مولانا خان محمد خانقاہ سراجیہ، مولانا سید گل بادشاہ، مولانا دوست محمد قریشی، مفتی احمد سعید سرگودھا، مولانا محمد نذیر اللہ خان، مولانا محمد غلام غوث ہزاری وغیرہ حضرات شامل ہیں۔ ان حضرات کا نظریہ اس مسئلہ میں اشاعت التوحید والسنۃ کی طرح یہی ہے کہ انبیاءؑ وغیر انبیاء ہر فرد بشر پر موت بصورت خروج روح ہی واقع ہوتی ہے۔

چنانچہ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں:۔

پہلی بات، موت کا مفہوم: عرف عام میں موت، جان نکل جانے کا نام ہے یعنی جب روح جسم سے نکل جاتی ہے تو اس کو موت کہتے ہیں۔ علماء نے معنی کیا ہے کہ روح کا تعلق جسم سے منقطع ہو جائے، قرآن و حدیث کے نصوص و اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے وقت روح نکالی جاتی ہے، آسمانوں کی طرف لے جائی جاتی ہے پھر اپنی مقررہ جگہ پر رکھی جاتی ہے۔ (تسکین الصدور ص:۲۱۲)

نیز فرماتے ہیں:۔

جمہور علماء اسلام موت کا معنیٰ انقطاع الروح عن البدن ہی کرتے ہیں۔

(تسکین الصدور ص:۲۱۶)

مزید فرماتے ہیں:۔

دلائل صریحہ سے ثابت ہے کہ موت کے وقت روح جسم سے نکالی جاتی ہے۔

(تسکین الصدور ص:۱۰۲)

عبرت:۔

مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب فرماتے ہیں:

صاحب آب حیات کا نظریہ ہے کہ ارواح کا ابدان سے اخراج نہیں ہوتا ہے۔ اور ترمذی صاحب فرماتے ہیں:

آب حیات کی تحقیق پر تمام اکابر علماء دیوبند کا اجماع ہے۔

جبکہ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب
اور کے مصدقین کا اعلان یہ ہے:

کہ موت کا معنیٰ ہی روح کا بدن سے نکل جانا ہے اور بوقت موت روح کا بدن سے نکلنا قرآن واحادیث کی نصوص اور دلائل صریحہ سے ثابت ہے۔

تو اب غور فرمائیں۔ اگر ترمذی صاحب کی بات درست مانیں تو مولانا سرفراز خان صاحب اپنے مصدقین سمیت اجماع کے منکر ہو کر اہل السنت سے خارج ہو جاتے ہیں۔ اور اگر مولانا سرفراز صاحب اور ان کے مصدقین کی بات صحیح تسلیم کی جائے تو مولانا عبدالشکور ترمذی صاحب اور ان کے ہمنوا قرآن وسنت کے نصوص اور دلائل صریحہ کے منکر ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔

عجب مشکل میں پھنسا ہوں　　جو یہ ٹانکا تو وہ اجڑا، جو وہ ٹانکا تو یہ اجڑا

{کیفیت موت کے بارے میں تیسرا نظریہ}

کیفیت موت میں تیسرا نظریہ ماسٹر امین صاحب اور اس کے غالی اتحادی گروہ کا ہے۔ ماسٹر امین صاحب اور ان کا غالی اتحادی گروہ اس مسئلہ میں انتہائی متذبذب وحیران اور سرگردان ہیں۔ کسی صورت میں بھی اپنا نظریہ ظاہر کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ اس گروہ کے ذمہ دار حضرات سے بار بار عقیدہ اور نظریہ دریافت کیا گیا لیکن انہوں نے تقیہ ہی میں عافیت سمجھی اور بحث کو مختلف طریقوں سے الجھانے کی کوشش کی، لیکن عقیدہ بتلانے کے لئے کبھی بھی آمادہ نہ ہوئے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اتحادی گروہ کے موجد کا اپنا موقف تضادات کا مجموعہ ہے، بعض عبارات سے پتہ چلتا ہے کہ ماسٹر امین صاحب اس مسئلہ میں مفتی عبدالشکور صاحب کے ساتھ ہیں اور بعض عبارات سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ماسٹر امین صاحب اس مسئلہ میں مولانا سرفراز خان صفدر صاحب وغیرہ کے ساتھ ہیں۔ ماسٹر امین صاحب

کی ساری زندگی کی تحقیقات وخرافات ان کے برادرزادے نے تسکین الاذکیاء کی صورت میں جمع کی ہیں۔

چنانچہ ماسٹر صاحب فرماتے ہیں:۔

☆ موت نام ہے روح کے نکلنے کا۔ اب جب انبیاءؑ کی روح موت کے وقت نکلی پھر جب سوال وجواب کے وقت لوٹائی گئی تو اب اس کو دوبارہ نہیں نکالا جاتا۔ پس اگر وہ نکلتی تو یہ دوسری موت ہوتی چونکہ آنحضرت ﷺ کی روح دوبارہ نہیں نکلی اس لئے دوسری موت واقع نہیں ہوئی۔ (تسکین الاذکیاء ص:۲۲۴)

☆ اب یہاں پہلے ایک یہ بات بھی سمجھ لیں کہ سیدنا فاروق اعظمؓ نے یہ کیوں فرمایا: واللہ ما مات رسول اللہ... کہ اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ فوت نہیں ہوئے، حالانکہ اس سے پہلے حضرت عمرؓ نے اس شخص کے بارے میں یہ نہیں فرمایا تھا کہ فوت ہو چکا ہو، فوت نہیں ہوا۔ لیکن حضور ﷺ کے بارہ میں فرمار ہے تھے کہ فوت نہیں ہوا، کیونکہ فاروق اعظمؓ کی نظر آپ ﷺ کے قلب مبارک کی طرف تھی، ان کو قلب میں حیات کے آثار محسوس ہو رہے تھے، وہ کیسے آپ ﷺ کی حیات کا انکار کرتے...... عام لوگوں کی موت اور نبی کی موت میں فرق ہے جیسے عام لوگوں کی نینداور نبی کی نیند میں فرق ہے، حضرت نانوتویؒ کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے...... جب موت طاری ہوئی تو حیات کہیں گئی نہیں، آپ ﷺ کی موت ساتر حیات تھی، اب موت کیا ہے...... الخ (تسکین الاذکیاء ص:۲۲۲)

عبرت:۔

اوکاڑوی صاحب نے دوکشتیوں پر پاؤں رکھنے کی کوشش فرمائی ہے، اس لئے بری طرح ڈوبنے سے دوچار ہوئے ہیں۔ اوکاڑوی صاحب کی جن عبارات میں اخراج روح کا قول کر کے مولانا سرفراز صاحب کی تقلید کی گئی ہے ان عبارات کی رو سے ترمذی فتوئی کے مطابق اوکاڑوی صاحب اجماع کے منکر ہو کر اہل السنت سے

خارج۔ اور اکاڑوی صاحب کی جن عبارات سے ترمذی تحقیق پر اعتماد کیا گیا ہے مولانا سرفراز خان صاحب اور ان کے مصدقین کی تحقیق کی رو سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔

گویا اوکاڑوی صاحب کے اہل السنت سے خارج ہونے پر مولانا سرفراز صاحب اور ان کے مصدقین اور مولانا ترمذی اور ان کے ہمنواسب ''اہل اتحاد اکابر'' کا اجماع ہے۔

{کیفیت موت کے بارے میں چوتھا نظریہ}

کیفیت موت میں چوتھا نظریہ ڈاکٹر علامہ خالد محمود پی ایچ ڈی لندن کا ہے، علامہ صاحب چونکہ ڈاکٹر بھی ہیں۔ موصوف نے اپنی ڈاکٹری لائن سے خاصی نئی اور حیرت انگیز تحقیق دریافت فرمائی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک آپ ﷺ کی روح مبارک نکلی بھی ہے اور نہیں بھی نکلی۔ یعنی گوشت، خون، پٹھوں وغیرہ سے روح مبارک نکل گئی، لیکن دل کے اندر جو خلا ہوتے ہیں ان کے اندر رک گئی، جسم سے باہر نہیں نکلی۔

چنانچہ فرماتے ہیں:۔

خدائی وعدہ پورا ہوا مگر اب جل شانہ نے وعدہ وفات پورا کرنا تھا، اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا کیا تو آپ ﷺ کی روح مبارک اگر بدن سے نکل کر...... اگر جسم سے نکل کر...... جسم کے اندر ہی جو حصے خالی ہوتے ہیں، مثلاً قلب دل ہے...... دل کے اندر پورے کا پورا گوشت نہیں...... پورا خون بھی نہیں...... اس بدن کے اندر خلا بھی تو ہے...... تو اگر پورے بدن سے روح کا انفصال بھی ہو، مگر وہ بدن کے اسی حصے کے اندر رہے اور قلب کے اس حصے کے اندر رہے جس میں خلا ہے تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ روح بدن سے نکلی اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نہیں نکلی۔

اگر کہو کہ بدن سے نکلی، باقی بدن سے اور اندر رہی اس خلا میں جو بدن کے

اندر ہے تو جب اس قسم کے بہت احتمالات کی بہت گنجائش ہو سکتی ہے تو پھر مولانا محمد قاسمؒ نے کیا جرم کیا، کہ لوگ ان کے پیچھے پڑے رہے۔

(خطبات خالد ص:۲۷۷، ج:۱)

ڈاکٹر صاحب اپنی نرالی تحقیق کی بناء پر ترمذی تحقیق کے منکر ہونے کی وجہ سے بقول ترمذی صاحب اجماع کے منکر ہو کر گمراہ اور اہل السنت سے خارج۔۔

اور مولانا سرفراز صاحب کی تحقیق سے بغاوت کر کے بقول مولانا سرفراز خان صفدر اور ان کے مصدقین ونصوص کتاب وسنت کے منکر ہو کر دائرہ اسلام سے خارج۔ ماسٹر صاحب کی طرح ڈاکٹر صاحب بھی اتحادی اکابر کے اجماع سے اہل السنت والجماعت سے خارج ہیں۔

{عقیدہ اعادہ روح}

اعادہ روح:۔

☆ مفتی عبدالشکور ترمذی ثم ساہیوالی فرماتے ہیں:۔

بعد از وفات ہر میت کے لئے بوقت سوال نکیرین ارواح کا اعادہ الی الابدان احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ (ہدایۃ الحیران ص:۳۵۴)

☆ اس مرنے والے مومن کی روح اس کے بدن میں لوٹائی جاتی ہے اور دو فرشتے اس کے سامنے آتے ہیں۔ (ہدایۃ الحیران ص:۳۵۵)

☆ جب حسب تصریحات سابقہ جملہ اموات کے لئے بعد از وفات بوقت سوال اعادہ روح احادیث صحیح سے ثابت ہے تو پھر انبیاء کرامؑ کے اجساد مبارکہ میں اعادہ ارواح کا عام قاعدہ کے برخلاف کس دلیل سے انکار کیا جاتا ہے۔

(ہدیۃ الحیران ص:۳۶۹)

☆ اعادہ روح اور حیات جسمانی کا دوام واستمرار، اس گزارش کے پیش نظر ان احادیث سے قدر مشترک کے طور پر آنحضرتؐ کے لئے روضہ اطہر میں دائمی طور پر اعادہ

روح اور جسمانی حیات کے دوام واستمرار کا ثبوت ہو جاتا ہے۔

(ہدیۃ الحیران ص:۳۶۵)

☆ انبیاء وغیر انبیاءؑ سب کے لئے بعد از وفات اعادہ ارواح الی الابدان احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ (ہدیۃ الحیران ص:۳۶۸)

☆ اس تسلیم شدہ حقیقت کے پیش نظر جس کا اوپر ذکر ہوا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ شہداء کے اجساد میں ان کی ارواح موجود ہوتی ہے اور روح کے موجود ہونے کی وجہ سے ان کا جسم زندہ اور ان کو جسمانی حیات حاصل ہے۔

(حیات انبیاء کرامؑ، مصنفہ عبدالشکور ترمذی صاحب ص:۱۲۱)

☆ اوپر احادیث متواترہ سے ثابت ہو چکا کہ قبر میں جسد کی طرف روح کو لوٹایا جاتا ہے جیسا کہ ابوداؤد کی حدیث کے الفاظ ''تعاد روحہ فی جسدہٖ'' سے ثابت ہو چکا ہے۔ (حیات انبیاء کرامؑ ص:۱۲۷)

☆ ظاہر ہے کہ عذاب قبر ایسی چیز کو ہو سکتا ہے جو قبر میں ہے اس لئے روح قبر میں ہونی ضروری ہے یہی تو حیات ہے ورنہ جسم خالی تو جمادات میں سے ہے، عناصر اربعہ جامدہ کا مجموعہ ہے اس کو عذاب کا کیا معنیٰ۔۔؟ (حیات انبیاء کرامؑ ص:۲۲۵)

☆ قبر میں اعادہ ارواح کی احادیث کا متواتر ہونا اوپر ثابت ہو چکا ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ نے، اعادۃ الروح الی العبد حق پر نص فرمادی اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ، ثم ترد فی الاجساد فی القبور روح کے اعادہ فی القبر کی تصریح فرما رہے ہیں۔ (لعنۃ اللہ علی الکذبین) (حیات انبیاء کرام ص:۱۱۱)

نوٹ:۔

فقہ اکبر امام صاحب کی کتاب نہیں (امداد الاحکام) اور کتاب الصلوٰۃ امام احمد پر بہتان ہے۔ (سیر)

☆ شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر دیوبندی ''تسکین الصدور ص:۱۰۷'' پر باب دوم ''اعادہ روح'' کی سرخی جما کر

فرماتے ہیں:۔

''اہل السنت والجماعت کا یہ مسلک ہے کہ میت جب قبر میں دفن کر دی جاتی ہے، تو اس کی روح اس کے جسم کی طرف لوٹا دی جاتی ہے۔۔۔۔۔الخ۔''

☆ دلائل صریحہ سے ثابت ہے کہ موت کے وقت روح جسم سے نکالی جاتی ہے اور اس کے مستقر پر علیین اور سجین ہے پہنچا دی جاتی ہے مگر یہ بھی صحیح براہین سے ثابت ہے کہ قبر میں میت کی طرف اس کی روح لوٹائی جاتی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اعادہ روح کے کچھ دلائل باحوالہ عرض کر دیں تاکہ ماننے والوں کے ایمان و ایقان میں اضافہ ہو، اور نہ ماننے والوں کے لئے شاید کہ رشد و ہدایت کا نمونہ ثابت ہوں، یا کم از کم اتمام حجت ہی ہو جائے۔ (تسکین الصدور ص:۱۰۶)

☆ شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں:۔

قبر اور برزخ میں مومنین اور کفار سب کی طرف ارواح لوٹائے جاتے ہیں۔

(تسکین الصدور ص:۲۳۱)

☆ یہ تحقیق اس مسلک پر مبنی ہے کہ قبر میں نکیرین کے سوال کے وقت مردوں کو زندہ کیا جاتا ہے پھر ان کو وفات دی جاتی ہے، مگر جمہور اس کے خلاف ہیں (یعنی جمہور کے نزدیک مردے قبر میں زندہ رہتے ہیں پھر دوبارہ موت نہیں دی جاتی، از ناقل)

(تسکین الصدور ص:۲۴۲)

☆ اتحادی غالیوں کے امام الزاھدین صاحب، اپنی ''رحمت کائنات'' نامی کتاب (جو کہ جھوٹی حکایات، من گھڑت روایات، خوابوں اور کہاوتوں کا لاجواب انسائیکلوپیڈیا ہے) میں فرماتے ہیں:۔

''روح کا بدن کی طرف قبر میں لوٹایا جانا سب مردوں کے لئے صحیح احادیث سے ثابت ہے۔'' (رحمت کائنات ص:۱۳۰)

☆ یہی اتحادی امام الزاھدین صاحب (بن غلام جیلانی مرید اعلیٰ حضرت بریلوی کمائی فتاویٰ رضویہ) فرماتے ہیں:۔

ایک آدمی کے دفن کے بعد جب کفن چوروں نے اس کی قبر کھودی تو وہ زندہ ہو کر بھاگ آیا پھر کافی زمانہ زندہ رہا اس کو اللہ تعالٰی نے بیٹا بھی دیا، اس کا نام مالک تھا۔

(رحمت کائنات ص:۷۲)

اذا ثبت الشیء ثبت بلوازمه .. از ناقل (اسی مالک نامی شخص کی اولاد آج بھی شمس آباد، اٹک اور ایبٹ آباد کے بعض علاقوں میں پائی جاتی ہے، جو ماشاء اللہ تزکیہ نفوس وغیرہ کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

(اللّٰھم انا نجعلك فی نحورهم ونعوذبك من شرورهم)

پیر زاہد الحسینی صاحب فرماتے ہیں:۔

مندرجہ بالا احادیث میں یہ بات ظاہر ہے کہ فرشتے میت کو بٹھاتے ہیں۔ اس کے جسم میں روح لوٹا دیا جاتا ہے وہ اپنی آنکھیں ملتا ہے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ جسم میں روح لوٹایا جاتا ہے اور جسمانی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ یہی مسلک حق اہلسنت والجماعت کا ہے۔۔۔ ثم یعاد فیه الروح پھر اس میں روح لوٹایا جاتا ہے۔ اس روایت میں ہے کہ روح اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے۔ فی کا حرف وہاں آتا ہے جہاں بعد والی چیز پہلے کے لیے ظرف (برتن) ہو۔ مطلب روح اس طرح بدن میں ڈالا جاتا ہے جس طرح برتن میں چیز ڈالی جاتی ہے۔

(رحمت کائنات ص:۱۲۹)

☆ اتحادی امام الزاہدین صاحب،

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی طرف ایک جعلی خط منسوب کرتے ہوئے اپنی زٹلیات کی تصدیق قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے رحمت کائنات میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد عنصری میں بعینہٖ دنیاوی زندگی کی طرح روح کا موجود ہونا ثابت کیا ہے۔ (جس پر کوئی بھی شرعی دلیل قیامت تک کسی غالی کو نہیں مل سکے گی۔ از ناقل)

(رحمت کائنات ص:۲۹)

نور محمد ترنڈی فرماتے ہیں:۔

کتاب وسنت کے روشن دلائل کے مطابق تمام علماء اہلسنت والجماعت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ عالم قبر و برزخ میں بوقت سوال روح کا جسد کی طرف اعادہ ہوتا ہے۔ (قبر کی زندگی ص:۱۳۴)

یہی حضرت فرماتے ہیں:۔

اہلسنت کا اجماع ہے کہ قبروں میں میت کو حیات ملتی ہے۔ امام الحرمین نے لکھا ہے کہ سب سلف امت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے، مردوں کو قبروں میں زندہ کیا جاتا ہے، اور ارواح اجساد میں لوٹائی جاتی ہیں۔

(قبر کی زندگی ص:۱۳۵)

ترنڈی صاحب فرماتے ہیں:۔

یہ حدیث اعادہ روح پر قطعی الدلالت ہے۔

(قبر کی زندگی ص:۱۵۹)

اللہ یار خان چکڑالوی لکھتے ہیں:۔

عود روح کے متعلق احادیث متواترہ صاف اور صریح موجود ہیں اور اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔ عود روح کا منکر حدیث کا بھی منکر ہے اور اجماع کا بھی منکر ہے۔ اہل السنت والجماعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

(حیات برزخیہ ص:۶۱)

نیز یہی چکڑالوی موصوف لکھتے ہیں:۔

براء بن عازب کی یہ حدیث عود روح پر صریح دال ہے اس صراحت کے بعد تاویل کی گنجائش نہیں رہتی۔ اگر اب بھی کوئی جسارت کرے تو وہ تاویل نہیں بلکہ تلعب بالحدیث ہوگا۔ (حیات برزخیہ ص:۶۰)

چکڑالوی صاحب لکھتے ہیں:۔

روح کو جسد میں لوٹا دیا جاتا ہے۔

(حیات برزخیہ ص:۶۰)

عود روح پر نص صریح اور صحیح دال ہے۔

(حیات برزخیہ ص:۶۱)

صحیح احادیث صاف اعلان کر رہی ہیں کہ سوال کے وقت روح جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ (حیات برزخیہ ص:۶۱)

احادیث صاف صراحت کرتی ہیں کہ سوال کے وقت روح کو بدن میں لوٹایا جاتا ہے۔ (حیات برزخیہ ص:۶۱)

قبر میں روح کا جسم میں لوٹایا جانا صحیح حدیث سے ثابت ہے جو تمام مردوں کے لئے ہے۔ (حیات برزخیہ ص:۶۱)

اسی طرح حیات برزخیہ کا ص: ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، وغیرہ پر عبارات موجود ہیں۔

خلاصہ:۔

عبارات بالا سے مندرجہ ذیل امور واضح ہیں:۔

(۱) اتحادی اکابر ترمذی، ترنذی، حسینی، چکڑالوی صاحبان وغیرہ کے نزدیک سب مردوں کے لئے دفن کے بعد ارواح کو ان کے ابدان میں لوٹا دیا جاتا ہے اور بقول ان کے ان کا یہ نظریہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے، نیز اسی پر اجماع امت اور دلائل صریحہ موجود ہیں۔

(۲) ہر میت کے لئے اعادہ روح مستمرہ علی الدوام ثابت ہے۔

(۳) ہر میت کے بدن میں روح کو اس طرح لوٹا دیا جاتا ہے جیسے برتن کے اندر پانی۔

{سید نور الحسن شاہ صاحب کا فیصلہ کن بیان}

☆ قرآن و حدیث اور اجماع امت سے یہ بات ثابت و محقق و مسلم ہے کہ موت

کے بعد بدن کے اندر روح قیامت کے دن لوٹائی جائے گی، اس سے پہلے نہیں۔

(حیات الاموات ص:۳۷)

☆ حضرات انبیاء کرام پر موت کا اطلاق فرمایا گیا ہے۔ اور مرنے کے بعد قیامت تک یہ میت ہی میت ہیں۔ پھر قیامت کے دن زندہ ہو کر اٹھائے جائیں گے۔ تو حضرات انبیاء کرام کو جن کی شان حضرات شہداء سے بدرجہا اعلیٰ، ارفع، افضل ہے، قیامت تک میت قرار دیا گیا ہے۔ اور حضرات شہداء جن کی شان اور جن کا درجہ و مقام حضرات انبیاء کرامؑ سے تیسرے نمبر پر ہے۔ احیاء (زندہ) فرمایا گیا ہے، انہیں اموات کہنے اور سمجھنے تک کی نہی و ممانعت کر دی گئی ہے۔ تو ان آیات اور احادیث میں بھی درحقیقت کوئی تعارض و تضاد نہیں۔ حضرات شہداء کے لیے جس حیات کا اثبات کیا گیا ہے، وہ وہی جنتی روحانی حیات ہے، دنیوی جسمانی حیات سے مغایر، شہادت سے پہلے والی حیات نہیں۔ اس حیات پر موت کا اطلاق ہوسکتا ہے اور حضرات انبیاء کے لیے جو موت ثابت ہے وہ دنیوی جسمانی موت ہے، اس پر حیات کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ مگر دنیوی حیات سے مغائر غیر کامل اور غیر مطلق حیات۔

(حیات الاموات ص:۸۶)

☆ کتاب اللہ اور احادیث نبویہ صحیحہ متواترہ سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ شہید فی سبیل اللہ کا روح فوراً جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ رہا جسم، تو شہید کا جسم روح اور جان کے بغیر رہ جاتا ہے۔ (حیات الاموات ص:۸۶)

☆ متعدد احادیث صحیحہ میں حضرات شہداء اس جسمانی دنیوی حیات کی استدعا کرتے ہیں کہ روح جسد عنصری میں واپس کی جائے، مگر یہ منظور نہیں کی جاتی۔

(حیات الاموات ص:۸۴)

☆ کس قدر صراحت موجود ہے کہ آپ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیں، یہ ان کی تمنا ہے جو پوری نہ ہوئی۔ واضح ہو گیا کہ حضرات شہداء کی روحیں نہ تو جنت میں سے واپس دنیا میں آئیں، نہ عنصری جسموں میں داخل ہوئیں۔

(حیات الاموات ص: ۸۳)

☆ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں:۔

قرآن کریم صحیح احادیث اور اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ آسمانوں میں فرشتے اور ارواح حضرات انبیاءؑ اور حضرت عیسیٰؑ جسد عنصری کے ساتھ بلکہ تمام دیگر مومنوں کی روحیں آسمانوں پر موجود ہیں۔ ایک صحیح روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ کی وہ اولاد جو اہل نار ہے، پہلے آسمان پر حضرت آدمؑ کے بائیں جانب موجود ہے۔ (احسن الکلام ص:۱۹) اسی طرح خزائن السنن میں بھی موجود ہیں۔

☆ مولانا عبدالقیوم حقانی مرید خاص ابن غلام جیلانی فرماتے ہیں:۔

حالانکہ یہ قطعی نصوص سے ثابت ہے کہ آسمانوں میں فرشتے اور ارواح انبیاء و غیرھم بھی موجود ہیں۔ (توضیح السنن جلد اول، ص ۵۸۲)

سید نور الحسن شاہ صاحب، مولانا سرفراز خان صاحب، مولانا عبدالقیوم صاحب خلیفہ پیر حسینی کا دعویٰ ہے کہ قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے یہ بات ثابت، محقق و مسلم ہے کہ ارواح انبیاء کرامؑ، شہداء اور عام مومنین آسمانوں میں ہیں اجساد میں قطعاً نہیں، اور قیامت سے پہلے ارواح کو بدن میں ہرگز نہیں لوٹایا جائے گا۔

عبرت:۔

ترمذی، ترنذی، حسینی صاحبان کے نزدیک ارواح کا ابدان کے اندر ہونا قرآن اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے اور اللہ یار خان چکڑالوی کا دعویٰ یہ ہے کہ جو شخص اعادہ روح کا منکر ہے وہ اہل السنت سے خارج ہے۔ جبکہ سید نور الحسن شاہ صاحب، مولانا سرفراز خان صاحب اور حسینی صاحب کے خلیفہ عبدالقیوم صاحب کا فرمان یہ ہے کہ قرآن، احادیث متواترہ اور اجماع سے روحوں کا بدن میں نہ ہونا اور قیامت تک واپس نہ آنا ثابت ہے۔

اب اگر ترمذی، ترنذی، حسینی و چکڑالوی صاحبان کا دعویٰ صحیح ہے، تو مولانا

سرفراز خان صاحب، مولانا نور الحسن شاہ صاحب، مولانا عبدالقیوم صاحب، قرآن و احادیث متواترہ کے منکر ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔ اور اگر مولانا سرفراز خان صاحب کا فرمان عالی شان درست ہے، تو ترمذی، حسینی، چکڑالوی صاحبان قرآن اور احادیث متواترہ اور اجماع امت کے منکر ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

اللہ اللہ،،،، تے خیر سلا

☆ سید نور الحسن شاہ صاحب فرماتے ہیں:۔

علماء اعلام نے بدن مثالی کا قول بعض مواقع پر ضرور کیا ہے، مگر وہاں جہاں جسد عنصری کا موجود ہونا محال تھا۔ مثلاً معراج کے موقع پر، رسول اللہ ﷺ نے بیت المقدس میں اور آسمانوں پر حضرات انبیاء کرامؑ سے ملاقات فرمائی، اور مسجد اقصیٰ میں انہیں نماز بھی پڑھائی۔ چونکہ ان کے جسد عنصری قبروں میں مدفون تھے، اس لیے جمہور علماء امت یہی فرماتے ہیں کہ بیت المقدس یا آسمانوں میں حضرات انبیاء کرامؑ کے مثالی ابدان مبارک تھے۔

☆ حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

حدیث کی دلالت اس پر ظاہر ہے کہ موسیٰؑ اور یونسؑ آپ ﷺ کو نظر آئے یہ تمثل روحی تھا، کیونکہ جسد تو ان حضرات کا قبور میں تھا۔

(التکشف ص:۴۵۰۔۔ حیات الاموات ص:۶۶)

☆ نور الحسن شاہ صاحب فرماتے ہیں:۔

بیت المقدس میں شب معراج کو انبیاء کرامؑ اپنے عنصری اور حقیقی ابدان مبارکہ کے ساتھ تشریف نہیں لائے تھے، کیونکہ وہ تو قبروں میں مدفون اور محفوظ ہیں، بیت المقدس میں صرف ان کی روحیں متشکل ہو کر شریک نماز ہوئیں تھیں۔

(حیات الاموات ص:۶۷)

نوری راگنی

☆ مولوی نور محمد ترندی فرماتے ہیں:۔

آپ ﷺ کی یہ ملاقات انبیاء کرامؑ سے ہوئی، مثلاً آدمؑ اور نوحؑ وغیرہ۔ اور آدمؑ اور نوحؑ کا اطلاق روح اور جسم دونوں پر ہوتا ہے، لہٰذا یہ سب انبیاء کرام روح اور جسد دونوں کے ساتھ بیت المقدس میں تشریف لائے تھے۔ چونکہ حضور اکرم ﷺ کا یہ سفر معراج جسد عنصری کے ساتھ تھا، اور حضرت عیسیٰؑ پر ابھی موت واقع نہیں ہوئی، لہٰذا وہ بھی اسی جسد عنصری کے ساتھ تشریف لائے تھے، لہٰذا بقیہ تمام انبیاء کرامؑ بھی ان دونوں کی طرح جسد عنصری کے ساتھ تشریف لائے تھے۔

(قبر کی زندگی ص:۹۶)

☆ ترندی صاحب فرماتے ہیں:۔

قرآن مجید میں تو جسم مثالی کا نام ونشان بھی نہیں، اسی طرح کسی صحیح حدیث میں بھی جسد مثالی کا کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا جسد مثالی کا یہ نظریہ بے اصل اور بے بنیاد ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ (قبر کی زندگی ص:۲۱۸)

☆ ترندی صاحب فرماتے ہیں:۔

اسی طرح اسراء کی رات جن پیغمبروں نے حضور اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی وہ نماز انہی اجساد عنصریہ کے ہمراہ تھی۔ جب کہ یہی اجساد اپنی اپنی قبروں میں بھی موجود رہے، اور ادھر روح کے ہمراہ آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز بھی ادا کی۔ تو بعض علماء نے روح کے ہمراہ نماز پڑھنے والے جسد عنصری کا نام جسم مثالی رکھ دیا، حالانکہ یہ وہ قبر والا جسم عنصری ہی ہے، صرف اس کا نام دوسرا تجویز کر لیا گیا ہے، ذات ہرگز تبدیل نہیں ہوئی۔ بندہ عاجز نے یہ دعویٰ کیا کہ بعض علماء جس جسد مثالی کے قائل ہیں وہ درحقیقت کوئی اور چیز نہیں بلکہ یہی قبر والا جسد عنصری ہے۔

(قبر کی زندگی ص:۲۱۶)

{ترندی صاحب کا چیلنج قبول ہے}

☆ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ نے بعض اکابر کے ارشادات ذکر فرمائے تھے، جن کا مضمون یہ تھا کہ ارواح انبیاء کرامؑ اجسام مثالیہ کی صورت میں جنت میں داخل کر دی جاتی ہیں، اس پر مولوی نور محمد ترندی صاحب برستے ہوئے لکھتے ہیں:۔

لیکن اس نورانی کافوری اجسام والے نظریہ کا تو سرے سے وجود ہی نہیں ہے، اگر آپ میں ہمت ہے تو سدی صغیر سے بھی کسی بڑے کذاب اور دجال کی روایت سے یہ نظریہ ثابت کر دو، ہمارے علماء آپ کی روایت کے راویوں پر جرح بھی نہیں کریں گے۔ (قبر کی زندگی ص:۲۲۴)

ترندی صاحب غصہ تھوک دیجئے۔ ہم آپ کی منہ مانگی مراد ابھی پوری کیے دیتے ہیں، سدی صغیر سے بڑے درجے کی شخصیت آپ کے امام الزاہدین حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب فرماتے ہیں:۔

وجود مثالی شرعاً معتبر ہے، دین میں اس کا اعتبار ہے اور اس کا ثبوت قرآن و حدیث میں ہے۔

(مزید تفصیل کے لیے دیکھیں، رحمت کائنات ص: ۳۰۳ سے ۳۱۹ تک)

نیز آپ کے پیرو مرشد حسینی صاحب فرماتے ہیں:۔ جو آدمی وجود مثالی کا انکار کرتا ہے وہ اہلسنت والجماعت میں سے ہرگز نہیں، بلکہ اس کو اعتزال کی بو ہے۔ اس وجود مثالی کے انکار سے ہزار سے زیادہ نصوص کی تاویل کرنی پڑتی ہے۔

لیجیے۔ ترندی صاحب!!

اب تو آپ کی منہ مانگی مراد پوری ہوگئی ہے، آپ تو ایک روایت کی بات کر رہے تھے اور وہ بھی سدی صغیر سے بڑے کذاب اور دجال سے۔ جبکہ آپ کے پیرو مرشد ایک ہزار سے زیادہ نصوص سے وجود مثالی کے ثابت کرنے کا دعویٰ کر رہے ہیں

اور کذب ودجل میں بھی ایک ہزار سدی بھی مل جائے تو آپ کے پیرومرشد کی خاک پاء کو بھی نہیں پہنچ سکتا، جیسا کہ اس کتاب کے ابتدائیہ سے روشن ہو چکا ہے۔

{فریق مخالف کا عقیدہ سماع}

☆ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں:۔

ادراک وشعور، فہم وسماع میں مردے اور زندے برابر ہیں، اصل گر کی بات ہی یہی ہے جیسا کہ اس پر بے شمار حوالے عرض کر دیے گئے۔

(سماع الموتی ص:۲۲۱)

☆ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب

علامہ نواب صدیق حسن خان کے حوالے سے تائیداً فرماتے ہیں:۔

تمام مردے مومن ہوں یا کافر حصول علم، شعور، ادراک، سماع، عرض اعمال اور زیارت کرنے والے کے سلام کے جواب لوٹانے میں برابر اور یکساں ہیں ان امور کی تخصیص محض حضرات انبیاء کرامؑ اور صلحاءؒ کے ساتھ ہی نہیں ہے۔

(سماع الموتی ص:۲۲۱)

☆ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:۔

مشہور اور مستفیض احادیث سے یہ ثابت ہے کہ مردہ اپنے اہل وعیال اور دوستوں کے احوال کو جانتا ہے جو ان کو دنیا میں پیش آتے ہیں اور یہ حالات اس پر پیش کیے جاتے ہیں اور احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ دیکھتا بھی ہے اور جو کچھ اس کے پاس کیا جاتا ہے اس کو جانتا بھی ہے اگر وہ کاروائی اچھی ہو تو اس سے وہ خوش ہوتا ہے اور اگر وہ بری ہو تو اس سے اس کو رنج پہنچتا ہے۔ (سماع الموتی ص:۲۸)

☆ بتحقیق تواتر سے حدیثیں آئی ہیں کہ مردہ اپنے اہل وعیال اور دوستوں کے احوال کو جانتا ہے کیونکہ ان کے اعمال اس پر پیش کیے جاتے ہیں اور جو کاروائی اس کے پاس کی جاتی ہے مردہ اس کو دیکھتا اور جانتا ہے اچھی کاروائی سے اس کو خوشی اور بری

کاروائی سے اس کو تکلیف ہوتی ہے۔ (سماع الموتی ص:۲۹)

☆ میت کا اپنے زیارت کنندہ کو پہچاننا صرف آنحضرت ﷺ ہی سے مختص نہیں ہے بلکہ ہر میت اپنے زائر کو پہچانتی ہے۔ (سماع الموتی ص:۳۰)

☆ جب کوئی زندہ شخص قبر کے پاس آکر سلام وکلام کرتا ہے تو مردے اس کو آواز اور لب ولہجہ سے پہچان لیتے ہیں۔ (سماع الموتی ص:۳۱)

☆ آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والا ادب، خشوع اور تواضع کو لازم پکڑے اور ہیبت کے مقام پر اپنی نگاہ نیچی رکھے جیسا کہ آپ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کی زندگی میں کرتا تھا کیونکہ آپ ﷺ زندہ ہیں اور اس بات کو ذہن میں حاضر رکھے کہ آپ ﷺ آنے والے کے اپنے سامنے کھڑا ہونے اور اس کے سلام کو سنتے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ کی زندگی کی حالت میں تھا۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کی موت وحیات میں اپنی امت کے مشاہدہ اور ان کے احوال ونیات وعزائم اور خیالات کو پہچاننے میں کوئی فرق نہیں اور یہ بات آپ ﷺ کے ہاں بالکل روشن (اور) ظاہر ہے اس میں کوئی خفاء نہیں ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اس پر اطلاع دیتا ہے۔

(سماع الموتی ص:۳۶)

فائدہ:۔

شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب فرماتے ہیں:۔

کسی عالم کا کسی کے قول کو نقل کرنا اور اس کا کہیں بھی رد نہ کرنا بلکہ اس سے استدلال واحتجاج کرنا حقیقتاً اس کی تصحیح ہے، تصحیح اور کس چیز کا نام ہے؟

(سماع الموتی ص:۳۶۳)

☆ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب لکھتے ہیں:۔

حافظ ابن تیمیہ سماع موتی کے مسئلے کو ضروریات دین کے مسائل میں شمار کرتے ہیں۔ (سماع الموتی ص:۲۴۲)

☆ بالجملہ اموات کے شعور وادراک کا انکار اگر کفر نہیں تو اس کے الحاد ہونے میں تو شبہ ہی نہیں ہے۔ (سماع الموتی ص:۲۲۰)

☆ حضرت گنگوہیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، حضرت امام ابوحنیفہؒ سماع موتی کا انکار کرتے ہیں۔ (اصل عبارت گزر چکی ہے)

تنبیہ:

ذرا غور سے ملاحظہ فرمانا کہ کفر والحاد کے فتوے کی زد میں کون کون حضرات آ رہے ہیں۔۔۔؟

☆ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب فیصل آبادی فرماتے ہیں:۔

جو حضرات ثبوت سماع کے قائل ہیں وہ موتی میں سے صرف اولیاء کرامؒ کے سماع کے قائل نہیں بلکہ فاسقوں اور کفار تک کے سماع کے قائل ہیں، ان کا مسلک یہ ہے کہ نیک و بد ثبوت سماع میں سب برابر ہیں۔ (اشرف التوضیح ص:۲۷۰، ج:۱)

☆ نور محمد ترندی صاحب لکھتے ہیں:۔

آئمہ اربعہ کے پیروکار سارے کے سارے عام موتی کے سماع کے قائل ہیں۔ (قبر کی زندگی ص:۳۶۲)

نیز لکھتے ہیں:۔

جو لوگ امام ابوحنیفہؒ کی طرف عدم سماع کی نسبت کرتے ہیں، وہ صحیح نہیں ہے۔ (قبر کی زندگی ص:۳۶۱)

☆ پیر زاہد الحسینی صاحب لکھتے ہیں:۔

اہل قبور سلام سنتے ہیں، پہچانتے ہیں، اور جواب دیتے ہیں، اور اس عقیدہ پر تمام علماء سلف کا اجماع ہے۔ (رحمت کائنات ص:۸۹)

☆ اللہ یار خان چکڑالوی لکھتے ہیں:۔

جمہور صحابہؓ، تابعینؒ و بعد والے جن کے زمانہ کی خیریت کی شہادت خود رسول

کریم ﷺ نے دی 'سب سماع موتی کے قائل تھے' اتباع صحابہؓ میں نجات ہے۔ ما أنا علیه و اصحابی سے دور ہونے والا قطعی جہنمی ہے۔ (سیف اویسیہ ص:۱۰۷)

☆ اہل قبور کے ادراک، فہم اور شعور سے انکار کرنے والا اگر کافر نہیں تو ملحد تو یقینا ہے۔ (سیف اویسیہ ص:۱۳۸)

☆ سماع موتی، حدیث متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے اور نص کے مقابلہ میں قیاس مردود ہے اور پھر یہ قیاس شخصی ہے، قیاس شرعی بھی نہیں۔ نص کے مقابلے میں قیاس پیش کر کے ابلیس رجیم بن گیا۔ (سیف اویسیہ ص:۱۳۶)

☆ اللہ یار خان چکڑالوی لکھتے ہیں:۔

سماع موتی کی احادیث متواتر ہیں۔ (حیات برزخیہ ص:۲۲۶)

☆ تواتر کا انکار کفر ہے یا فسق یا بدعت ہے۔ (حیات برزخیہ ص:۱۶۵)

☆ ایک طرف متواتر احادیث اور اجماع صحابہؓ ہے اور دوسری طرف صرف عائشہؓ۔۔۔ (حیات برزخیہ ص:۲۲۵)

نوٹ:۔ غور فرمائیے! چکڑالوی صاحب ایک طرف تواتر کے انکار کو کفر کہتے ہیں اور پھر حضرت صدیقہ کائناتؓ کو تواتر کا منکر بتلاتے ہیں، تو چکڑالوی صاحب کا یہ فتوئی کہاں تک پہنچے گا؟

☆ اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ میت سنتا ہے خواہ کسی بھی حالت میں ہو۔ (حیات برزخیہ ص:۱۶۴)

☆ پہلے دلائل قطعیہ سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ مٹی، زمین، آگ، پتھر، پانی، ہوا، آسمان وزمین، شجر وحجر تمام چیزیں سنتی ہیں۔ بدن میت جب مٹی ہو جاتا ہے تو اس مٹی کو سننے میں کونسی چیز مانع ہوتی ہے؟ (حیات برزخیہ ص:۲۷۶)

☆ معلوم ہوا کہ معتزلہ کا فرقہ پتھروں کے سننے اور کلام کرنے کا منکر ہے مگر اہل السنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ جمادات سنتے ہیں۔ (حیات برزخیہ ص:۱۵۳)

☆ بعد موت، انسانی جسم ریزہ ریزہ ہو کر کوئی تو صورت اختیار کرے گا اور اس صورت

پر لازماً شی کا اطلاق ہوگا اور ہر شیٔ جب سنتی ہے تو انسان کے سننے میں کیا مانع ہے؟ ہمارا اصل استدلال تو آیات قرآنی سے ہے، جو ہر شیٔ کے سماع پر قطعی الدلالت ہیں، ان کا انکار کتاب اللہ کا انکار ہے۔ (حیات برزخیہ ص:۱۴۹)

{اہم تنبیہ}

''پھر مسئلہ حیات موتی کا ہے نہ کہ حیات النبی ﷺ کا''...... عام طور پر اس مسئلہ پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں، ان کا عنوان حیات النبی ﷺ یا حیات الانبیاء ؑ مثلاً علامہ خالد محمود صاحب کی مدارک الاذکیاء...... اس عنوان سے عام طور پر بحث کا رخ حضرات انبیاء کرام خصوصاً نبی کریم ﷺ کی طرف پھر گیا۔ غلط طور سے حیات النبی ﷺ کی بحث چھڑ گئی ہے اور حضور کریم ﷺ کی ذات پاک معرض بحث میں آگئی ہے۔ حالانکہ بحث اصلاً نبی کریم ﷺ کی ذات پاک کی نہیں، بلکہ حضرات انبیاء کرامؑ اور شہداء و اولیاءؒ حتیٰ کہ عام مسلمانوں کی حیات کی بھی نہیں۔ دراصل بحث تو ہے عام موتی کی حیات کے متعلق۔ جن میں کفار، مشرکین اور منافقین تک شامل ہیں ...... علیٰ ہذا، اگر موتی زائر کا سلام سنتے ہیں۔ تو نبی کریم ﷺ کے سماع سلام وجواب میں بحث وکلام کیوں فضول و نامعقول نہ ہوگا؟'' (حیات الاموات ص:۸)

تمت

طالب دعاء

[redacted]

(علامہ) خضر حیات بھکروی (صاحب)

******

****

****

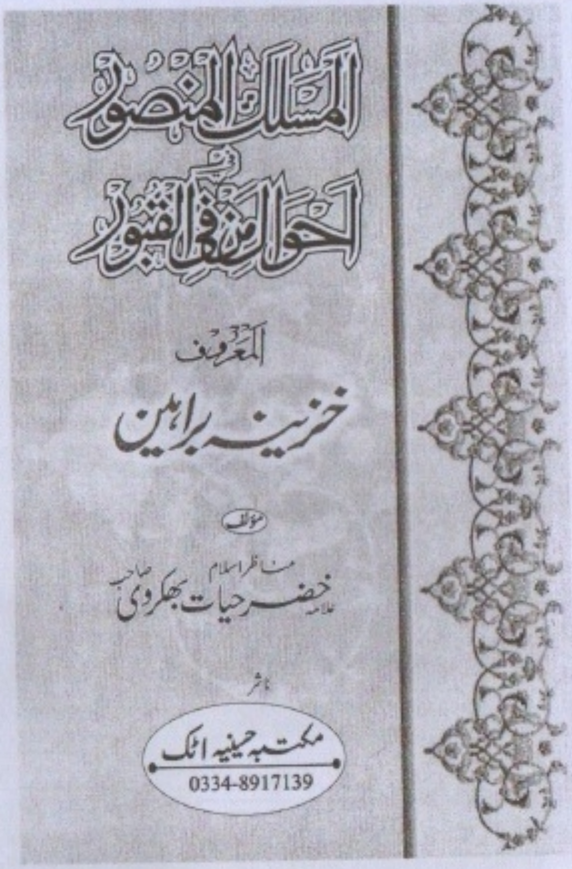

السلام علیکم

تمام اشاعتی احباب سے
التماس ہے کہ سوشل نیٹ
ورک پر ہماری جماعت کے
خلاف جو پروپیگنڈا مہم شروع ہے
، اس کا مقابلہ کرنے اور اسکے
خلاف کام کرنے کے لیے ہماری ٹیم
کا ساتھ دیں ۔ ہماری پوسٹیں، بیانات ،
مناظرے ، کتابیں اور جو کچھ شئیر کیا
جاتا ہے اُسے جتنا آگے شئیر کر سکتے ہیں
کریں ،تاکہ ہماری جماعت کا پیغام ہر
جگہ پہنچے اور عوام حق کو پہچانے۔

مفتی کفایت اللہ عثمانی صاحب

محمد طاہر الحمنی

www.facebook.com/AllamaKhizarHayat